اللہ کہاں ہے؟

تالیف

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

فہرست

مقدمہ

اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر بلند ہے اور یہ اس کی ذاتی، ازلی اور ابدی صفت ہے۔ اس بارے میں دو گروہوں نے اہل سنت والجماعت کی مخالفت کی ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور دوسرے کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کائنات کے اوپر ہے، نہ نیچے، نہ جہان کے اندر ہے، نہ باہر، نہ دائیں، نہ بائیں، نہ آگے، نہ پیچھے، نہ کائنات سے متصل، نہ اس سے منفصل۔

عقیدے کی یہ تعبیر اسلاف امت سے ثابت نہیں، لیکن یہ لوگ اپنے عقیدے پر قرآن وسنت سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے وہ دلائل پڑھے تھے، جو یہ حضرات پیش کرتے ہیں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ یقیناً پڑھے تھے، بلکہ حفظ کیے تھے؟

تو یہ دلائل پڑھ کر بھی انھوں نے یہ عقائد کیوں نہیں اپنائے؟ دو وجہیں ہو سکتی ہیں، یا تو سلف امت ان دلائل کو جاننے کے باوجود ماننے پہ تیار نہیں تھے۔ یا پھر ان دلائل

سے وہ عقائد ثابت ہی نہیں ہوتے، جو یہ لوگ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔

ائمہ سلف نے اپنے عقائد کی بنیاد قرآن وحدیث پر ڈالی ہے، وہ قرآن وسنت کا اتباع کرتے تھے، جب کہ متکلمین نے پہلے عقائد وضع کیے ہیں، پھر قرآن وسنت کی نصوص کو ان کے مطابق ڈھالا ہے۔ یوں ان کے عقائد ائمہ سلف کے اجماع کے خلاف ہو گئے۔

اہل کلام نے اللہ کی صفت علو سے مراد صفات کی بلندی لی ہے، ذات کی بلندی نہیں۔

صفت معیت

اللہ نے اپنے لیے علو ثابت کیا ہے، جس آیت سے اہل ضلال نے استدلال کیا ہے، وہ ان کے اس باطل دعویٰ پر دلالت ہی نہیں کرتی، کیوں کہ معیت سے حلول لازم نہیں آتا، جیسا کہ عربوں کا کہنا ہے: «اَلْقَمَرُ مَعَنَا» ''چاند ہمارے ساتھ ہے۔'' حالاں کہ چاند آسمان پر ہوتا ہے۔ «زَوْجَتِي مَعِيَ» ''میری بیوی میرے ساتھ رہتی ہے۔'' حالاں کہ وہ مشرق میں ہوتا ہے اور وہ مغرب میں ہوتی ہے۔ لہٰذا معیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساتھ والا آدمی ہمیشہ ساتھ والے کی جگہ میں ہو، بل کہ مضاف الیہ کے اعتبار سے معیت کا معین کیا جا سکتا ہے، کبھی ہم کہہ دیتے ہیں: «هٰذَا لَبَنٌ مِعَهٗ مَاءٌ» ''اس دودھ میں پانی ملا ہے۔'' یہ معیت اختلاط کا تقاضا کرتی ہے، آدمی کہتا ہے: «مَتَاعِي مَعِيَ» ''میرا مال میرے پاس ہے۔''

حالانکہ وہ تو اس کے گھر میں پڑا ہوتا ہے اور سامان اٹھائے ہوئے کہتا ہے: «مَتَاعِي مَعِيَ» ''میرا مال میرے پاس ہے۔'' اس صورت میں وہ سامان اس کے

ساتھ متصل ہوتا ہے۔ یہ ایک ہی کلمہ ہے، لیکن اضافت کے بدلنے سے اس کے معانی بھی بدلتے رہتے ہیں۔

باطل لوازمات

یہ دعویٰ کہ اللہ ہر جگہ ہے، اس سے کئی باطل لوازم لازم آئیں گے۔

1. تعدد یا اجزا لازم آئیں گے۔ یہ لازم بلا شک وشبہ باطل ہے اور لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان پر دلالت کناں ہوتا ہے۔
2. جب آپ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کئی جگہوں میں ہے، تو لازم آئے گا کہ وہ لوگوں کی زیادتی کی وجہ سے زیادہ اور کمی کی وجہ سے کم ہو جائے۔
3. آپ پر لازم آئے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کو گندگی والی جگہوں سے پاک نہیں سمجھتے، جب آپ کہیں گے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے، حالاں کہ بیت الخلا اور گندگی کے ڈھیر بھی جگہ میں داخل ہیں۔ اس سے بڑی اللہ کی گستاخی کوئی نہیں۔

لہٰذا یہ نظریہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔ قرآن وسنت سے کسی بھی طرح اس کے لیے دلیل مترشح نہیں ہو سکتی، نہ مطابقتی، نہ تضمنی اور نہ ہی التزامی۔

باری تعالیٰ کے لیے جہت کا اثبات

بعض کا کہنا ہے کہ اللہ کی کوئی جہت قرار نہیں دی جا سکتی، ان کا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو جہت کے ساتھ موصوف کیا جائے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کا جسم لازم آئے گا اور سب جسم تو باہم ایک جیسے ہیں، اس سے تمثیل لازم آئے گی، لہٰذا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی جہت کا انکار کر دیا۔

ہم کہتے ہیں جہت کی نفی سے تو اللہ تعالیٰ کی نفی لازم آتی ہے، کیوں کہ ہم سوائے عدم کے اور کسی ایسی چیز سے واقف نہیں، جو نہ کائنات کے اوپر ہو، نہ نیچے، نہ دائیں ہو، نہ بائیں، نہ آگے ہو، نہ پیچھے، نہ متصل ہو، نہ منفصل۔ اس لیے بعض علما کا کہنا ہے کہ ہمیں کہا جائے اللہ تعالیٰ کو عدم سے موصوف کرو، تو عدم کے لیے جہت کی نفی سے زیادہ موزوں الفاظ نہیں ملیں گے۔

باقی یہ اعتراض کہ جہت کے اثبات سے تجسیم لازم آئے گی، تو یہ باطل ہے، کیونکہ یہ اعتراض تب ہو، جب ہم خالق اور مخلوق کی صفات میں مماثلت و مشابہت ثابت کریں۔

ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو ایسے ثابت کرتے ہیں، جیسے اس کی عظمت اور شان کے لائق ہے، ان کی کیفیت بیان نہیں کرتے اور نہ ہی مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔

کیا جسم سے آپ کی مراد وہ چیز ہے، جو مختلف چیزوں سے مل کر وجود میں آتی ہے، ان اجزا کے ملنے کے بغیر وہ چیز قائم نہیں رہ سکتی، تو اسے ہم بھی ثابت نہیں کرتے، جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صفت علو کے اثبات سے تجسیم لازم آتی ہے، تو اس کا یہ دعویٰ باطل ہے۔

یہ دراصل سلف صالحین پر بے اعتمادی کا نتیجہ ہے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عرش پر مانتے تھے، سلف پر بالواسطہ یا بلا واسطہ اعتراض کرنے والے حق پر نہیں ہو سکتے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان صفات باکمال سے متصف ہے۔

یاد رہے یہ دعویٰ کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ثابت نہیں، سراسر باطل دعویٰ ہے۔

عقیدۂ اہل سنت والجماعت

اہل سنت والجماعت کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، اس پر وہ قرآن کریم، سنت رسول، اجماع امت، عقل اور فطرت سے دلائل رکھتے ہیں۔ ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ علو صفت کمال ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے اسے ثابت کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمام صفات کمال سے متصف ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں: تین ہی صورتیں ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اوپر ہوگا یا نیچے ہوگا یا برابر ہوگا، نیچے اور برابر ہونا تو ممتنع ہے، کیوں کہ نیچے ہونے میں معنوی نقص ہے اور برابر ہونے سے مخلوق کے ساتھ مشابہت و مماثلت لازم آئے گی، اب صرف علو باقی رہ گیا، جو کہ صفت کمال ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو صفت علو سے متصف کر دیا۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے اوپر اپنے عرش پر بلند ہے۔ اللہ کا عرش آسمانوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سمع وبصر، علم وقدرت ہر چیز کو محیط ہے۔

اللہ کہاں ہے؟

اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ اللہ اپنے عرش پر بلند ہے۔ اس پر قرآن، حدیث، اجماع اور فطرت دال ہیں۔

علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں:

''اگر آپ احادیث رسول اور کلام سلف کو سنتے ہیں، تو اس میں اللہ تعالیٰ کے (عرش پر) بلند ہونے کے بے شمار ثبوت ملیں گے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اللہ نے جب مخلوق پیدا کی تھی، تو اسے اپنی ذات کے اندر پیدا نہیں کیا تھا، اللہ اس سے منزہ ومبرا ہے، کیونکہ وہ اکیلا و بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے، لہٰذا یہ بات طے ہے کہ اللہ نے مخلوق کو اپنی ذات سے خارج پیدا کیا ہے، اللہ قائم بالذات اور کائنات سے جدا ہے۔ اس صفت کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی بلندی سے موصوف نہ ہو، تو معاملہ بالکل اس کے برعکس ہوگا (یعنی لازم آئے گا کہ وہ مخلوق سے جدا نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے اپنی مخلوق سے بلند اور اوپر ہونے کے تقریباً بیس قسم کے مختلف ومحکم دلائل ہیں:

① قرآن میں اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کا بیان ہے اور اس کے لیے کلمہ بھی وہ استعمال کیا گیا ہے، جو بلندی پر دلالت کرتا ہے، جیسے مِنْ (جانب) ہے، فرمایا:

﴿يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِّن فَوْقِهِمْ﴾ (النّحل: 50)

''وہ اپنے اوپر والے رب سے ڈرتے ہیں۔''

② ایسے کلمہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کا ذکر، جیسے فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ (الأنعام: 18، 61)

''اور وہ اپنے بندوں کے اوپر حاکم ہے۔''

③ اللہ تعالیٰ کی طرف (فرشتوں کے) چڑھنے کی صراحت، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ (المعارج: 4)

''فرشتے اور روح الامین (جبریل) اس کی طرف چڑھتے ہیں۔''

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ ......».

''وہ فرشتے (آسمان کی طرف) چڑھتے ہیں، جنھوں نے تمھارے اندر رات گزاری ہوتی ہے، پھر اللہ ان سے پوچھتا ہے......۔''

(صحيح البخاري: 7429، صحيح مسلم: 623)

④ اس کی طرف (اعمال کے) چڑھنے کی صراحت، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ (فاطر: 10)

''اسی کی طرف اچھے کلمات چڑھتے ہیں۔''

⑤ اپنی کسی مخلوق کو اپنی طرف اٹھانے کی صراحت، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ (النساء: 158)

"بلکہ انھیں (عیسیٰ علیہ السلام کو) اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔"

نیز فرمایا: ﴿اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ (آل عمران: 55)

"بیشک میں آپ کو پورا پورا لینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔"

6 مطلق طور پر بلندی کا تذکرہ، جوذات، قدر، شرف، وغیرہ تمام مراتب بلندی پر دلالت کرتی ہے، فرمایا:

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (البقرۃ: 255) "وہ بلند اور عظیم ہے۔"

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝﴾ (سبا: 23) "وہ بلند اور بڑا ہے۔"

﴿اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝﴾ (الشوریٰ: 51) "وہ بلند اور حکمت والا ہے۔"

7 اس کی طرف سے کتاب (اوپر سے) نازل ہونے کی صراحت، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝﴾ (غافر: 2) "کتاب کا نازل کیا جانا اللہ عزیز وعلیم کی طرف سے ہے۔"، ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝﴾ (الزمر: 1) "کتاب کا نازل کیا جانا اللہ عزیز وحکیم کی طرف سے ہے۔"، ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ (فصلت: 2) "کتاب کا نزول رحمٰن ورحیم ذات کی طرف سے ہے۔"، ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝﴾ (فصلت: 42) "کتاب کا نزول حکیم وحمید ذات کی طرف سے ہے۔"، ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ (النحل: 102) "کہہ دیجیے کہ یہ روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کی ہے۔"، ﴿حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا

مُنْذِرِيْنَ ○ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ○ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ○﴾ (الدخان:1-5) ''حٰم، کتابِ مبین کی قسم! ہم نے اسے مبارک رات میں نازل کیا، بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ ہماری طرف سے حکم ہے، بے شک ہم بھیجنے والے ہیں۔''

8 یہ صراحت کہ وہ بعض مخلوقات کو اپنے قرب سے خاص کرتا ہے اور یہ صراحت کہ بعض مخلوقات دوسری مخلوقات کی نسبت اس کے زیادہ قریب ہیں، فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ﴾ (الأعراف:206) ''بلاشبہ وہ مخلوق، جو تیرے رب کے ہاں ہیں، عبادتِ الٰہی سے تکبر نہیں کرتی۔''، ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ﴾ (الأنبياء: 19) ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اسی کا ہے اور جو مخلوق اللہ کے پاس ہے، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتی۔''

اسی طرح نبی ﷺ نے اس کتاب کے بارے فرمایا، جو اللہ نے اپنے لیے لکھی ہے:

إِنَّهُ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ. ''وہ عرش کے اوپر اس (اللہ تعالیٰ) کے پاس ہے۔''

(صحيح البخاري:7553، صحيح مسلم:2751)

9 اس بات کی تصریح کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے، اہل سنت مفسرین کے ہاں اس کی دو تفسیریں ہیں، اس سلسلہ میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پہلی تفسیر یہ کہ کلمہ فِي (میں) عَلٰی (اوپر) کے معنی میں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے)، دوسری تفسیر یہ ہے کہ کلمہ اَلسَّمَاءُ (آسمان) اَلْعُلُوُّ (بلندی) کے معنی میں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ بلندی میں ہے)، اسے کسی اور معنی پر محمول کرنا جائز نہیں۔

10 کلمہ عَلٰی (اوپر) کے ساتھ ملا کر خاص عرش پر مستوی ہونے کی تصریح، جو کہ سب مخلوقات سے بلند مخلوق ہے۔

11 اللہ کی طرف (اوپر کو) ہاتھ اٹھانے کی تصریح، فرمانِ نبوی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا.

''جب بندہ اللہ کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیتا ہے، تو اللہ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھ خالی لوٹا دے۔''

(مسند البزار: 2510، المعجم الكبير للطبراني: 6130، المستدرك للحاكم: 535/1، صحيحٌ، وصححه ابن حبان (-88)، والحاكم ووافقه الذهبي)

12 تصریح کہ ہر رات اللہ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں۔ تمام لوگوں کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ نزول اوپر سے نیچے کی طرف ہوتا ہے۔

13 نبی اکرم ﷺ کا اللہ کی طرف اشارہ فرمانا، جو اپنے ربّ کی ذات وصفات کو سب انسانوں سے بڑھ کر جانتے تھے۔ آپ ﷺ نے سب سے بڑے اجتماع ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر اور بڑے دن (حجۃ الوداع والے دن) اور عظیم جگہ (میدانِ عرفات) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: «أَنْتُمْ مَسْئُولُونَ عَنِّي، فَمَاذَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟» ''تمھیں میرے متعلق پوچھا جائے گا، تو تمھارا کیا جواب ہوگا؟'' صحابہ نے جواب دیا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے دین کی تبلیغ کر دی ہے، اسے پہنچا دیا ہے اور خیر خواہی کر دی ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا، اے اللہ! گواہ ہو جا!'' (صحيح مسلم: 1218)

14 نبی اکرم ﷺ، جو سب سے بڑھ کر اللہ کو جانتے تھے، اپنی امت کے لیے سب

سے بڑھ کر خیر خواہ تھے اور صحیح معنی بیان کرنے میں سب سے زیادہ فصیح تھے، ان کا کئی مرتبہ یہ سوال کرنا کہ أَيْنَ اللّٰهُ؟ (اللہ کہاں ہے؟)

15 آپ ﷺ کا اللہ کو آسمانوں کے اوپر ماننے والے کے حق میں یہ گواہی دینا کہ وہ مومن ہے۔ (صحيح مسلم: 537)

16 قرآن میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے، تو فرعون نے آسمان کی طرف چڑھنے کا ارادہ کیا تھا تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ پر جھانکے، پھر ان کو جھوٹا ثابت کرے کہ وہاں کچھ نہیں ہے (معاذ اللہ!)

چنانچہ اس نے کہا تھا:

﴿يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾ (المؤمن: 36)

''ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا، تاکہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ جاؤں، پھر میں موسیٰ کے الٰہ کی طرف جھانکوں اور بے شک میں تو اسے جھوٹا خیال کرتا ہوں۔''

17 آپ ﷺ معراج والی رات بار بار موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے پاس جاتے رہے، اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے، پھر نیچے موسیٰ علیہ السلام کی طرف آتے۔

(صحيح البخاري: 3207، صحيح مسلم: 162)

18 کتاب وسنت میں جنتی لوگوں کے لیے اللہ کے دیدار کا ثبوت موجود ہے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ جنتی اللہ تعالیٰ کو اس طرح دیکھیں گے، جیسے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں، جبکہ اس کے آگے کوئی بادل نہ ہو، واضح بات ہے کہ وہ اوپر کو ہی

دیکھیں گے۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيمِهِمْ، إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُورٌ، فَرَفَعُوا رُؤُوسَهُمْ، فَإِذَا الْجَبَّارُ جَلَّ جَلَالُهُ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ، وَقَالَ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! سَلَامٌ عَلَيْكُمْ، ثُمَّ قَرَأَ قَوْلَهُ تَعَالٰى: ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۝﴾ (یٰسٓ: 58)، ثُمَّ يَتَوَارٰى عَنْهُمْ وَتَبْقٰى رَحْمَتُهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْهِمْ فِي دِيَارِهِمْ».

''جنتی اپنی نعمتوں میں ہوں گے کہ اچانک ان کے لیے ایک نور چمکے گا، اپنے سر اٹھائیں گے، اللہ جل جلالہ ان کے اوپر سے ان پر جھانک رہا ہو گا اور فرمائے گا: اہل جنت! آپ پر سلامتی ہو، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۝﴾ (یٰسٓ: 58) ''انھیں نہایت مہربان رب کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔'' پھر اللہ تعالیٰ ان سے چھپ جائے گا، لیکن اس کی رحمت و برکت ان کے گھروں میں باقی رہے گی۔''

(سنن ابن ماجه: 184، مسند البزّار: 2253، وسندهٗ ضعيفٌ، فيه الفضل بن عيسٰى الرقّاشي، وهو منكر الحديث كما في التقريب: 5413، ولم نجده في مسند الإمام أحمد)

اللہ تعالیٰ کی صفت فوقیت (اوپر ہونا) کا انکار تب ہی ہو سکتا ہے، جب (جنت میں) رؤیت باری تعالیٰ کا انکار کیا جائے۔ اسی لیے جہمیہ نے ان دونوں صفات کا انکار کیا ہے، جبکہ اہل سنت نے دونوں کا اقرار اور دونوں کی تصدیق کی ہے۔ جس نے رؤیت کی نفی اور علو کا انکار کیا ہے، وہ مذبذب ہو گیا ہے، نہ ادھر کا رہا، نہ ادھر کا۔

(باری تعالیٰ کے سب مخلوقات سے بلند ہونے کے) دلائل کی (بیس) اقسام ہیں۔ اگر ان کو پھیلایا جائے، تو یہ تقریباً ہزار دلیل بن جائے گی اور تاویل کرنے والے کو ہر ایک کا جواب دینا ہوگا، لیکن ان میں سے کچھ کا بھی جواب دینا اس کے بس کی بات نہیں۔'' (شرح العقيدة الطّحاوية، ص284-288)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) لکھتے ہیں:

قُلْتُ: مَقَالَةُ السَّلَفِ وَأَئِمَّةِ السُّنَّةِ، بَلْ وَالصَّحَابَةِ وَاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَالْمُؤْمِنِينَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِي السَّمَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ عَلَى الْعَرْشِ، وَإِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ، وَإِنَّهٗ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَحُجَّتُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ النُّصُوصُ وَالْآثَارُ، وَمَقَالَةُ الْجَهْمِيَّةِ: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ فِي جَمِيعِ الْأَمْكِنَةِ، تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ قَوْلِهِمْ، بَلْ هُوَ مَعَنَا أَيْنَمَا كُنَّا بِعِلْمِهٖ، وَمَقَالَةُ مُتَأَخِّرِي الْمُتَكَلِّمِينَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيْسَ فِي السَّمَاءِ وَلَا عَلَى الْعَرْشِ وَلَا فِي الْأَرْضِ، وَلَا دَاخِلَ الْعَالَمِ، وَلَا خَارِجَ الْعَالَمِ، وَلَا هُوَ بَائِنٌ عَنْ خَلْقِهٖ، وَلَا مُتَّصِلٌ بِهِمْ، وَقَالُوا: جَمِيعُ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ صِفَاتُ الْأَجْسَامِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى مُنَزَّهٌ عَنِ الْجِسْمِ، قَالَ لَهُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْأَثَرِ: نَحْنُ لَا نَخُوضُ فِي ذٰلِكَ، وَنَقُولُ مَا ذَكَرْنَاهُ اتِّبَاعًا لِّلنُّصُوصِ ...... فَإِنَّ هٰذِهِ السُّلُوبَ نُعُوتُ الْمَعْدُومِ، تَعَالَى اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ عَنِ الْعَدَمِ، بَلْ هُوَ مَوْجُودٌ مُّتَمَيِّزٌ عَنْ خَلْقِهٖ مَوْصُوفٌ بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ مِنْ أَنَّهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ بِلَا كَيْفٍ.

''میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین اور ائمہ سنت، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور تمام مؤمنوں کا کہنا ہے کہ اللہ بلندی میں اپنے عرش پر اور آسمانوں کے اوپر ہے، وہ آسمانِ دنیا کی طرف نزول بھی فرماتا ہے، ان کی اس بارے میں دلیل (قرآنی) نصوص اور (حدیثی) آثار ہیں۔ جہمیہ کا کہنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ ہے، ان کے اس قول سے اللہ بہت بلند ہے، دراصل ہم جہاں بھی ہوتے ہیں، وہ ہمارے ساتھ اپنے علم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ متاخرین متکلمین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ آسمان کے اوپر ہے، نہ عرش پر، نہ زمین میں، نہ کائنات میں داخل، نہ کائنات سے خارج، نہ اپنی مخلوق سے جدا اور نہ مخلوق سے متصل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ تمام صفات ایک جسم کی ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم سے منزہ ہے۔ اہل سنت والاثر (والجماعت) نے ان سے کہا ہے کہ ہم اس بارے میں زیادہ گہرائی میں نہیں جاتے اور جو ہم بیان کر چکے ہیں، نصوص کی اتباع میں ہمارا وہی قول ہے ...... یہ تو کوئی وجود نہ رکھنے والی چیز کا انداز ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ عدم سے بہت بلند ہے۔ وہ تو موجود اور اپنی مخلوق سے ممتاز ہے۔ ان تمام صفات سے موصوف ہے، جن سے اس نے خود کو موصوف کیا ہے، یعنی وہ بلا کیف عرش کے اوپر ہے۔''

(مختصر العلوّ، ص146-147)

علو پر دلالت کرنے والی احادیث

یہاں اختصار کے ساتھ وہ احادیث صحیحہ ذکر کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلند ہونے کی واضح طور پر دلالت کرتی ہیں:

حدیث نمبر: 1

سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَىٰ غَنَمًا لِّي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَانِيَّةِ، فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ عَنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ: ائْتِنِي بِهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ لَهَا: أَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ: أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

’’میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوانیہ مقام کی طرف میری بکریاں چراتی

تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ریوڑ سے ایک بکری لے گیا، میں آدم زاد تھا، سو مجھے بھی افسوس ہوا، جیسے دوسروں کو ہوتا ہے۔ میں نے اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اسے گراں سمجھا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! اسے آزاد نہ کر دوں؟ فرمایا: اسے میرے پاس لائیں، میں اسے لے آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ بولی: آسمانوں کے اوپر، فرمایا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: اسے آزاد کر دیں، یہ مؤمنہ ہے۔" (صحیح مسلم: 537)

یہ حدیث نص صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (324ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى عَرْشِهٖ فَوْقَ السَّمَاءِ.

"یہ حدیث دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے۔"

(الإبانة في أصول الدّيانة، ص 109)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

مَعَانِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَاضِحَةٌ يَّسْتَغْنِي عَنِ الْكَلَامِ فِيهَا، وَأَمَّا قَوْلُهٗ: أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَقَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، فَعَلٰى هٰذَا أَهْلُ الْحَقِّ.

"اس حدیث کا مفہوم واضح ہے، جس پر مزید کلام کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ رہا رسول اللہ ﷺ کا سوال کہ اللہ کہاں ہے؟ اور لونڈی کا جواب کہ آسمانوں کے اوپر ہے، اہل حق کا یہی عقیدہ ہے۔"

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد: 80/22)

نیز لکھتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ لِلْجَارِيَةِ: أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَعَلٰى ذٰلِكَ جَمَاعَةُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُمْ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَرُوَاتُهُ الْمُتَفَقِّهُونَ فِيهِ وَسَائِرُ نَقَلَتِهِ، كُلُّهُمْ يَقُولُ مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهِ: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○﴾ (طٰه: 5)، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ وَعِلْمَهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ.

”اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا لونڈی سے کہنا کہ اللہ کہاں ہے؟ اسی پر اہل سنت والجماعت ہیں، جو کہ اہل حدیث، حدیث میں فقہ رکھنے والے رواۃ اور تمام ناقلین ہیں۔ وہ صرف وہی بات کہتے ہیں، جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○﴾ (طٰه: 5) اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔“ (الاستذکار: 337/7)

امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (280ھ) لکھتے ہیں:

فِي حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ، فَلَيْسَ بِمُؤْمِنٍ، وَلَوْ كَانَ عَبْدًا، فَأُعْتِقَ لَمْ يُجْزِ فِي رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ، إِذْ لَا يَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، أَلَا تَرٰى أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ أَمَارَةَ إِيمَانِهَا مَعْرِفَتَهَا أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، وَفِي قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكْذِيبٌ لِّقَوْلِ مَنْ يَّقُولُ: هُوَ فِي

طرح ہوتی، جس طرح یہ گمراہ لوگ دعوی کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ اس لونڈی کی بات کو غلط قرار دیتے اور اسے تعلیم دیتے، لیکن اس نے اس حقیقت کو جان لیا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی تصدیق کی اور اس وجہ سے آپ نے اس کے ایمان کی گواہی بھی دی۔ اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں کی طرح زمین میں بھی ہوتا، تو لونڈی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہونا تھا، جب تک وہ اس کے زمین میں ہونے کا بھی اقرار نہ کر لیتی، جیسا کہ اس نے اسے آسمانوں پر مانا تھا۔'' (الرّد علی الجهمية، ص46-47)

نیز لکھتے ہیں:

قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهَا لَوْ لَمْ تُؤْمِنْ بِأَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ لَمْ تَكُنْ مُؤْمِنَةً، وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ إِلَّا مَنْ يَحُدُّ اللّٰهَ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ.

''رسول اللہ ﷺ کا اسے مؤمنہ قرار دینا دلیل ہے کہ اگر وہ اللہ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم نہ کرتی، تو وہ مؤمنہ نہ ہوتی، نیز یہ کہ مومن گردن کی آزادی میں وہی غلام یا لونڈی کام دے سکے گی، جو اللہ و رسول کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم کرے۔''

(نقض الإمام الدّارمي على بشر المريسي:1/226)

مزید لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيُ كُلُّهَا تُنَبِّئُكَ عَنِ اللّٰهِ أَنَّهُ فِي مَوْضِعٍ، وَأَنَّهُ عَلَى السَّمَاءِ

طرح ہوتی، جس طرح یہ گمراہ لوگ دعوی کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ اس لونڈی کی بات کو غلط قرار دیتے اور اسے تعلیم دیتے، لیکن اس نے اس حقیقت کو جان لیا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی تصدیق کی اور اس وجہ سے آپ نے اس کے ایمان کی گواہی بھی دی۔ اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں کی طرح زمین میں بھی ہوتا، تو لونڈی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہونا تھا، جب تک وہ اس کے زمین میں ہونے کا بھی اقرار نہ کر لیتی، جیسا کہ اس نے اسے آسمانوں پر مانا تھا۔'' (الرّد على الجهمية، ص46-47)

نیز لکھتے ہیں:

قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهَا لَوْ لَمْ تُؤْمِنْ بِأَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ لَمْ تَكُنْ مُؤْمِنَةً، وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ إِلَّا مَنْ يَحُدُّ اللّٰهَ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ.

''رسول اللہ ﷺ کا اسے مؤمنہ قرار دینا دلیل ہے کہ اگر وہ اللہ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم نہ کرتی، تو وہ مؤمنہ نہ ہوتی، نیز یہ کہ مومن گردن کی آزادی میں وہی غلام یا لونڈی کام دے سکے گی، جو اللہ ورسول کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم کرے۔''

(نقض الإمام الدّارمي على بشر المريسي:226/1)

مزید لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيُ كُلُّهَا تُنَبِّئُكَ عَنِ اللّٰهِ أَنَّهُ فِي مَوْضِعٍ، وَأَنَّهُ عَلَى السَّمَاءِ

دُونَ الْأَرْضِ، وَأَنَّهُ عَلَى الْعَرْشِ دُونَ مَا سِوَاهُ مِنَ الْمَوَاضِعِ، قَدْ عَرَفَ ذٰلِكَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَآمَنَ بِهٖ وَصَدَّقَ اللّٰهَ بِمَا فِيهِ، فَلِمَ تَحْكُمُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى أَيُّهَا الْعَبْدُ الضَّعِيفُ بِمَا هُوَ مُكَذِّبُكَ فِي كِتَابِهٖ، وَيُكَذِّبُكَ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَوَ لَمْ يَبْلُغْكَ حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِلْأَمَةِ السَّوْدَآءِ: أَيْنَ اللّٰهُ؟ فَقَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، فَهٰذَا يُنَبِّئُكَ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ، فَكَيْفَ تَتْرُكُ مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُولُهُ وَتَخْتَارُ عَلَيْهِمَا فِي ذٰلِكَ قَوْلَ بِشْرٍ وَالثَّلْجِيِّ وَنُظَرَائِهِمَا مِنَ الْجَهْمِيَّةِ.

”یہ تمام آیات اللہ کے متعلق آپ کو آگاہ کرتی ہیں کہ وہ ایک جگہ میں ہے اور وہ جگہ آسمانوں کے اوپر ہے، نہ کہ زمین پر، نیز وہ عرش پر ہے، نہ کہ کسی اور جگہ پر۔ یہ بات ہر اس شخص کو معلوم ہو جاتی ہے، جو قرآن پڑھتا ہے، اس پر ایمان لاتا ہے اور اس میں موجود اللہ کے جملہ فرامین کی تصدیق کرتا ہے۔ اے کمزور انسان! تو اللہ پر وہ حکم کیسے لگاتا ہے، جسے اللہ اپنی کتاب میں اور اس کا رسول اپنے فرامین میں غلط قرار دیتا ہے یا آپ کو وہ حدیث نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہ فام باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ کہا: آسمانوں کے اوپر۔ فرمایا: اسے آزاد کر دیں، یہ مومنہ ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے، زمین میں نہیں۔ تو آپ کیونکر بشر اور ثلجی جیسے

جہمیوں کی باتیں راجح قرار دیتے ہو، اللہ اور رسول ﷺ کو چھوڑ کر۔"

(النّقض على بشر المريسي:1/145-146)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) لکھتے ہیں:

هٰكَذَا رَأَيْنَا فِي كُلِّ مَنْ يُسْأَلُ: أَيْنَ اللّٰهُ؟ يُبَادِرُ بِفِطْرَتِهٖ وَيَقُولُ: فِي السَّمَاءِ، فِي الْخَبَرِ مَسْأَلَتَانِ: إِحْدَاهُمَا: شَرْعِيَّةُ قَوْلِ الْمُسْلِمِ: أَيْنَ اللّٰهُ؟ وَثَانِيهِمَا: قَوْلُ الْمَسْئُولِ: فِي السَّمَاءِ، فَمَنْ أَنْكَرَ هَاتَيْنِ الْمَسْأَلَتَيْنِ، فَإِنَّمَا يُنْكِرُ عَلَى الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

"جس سے بھی پوچھا جائے کہ اللہ کہاں ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی فطرت کے مطابق یہی کہے گا کہ آسمانوں میں ہے۔ اس حدیث میں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان کے لیے یہ پوچھنا مشروع ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ دوسرا یہ کہ جس سے سوال کیا جائے، اس کا یہ کہنا بھی مشروع ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ ان دو باتوں کا انکاری مصطفیٰ ﷺ کی بات کا انکاری ہے۔"

(العلوّ، ص 26)

علامہ عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ (600ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ أَجْهَلُ جَهْلًا، وَأَسْخَفُ عَقْلًا، وَأَضَلُّ سَبِيلًا مِمَّنْ يَقُولُ: إِنَّهُ لَايَجُوزُ أَنْ يُقَالَ: أَيْنَ اللّٰهُ، بَعْدَ تَصْرِيحِ صَاحِبِ الشَّرِيعَةِ بِقَوْلِهٖ: أَيْنَ اللّٰهُ؟.

"اس سے بڑا جاہل اور کم عقل کون ہوسکتا ہے، جو صاحب شریعت (محمد رسول اللہ ﷺ) کی واضح صراحت کے بعد بھی کہے کہ أَيْنَ اللّٰهُ "اللہ کہاں ہے؟"

کہنا جائز نہیں؟'' (الاقتصاد في الإعتقاد، ص 89)

بعض اس واضح نص کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہاں سوال اللہ کے مکان کا نہیں، بلکہ اس باندی کے دل میں رب تعالیٰ کی عظمت اور علو مرتبت کا ہے اور اس کے جواب کا بھی یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے، بلکہ مراد علو مرتبت ہے۔

بعض اس حدیث کی یوں تحریف کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے باندی سے پوچھا کہ کیا تو اللہ کو خالق، مدبر اور فعّال سمجھتی ہے؟ ...... وغیرہ

قرآن، حدیث اور سلف صالحین کے روشن فہم اور فطرت سلیمہ کے ہوتے ہوئے ان تاویلات کی کوئی ضرورت نہیں۔ حق وہی ہے، جسے سلف نے اختیار کیا، کیونکہ وہ سب سے زیادہ قرآن اور حدیث کی نصوص کو سمجھنے والے تھے۔ ائمہ محدثین نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلند ہونے کی دلیل لی ہے۔

حدیث نمبر: 2

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ.

''رات اور دن کے فرشتے تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ فجر اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں، پھر رات کو تمہارے ساتھ رہنے والے

فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں، اللہ ان سے پوچھتا ہے، گو کہ وہ ان سے بہتر جانتا ہوتا ہے، میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ آئے؟ عرض کرتے ہیں: ہم ان کے پاس گئے تھے، تو وہ نماز میں مشغول تھے اور جب ان کو چھوڑ کر آئے ہیں، تب بھی نماز ادا کر رہے تھے۔''

(صحيح البخاري:7429، صحيح مسلم:632)

امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (311ھ) لکھتے ہیں:

فِي الْخَبَرِ مَا بَانَ وَثَبَتَ وَصَحَّ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ، وَأَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَصْعَدُ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا، لَا كَمَا زَعَمَتِ الْجَهْمِيَّةُ الْمُعَطِّلَةُ أَنَّ اللّٰهَ فِي الدُّنْيَا كَهُوَ فِي السَّمَاءِ وَلَوْ كَانَ كَمَا زَعَمَتْ لَتَقَدَّمَتِ الْمَلَائِكَةُ إِلَى اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا، أَوْ نَزَلَتْ إِلٰى أَسْفَلِ الْأَرَضِينَ إِلٰى خَالِقِهِمْ، عَلَى الْجَهْمِيَّةِ لَعَائِنُ اللّٰهِ الْمُتَتَابِعَةُ.

''یہ حدیث وضاحت کر رہی ہے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے اور فرشتے دنیا سے اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ آسمانوں کی طرح زمین میں بھی ہے۔ اگر حقیقت ایسے ہی ہوتی، جیسے جہمیہ کہتے ہیں، تو فرشتے زمین میں اللہ کے پاس جاتے یا زمین میں اترتے (اوپر نہ چڑھتے)۔ جہمیہ پر اللہ تعالیٰ کی لگا تار لعنتیں ہوں!'' (كتاب التوحيد:892/2)

حدیث نمبر: 3

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَانُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ».

''رحمٰن انھی پر رحم کرتا ہے، جو رحم کرتے ہیں۔ آپ اہل زمین پر رحم کرو، وہ آپ پر رحم کرے گا، جو آسمان میں ہے۔''

(مسند الحميدي: 591، مسند الإمام أحمد: 160/2، سنن أبي داود: 4941، سنن الترمذي: 1924، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (159/4) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ اس کا راوی ابو قابوس ''حسن الحدیث'' ہے، امام ترمذی اور امام ابن حبان رحمہ اللہ وغیرہما نے اس کی توثیق کر رکھی ہے۔

حدیث نمبر: 4

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے روز خطبہ (حجۃ الوداع) میں فرمایا:

«أَنْتُمْ تَسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ: اللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اللّٰهُمَّ اشْهَدْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ».

''جب آپ سے میرے پوچھا جائے، تو کیا جواب دو گے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے (دین) پہنچا دیا، (اللہ کی اس امانت کو بخوبی) ادا کیا اور ہماری خیر خواہی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی، لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور تین دفعہ فرمایا: اللہ! گواہ ہو جا،

اللہ! گواہ ہو جا، اللہ! گواہ ہو جا۔“(صحیح مسلم: 1218)

شیخ الاسلام، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

لَوْ لَمْ يَكُنْ قَدْ عَرَفَ الْمُسْلِمُونَ وَتَيَقَّنُوا مَا أُرْسِلَ بِهٖ وَحَصَلَ لَهُمْ مِنْهُ الْعِلْمُ الْيَقِينُ لَمْ يَكُنْ قَدْ حَصَلَ مِنْهُ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ وَلَمَا رَفَعَ اللّٰهُ عَنْهُ اللَّوْمَ وَلَمَا شَهِدَ لَهٗ أَعْقَلُ الْأُمَّةِ بِأَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ وَبَيَّنَ، وَغَايَةُ مَا عِنْدَ النُّفَاةِ أَنَّهٗ بَلَغَهُمْ أَلْفَاظًا لَّا تُفِيدُهُمْ عِلْمًا وَّلَا يَقِينًا وَّأَحَالَهُمْ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ وَالْيَقِينِ عَلٰى عُقُولِهِمْ وَنَظَرِهِمْ وَأَبْحَاثِهِمْ لَا عَلٰى مَا أُوحِيَ إِلَيْهِ وَهٰذَا مَعْلُومُ الْبُطْلَانِ بِالضَّرُورَةِ.

”اگر صحابہ نے علم یقینی کی حد تک رسول اللہ ﷺ سے دین حاصل نہ کیا ہوتا، تو بلاغ مبین کا حصول ممکن ہی نہیں تھا۔ نہ رسول اللہ ﷺ کا لوم اس سے دور ہوتا، نہ ہی امت کا سب سے زیادہ بالغ العقل طبقہ (صحابہ) اس بات کی گواہی دیتا کہ آپ ﷺ نے دین پہنچا دیا ہے۔ جو لوگ اللہ کو عرش پر نہیں مانتے، ان کی باتوں کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو ایسے الفاظ میں تبلیغ کی، جو انھیں علم کا فائدہ نہیں دے سکے، یقین ان سے حاصل نہیں ہو پایا۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو علم اور یقین کے حصول کے لیے وحی الٰہی کے بجائے اپنی عقلوں، نظریات اور مباحثوں پر اعتماد کرنے کو کہا۔ حالانکہ خاص و عام سبھی کو معلوم کہ یہ بات باطل محض ہے۔“

(الصّواعق المرسلة في الرد على الجهمية والمعطلة: 733/2)

حدیث نمبر: 5

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَّلَا يَصْعَدُ إِلَى اللّٰهِ إِلَّا الطَّيِّبُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فُلُوَّهُ، حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ.

''اپنی پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور صدقہ اگر آپ کرتے ہیں، تو اللہ اسے دائیں ہاتھ میں لے کر اس کی تربیت کرتا ہے، ایسے جیسے آپ گھوڑے کی تربیت کرتے ہیں، پھر وہ صدقہ پہاڑ کے جیسا ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ پاکیزہ مال کا صدقہ ہی اللہ کی طرف چڑھتا ہے۔'' (صحيح البخاري:7430، صحيح مسلم:1014)

حدیث نمبر: 6

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَلَا تَأْمَنُونِّي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ؟ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَّمساءً».

''آپ مجھے امین نہیں سمجھتے، حالانکہ میں اس ذات کا امین ہوں، جو آسمانوں کے اوپر ہے۔ میرے پاس صبح وشام آسمانوں کی خبر آتی ہے۔''

(صحيح البخاري:4351، صحيح مسلم:1064)

حدیث نمبر: 7

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّدْعُو امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهَا، فَتَأْبٰى عَلَيْهِ، إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا، حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا».

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو عورت اپنے خاوند کے بستر پر جانے سے انکار کردیتی ہے، اللہ جو آسمان پر ہے، اس سے ناراض رہتا ہے، جب تک کہ خاوند اس سے راضی نہ ہو جائے۔'' (صحیح مسلم:1436)

حدیث نمبر: 8

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطَرٌ، قَالَ: فَحَسَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهُ، حَتّٰى أَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ قَالَ: لِأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش نے ہمیں آ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بدن سے کپڑا اٹھایا، بارش کا پانی آپ کے جسم کو چھونے لگا، عرض کیا: اللہ کے رسول! ایسا کیوں؟ فرمایا: یہ بارش اللہ کے پاس سے ابھی ابھی آئی ہے۔''

(صحیح مسلم:898)

حدیث نمبر: 9

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا، قَالُوا:

اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، اخْرُجِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا حَتّٰى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، ادْخُلِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ، حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ».

''مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ نیک ہو، تو کہتے ہیں: اے پاک جان، جو پاک جسم میں تھی! نکل جا، تیرے لیے تعریف و ستائش ہے۔ خوشگوار وخوشبودار ہوا کے جھونکے اور راضی ومہربان رب کی خوشخبری ہے۔ اسے مسلسل یہی بات کہی جاتی ہے، تا آنکہ وہ جسم سے نکل جاتی ہے۔ پھر اسے آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے۔ آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پوچھا جاتا ہے: یہ کون ہے؟ فرشتے بتاتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے، کہا جاتا ہے: پاک جان جو پاک جسم میں تھی، خوش آمدید! آیئے، ستائش ہو۔ خوشگوار وخوشبودار ہوا اور مہربان ربّ کی خوشخبری آپ کے لیے۔ اسے مسلسل یہی کہا جاتا ہے، حتی کہ اس آسمان تک پہنچا دیا جائے، جس کے اوپر اللہ عزوجل کی ذات ہے۔''

(مسند الإمام أحمد:364/2، سنن ابن ماجه:4262، وسندهٗ حسنٌ)

حدیث نمبر: 10

عامر بن سعد رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

إِنَّ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَكَمَ عَلٰى بَنِي قُرَيْظَةَ أَنْ يُّقْتَلَ مِنْهُمْ كُلُّ مَنْ جَرَتْ عَلَيْهِ الْمُوسٰى، وَأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ وَذَرَارِيهِمْ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَقَدْ حَكَمَ الْيَوْمَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ الَّذِي حَكَمَ بِهٖ مِنْ فَوْقِ السَّمَاوَاتِ.

''سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ ان کا ہر بالغ مرد قتل کر دیا جائے اور مال واولاد کو (مسلمانوں میں) تقسیم کر دیا جائے۔ یہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سعد نے وہی فیصلہ کیا ہے، جو آسمانوں کے اوپر اللہ نے فیصلہ کیا ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي: 5906، فضائل الصّحابة للنّسائي: 119، المستدرك للحاكم: 124/2، الأسماء والصّفات للبيهقي: 161/2-162، وسندهٗ حسنٌ)

حدیث نمبر: ⑪

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهٗ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ».

''اللہ سے مانگو، تو جنت الفردوس مانگو، یہ جنت کا وسط اور بلند ترین حصہ ہے۔ اس سے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔'' (صحيح البخاري: 7423)

امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (311ھ) لکھتے ہیں:

اَلْخَبَرُ يُصَرِّحُ أَنَّ عَرْشَ رَبِّنَا جَلَّ وَعَلَا فَوْقَ جَنَّتِهٖ، وَقَدْ أَعْلَمَنَا جَلَّ وَعَلَا أَنَّهٗ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ، فَخَالِقُنَا عَالٍ فَوْقَ عَرْشِهِ الَّذِي

هُوَ فَوْقَ جَنَّتِهِ.

''حدیث صراحت کرتی ہے کہ ہمارے رب کا عرش جنت الفردوس کے اوپر ہے۔ اللہ جل وعلا نے ہمیں بتایا کہ وہ اپنے عرش پر ہے، لہٰذا ہمارا خالق جنت الفردوس کے اوپر اپنے عرش پر بلند ہے۔'' (کتاب التّوحید، ص240)

حدیث نمبر: (12)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ أَتٰى أَخًا لَّهٗ يَزُورُهٗ فِي اللّٰهِ إِلَّا نَادَاهُ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ أَنْ طِبْتَ، وَطَابَتْ لَكَ الْجَنَّةُ، وَإِلَّا قَالَ اللّٰهُ فِي مَلَكُوتِ عَرْشِهِ: زَارَ فِيَّ وَعَلَيَّ قِرَاهُ، فَلَمْ أَرْضَ لَهٗ بِقِرًى دُونَ الْجَنَّةِ.

''مسلمان اللہ کے لیے اپنے بھائی کی زیارت کو جاتا ہے، تو ایک منادی آسمان سے ندا لگاتا ہے: خوش رہو اور آپ کو جنت مبارک ہو، اللہ عرش کے فرشتوں میں اعلان کرتے ہیں: اس نے میرے لیے زیارت کی، اب اس کی مہمان نوازی میرے ذمہ ہے، میری رضا ہے کہ اس کی مہمانی جنت ہی سے کروں، کسی اور چیز سے نہیں۔''

(مسند أبي يعلٰى:4140، مسند البزّار (كشف الأستار): 1918، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔ (التّرغيب والتّرهيب:239/3)

حدیث نمبر: (13)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، فَيَقُولُ: مَنْ يَّدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهٗ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِي، فَأُعْطِيَهٗ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِي، فَأَغْفِرَ لَهٗ؟»

''ہر رات جب آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، تو ہمارا رب آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: کون ہے، جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے، جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی دست گیری کروں؟ کون ہے، جو مجھ سے معافی مانگے اور میں اسے معاف کر دوں؟''

(صحيح البخاري: 1145، صحيح مسلم: 758)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَخْتَلِفْ أَهْلُ الْحَدِيثِ فِي صِحَّتِهٖ، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ، كَمَا قَالَتِ الْجَمَاعَةُ، وَهُوَ مِنْ حُجَّتِهِمْ عَلَى الْمُعْتَزِلَةِ.

''محدثین کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ اللہ ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پہ ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ معتزلہ کے خلاف اہل حدیث کی ایک دلیل یہ حدیث بھی ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد: 129/7)

نیز لکھتے ہیں:

هٰذَا أَشْهَرُ وَأَعْرَفُ عِنْدَ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ وَأَعْرَفُ مِنْ أَنْ يَّحْتَاجَ فِيهِ إِلٰى أَكْثَرَ مِنْ حِكَايَتِهٖ، لِأَنَّهُ اضْطِرَارٌ، لَمْ يُؤَنِّبْهُمْ عَلَيْهِ أَحَدٌ،

وَلَا أَنْكَرَهُ عَلَيْهِمْ مُسْلِمٌ.

”دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا، خواص وعوام کے ہاں مشہور ہے۔ اس کی شہرت محتاج بیان نہیں، اسے مانے بغیر چارہ ہی نہیں، اس پر کسی مسلمان نے اشتباہ کیا ہے، نہ اس کا انکار۔“

(التّمهيد لما في الموطّأ من المعاني والأسانيد:134/4)

حدیث نمبر: 14

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِلْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جِبْرِيلَ، كَأَنَّهُ يَسْتَشِيرُهُ فِي ذٰلِكَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ جِبْرِيلُ أَنْ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ، فَعَلَا بِهِ إِلَى الْجَبَّارِ، فَقَالَ، وَهُوَ مَكَانَهُ: يَا رَبِّ! خَفِّفْ عَنَّا، فَإِنَّ أُمَّتِي لَا تَسْتَطِيعُ هٰذَا.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کی طرف مشورہ طلب نگاہوں سے دیکھا، جبریل علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے، پھر جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اللہ کی طرف چڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں عرض کیا: اللہ! ہم پر تخفیف فرما، میری امت اس (پچاس نمازوں کے حکم کو بجا لانے کی) طاقت نہیں رکھے گی۔“(صحيح البخاري:7517)

حدیث نمبر: 15

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُمْ، وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ، حَتّٰى يَمْلَؤُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ، قَالَ: فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ؟.....»

"اللہ تعالیٰ کے معزز فرشتے زمین میں چلتے پھرتے اور ذکر کی مجالس تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی ذکر کی مجلس انھیں ملتی ہے، اس کے ساتھ بیٹھ رہتے ہیں۔ بعض انھیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، ان سے لے کر آسمانِ دنیا تک کا تمام خلا بھر جاتا ہے۔ جب وہ مجلس برخاست کرتے ہیں، تو فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اللہ جانتا ہے، لیکن پھر بھی ان سے سوال کرتا ہے کہ کہاں سے آئے ہو؟......" (صحیح مسلم:2669)

حدیث نمبر: 16

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ، فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، قَالَ: فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ، فَيَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، قَالَ: ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ، فَيَقُولُ: إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ، قَالَ: فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللّٰهَ

يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، قَالَ: فَيُبْغِضُونَهُ، ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ».

''اللہ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں، تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی اس سے محبت کریں۔ جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر وہ آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ فلاں سے محبت کرتے ہیں، آپ بھی اس سے محبت کریں، چنانچہ سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں بھی محبت رکھ دی جاتی ہے اور جب اللہ کسی بندے سے نفرت کرتے ہیں، تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں: میں فلاں آدمی سے نفرت کرتا ہوں، آپ بھی اس سے نفرت کریں۔ جبریل علیہ السلام بھی اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں، پھر وہ آسمان والوں میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ فلاں آدمی سے نفرت کرتے ہیں، آپ بھی اس سے نفرت کریں، چنانچہ وہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں بھی نفرت رکھ دی جاتی ہے۔''

(صحيح البخاري:3209، صحيح مسلم:2637، واللفظ لهٗ)

حدیث نمبر: 17

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''ایک انصاری صحابی کسی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک ستارہ (شہابِ ثاقب) ٹوٹا اور روشن ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: آپ جاہلیت میں اس طرح ستارے کے ٹوٹنے پر کیا کہتے تھے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہم تو کہتے تھے:

آج رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا فوت ہوا ہے، اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تارے کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں توڑے جاتے، بلکہ ہمارا ربّ کسی کا فیصلہ کرتا ہے، تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پھر ان کے پاس والے فرشتے تسبیح کرتے ہیں، کرتے کرتے بات آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے، پھر عرش کو اٹھانے والے فرشتوں سے آس پاس والے پوچھتے ہیں: رب نے کیا فرمایا؟ وہ انھیں فرمانِ الٰہی کی خبر دیتے ہیں، پھر دوسرے آسمان والے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، چلتے چلتے خبر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے، یہاں سے اس بات کو جن اڑا لیتے ہیں اور اپنے دوستوں تک پہنچاتے ہیں، جنوں کی اس جرأت کی بنا پر انھیں ستارے مارے جاتے ہیں۔ جو بات وہ بعینہٖ وہاں سے لے آئیں، وہ سچ ہوتی ہے، لیکن وہ اس میں ملاوٹ کرتے ہیں اور اپنی طرف سے باتیں اس میں داخل کر دیتے ہیں۔" (صحیح مسلم: 1229)

حدیث نمبر: 18

سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ.

"رسول اللہ ﷺ زوالِ شمس کے بعد اور ظہر سے پہلے چار رکعات سنت ادا کیا کرتے اور فرماتے: اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، مجھے

پسند ہے کہ اس گھڑی میرا نیک عمل اوپر جائے۔"

(مسند الإمام أحمد: 411/3، سنن التّرمذي: 478، وقال: حسنٌ غريبٌ، السّنن الكبرٰی للنّسائي:331، وسندهٗ حسنٌ)

حدیث نمبر: 19

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَمْ أَرَكَ تَصُومُ شَهْرًا مِّنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ: ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ.

"میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کسی مہینے میں ماہ شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے۔فرمایا: رجب اور رمضان کے درمیان یہ ایسا مہینہ ہے کہ لوگ اس سے غفلت کا شکار ہوتے ہیں، اس مہینے میں اعمال رب العالمین کی طرف بلند ہوتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اوپر جب جائیں، تو میں روزے سے ہوں۔" (سنن النسائي:2357، وسندهٗ حسنٌ)

حدیث نمبر: 20

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خَرَجَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ يَسْتَسْقِي، فَإِذَا هُوَ بِنَمْلَةٍ رَّافِعَةٍ بَعْضَ قَوَائِمِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: ارْجِعُوا، فَقَدِ اسْتُجِيبَ لَكُمْ مِّنْ أَجْلِ

شَأْنِ النَّمْلَةِ».

''ایک نبی (اپنی قوم کے ساتھ) اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے نکلے۔ اچانک انھوں نے دیکھا کہ ایک چیونٹی آسمانوں کی طرف اپنی کچھ ٹانگیں اٹھائے ہوئے (بارش کی دُعا کر رہی) ہے۔ نبی نے فرمایا: واپس لوٹ جائیں، کیونکہ چیونٹی کے عمل کی وجہ سے آپ کی دُعا قبول کر لی گئی ہے۔''

(سنن الدّارقطني: 1797، المستدرك على الصّحيحين للحاكم: 325/1، 326، وسندهٗ حسنٌ، واللّفظ لهٗ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

اس کے راوی محمد بن عون ''حسن الحدیث'' ہیں۔

1. امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَجُلٌ مَّعْرُوفٌ. ''یہ جانے پہچانے (محدث) ہیں۔''

(العِلَل ومعرفة الرّجال: 211/2)

2. امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انھیں ''الثقات'' (411/7) میں ذکر کیا ہے۔
3. امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کی سند کو ''صحیح'' قرار دے کر ان کی توثیق ضمنی کی ہے۔

محمد بن عون کے والد عون بن حکم بھی ''ثقہ'' ہیں۔

1. امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انھیں ''الثقات'' (281/7) میں ذکر کیا ہے۔
2. امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کی سند کو ''صحیح'' قرار دے کر ان کی توثیق ضمنی کی ہے۔

عون بن حکم رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے اور امام زہری رحمہ اللہ نے ابوسلمہ رحمہ اللہ سے

سماع کی تصریح کی ہے، لہٰذا سند ''صحیح متصل'' ہے۔

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (384-458ھ) لکھتے ہیں:

وَالْأَخْبَارُ فِي مِثْلِ هٰذَا كَثِيرَةٌ، وَفِيمَا كَتَبْنَا مِنَ الْآيَاتِ دَلَالَةٌ عَلٰى إِبْطَالِ قَوْلِ مَنْ زَعَمَ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ: إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى بِذَاتِهٖ فِي كُلِّ مَكَانٍ.

''اس (اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلند ہونے کے) بارے میں احادیث بے شمار ہیں، نیز جو آیات ہم نے لکھی ہیں، ان میں بھی جہمیہ کا ردّ ہے، جو دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ ہے۔'' (الاعتقاد، ص 118)

ثابت ہوا کہ اللہ اپنے عرش پر ہے، مخلوق سے جدا ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

حدیث نمبر 21

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ، يَسْتَحْيِي، إِذَا رَفَعَ الْعَبْدُ يَدَيْهِ، أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا، حَتّٰى يَضَعَ فِيهِمَا خَيْرًا».

''حیا اور کرم اللہ کی صفات ہیں، بندہ جب اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے، تو ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے میں اس کی حیا مانع ہو جاتی ہے اور وہ ان ہاتھوں کو خیر سے بھر دیتا ہے۔''

(أمالي المحاملي برواية ابن يحيى البيّع: 433، شرح السنّة للبغوي: 1385، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. ''یہ حدیث حسن غریب ہے۔''
یہاں دُعا میں ہاتھ آسمانوں کی طرف بلند کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے، جس سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ مخلوقات سے بلند ہے۔

حدیث نمبر 22

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«اِتَّقُوا دَعَوَاتِ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا تَصْعَدُ إِلَى السَّمَاءِ، كَأَنَّهَا شَرَارٌ».
''مظلوم کی بددعا سے بچیں، کیونکہ وہ آسمانوں کی طرف چنگاریوں کی طرح چڑھ جاتی ہے۔'' (المستدرك للحاكم: 29/1، وسندهٗ حسنٌ)
امام حاکم رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
قَدِ احْتَجَّ مُسْلِمٌ بِعَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، وَالْبَاقُونَ مِنْ رُّوَاةِ هٰذَا الْحَدِيثِ مُتَّفَقٌ عَلَى الْاِحْتِجَاجِ بِهِمْ.
''امام مسلم رحمہ اللہ نے عاصم بن کلیب کی حدیث سے دلیل لی ہے اور اس حدیث کے باقی راویوں کے حجت ہونے پر اتفاق ہے۔''

حدیث نمبر 23

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:
«أَنْتُمْ تَسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ

وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ».

’’(روزِ قیامت) آپ سے میری بابت پوچھا جائے گا، تو آپ کا جواب کیا ہو گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے (دین) پہنچا دیا، (اللہ کی اس امانت کو بخوبی) ادا کر دیا اور خیر خواہی فرمائی۔ آپ ﷺ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین دفعہ فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا، اے اللہ! گواہ ہو جا۔‘‘ (صحيح مسلم: 1218)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

يَجْمَعُ بَيْنَ الْإِشَارَةِ الْحِسِّيَّةِ الْمَرْئِيَّةِ وَالْعِبَارَةِ الْحِسِّيَّةِ الْمَسْمُوعَةِ.

’’نبی کریم ﷺ نے حس بصارت اور حس سماعت دونوں سے اشارہ کیا تھا۔‘‘

(بيان تلبيس الجهمية:2/442)

شیخ الاسلام ثانی، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِشَارَةُ إِلَيْهِ حِسًّا إِلَى الْعُلُوِّ كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ بِهٖ وَمَا يَجِبُ لَهٗ وَيَمْتَنِعُ عَلَيْهِ مِنْ أَفْرَاخِ الْجَهْمِيَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالْفَلَاسِفَةِ فِي أَعْظَمِ مَجْمَعٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ يَرْفَعُ أُصْبُعَهٗ إِلَى السَّمَاءِ، وَيَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، لِيَشْهَدَ الْجَمِيعُ أَنَّ الرَّبَّ الَّذِي أَرْسَلَهٗ وَدَعَا إِلَيْهِ وَاسْتَشْهَدَهٗ هُوَ الَّذِي فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ عَلٰى عَرْشِهٖ.

’’(اللہ کے مخلوق سے بلند ہونے کی ایک دلیل) بلندی کی طرف حسی اشارہ ہے، جیسا کہ جہمیہ، فلاسفہ اور معتزلہ کی نسبت اللہ کے بارے میں زیادہ بہتر جاننے والے، محمد ﷺ نے روئے زمین کے سب سے بڑے اجتماع میں انگلی

آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا: اللہ! گواہ ہو جا۔ آپ ﷺ نے یہ کام اس لیے کیا تھا کہ سب لوگ گواہ ہو جائیں کہ جس ربّ نے آپ کو مبعوث کیا ہے اور جس کی طرف آپ نے دعوت دی ہے اور جس کو آپ نے گواہ بنایا ہے، وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے۔'' (إعلام المؤقعين:302/2)

نیز فرماتے ہیں:

تَأَمَّلْ مَا فِي هٰذِهِ الْآيَاتِ مِنَ الرَّدِّ عَلٰى طَوَائِفِ الْمُعَطِّلِينَ وَالْمُشْرِكِينَ ...... وَقَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ يَتَضَمَّنُ إِبْطَالَ قَوْلِ الْمُعَطِّلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَيْسَ عَلَى الْعَرْشِ شَيْءٌ سِوَى الْعَدَمِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ مُسْتَوِيًا عَلٰى عَرْشِهٖ، وَلَا تُرْفَعُ إِلَيْهِ الْأَيْدِي، وَلَا يَصْعَدُ إِلَيْهِ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ، وَلَا رَفَعَ الْمَسِيحَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِلَيْهِ، وَلَا عُرِجَ بِرَسُولِهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ وَلَا تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ وَلَا يَنْزِلُ مِنْ عِنْدِهٖ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَلَا غَيْرُهُ، وَلَا يَنْزِلُ هُوَ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَلَا يَخَافُهُ عِبَادُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَلَا يَرَاهُ الْمُؤْمِنُونَ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ عِيَانًا بِأَبْصَارِهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ، وَلَا تَجُوزُ الْإِشَارَةُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ إِلٰى فَوْقٍ كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَعْظَمِ مَجَامِعِهٖ فِي حِجَّةِ الْوَدَاعِ وَجَعَلَ يَرْفَعُ إِصْبَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُبُهَا إِلَى النَّاسِ وَيَقُولُ: اللّٰهُمَّ اشْهَدْ.

''ان آیات پر غور کریں کہ کس طرح معطلہ اور مشرکین کے گروہوں کا ردّ کیا گیا ہے ...... اور فرمان باری تعالیٰ کہ اللہ عرش پر مستوی ہے، اس سے معطلہ اور جہمیہ کی تردید ہوتی ہے۔ راہ راست سے ہٹے ہوئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ عرش پر سوائے عدم کے کچھ نہیں، اللہ عرش پر مستوی نہیں، ہاتھوں کو بلند کرنا درست نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف پاکیزہ کلمات نہیں چڑھتے، عیسیٰ علیہ السلام بھی اوپر نہیں اٹھائے گئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج نہیں کرائی گئی، نہ ہی فرشتے اور روح القدس اوپر چڑھتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے نازل نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کے بندے یعنی فرشتے وغیرہ اپنے اوپر سے ربّ کا خوف نہیں رکھتے۔ مومن آخرت میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا اوپر کو دیدار نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اوپر کو اشارہ کرنا جائز نہیں، حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سب سے بڑے اجتماع میں انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا۔''

(إجتماع الجيوش الإسلامية:2/62)

مزید فرماتے ہیں:

شَهِدَ لَهُ أَعْقَلُ الْخَلْقِ وَأَفْضَلُهُمْ وَأَعْلَمُهُمْ بِأَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ، فَأَشْهَدَ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ فِي أَعْظَمِ مَجْمَعٍ وَّأَفْضَلِهِ، فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ بِعَرَفَاتٍ فِي حُجَّةِ الْوَدَاعِ: إِنَّكُمْ مَسْؤُولُونَ عَنِّي، فَمَاذَا أَنْتُمْ

قَائِلُونَ؟، قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَرَفَعَ إِصْبَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ مُسْتَشْهِدًا بِرَبِّهِ الَّذِي فَوْقَ سَمٰوَاتِهِ، وَقَالَ: اللّٰهُمَّ اشْهَدْ.

''سب سے زیادہ بالغ النظر، علم میں فائق اور امت کے افضل ترین طبقہ نے گواہی دی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دین پہنچا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کی بات پر سب سے بڑے اور سب سے افضل اجتماع میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا۔ آپ نے عرفات میں حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: آپ سے میری بابت پوچھا جائے گا، کیا جواب دیں گے؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ یقیناً آپ نے دین پہنچا دیا، اپنی ذمہ داری ادا کر دی اور خیر خواہی کی۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے اپنے ربّ کو گواہ بنایا، جو کہ آسمانوں کے اوپر ہے اور فرمایا: اللہ! گواہ ہو جا۔'' (الصّواعق المرسلة:22/1)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ فِي الْحَدِيثِ: يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ إِلٰى أَمْثَالِ ذٰلِكَ مِمَّا لَا يُحْصِيهِ إِلَّا اللّٰهُ مِمَّا هُوَ مِنْ أَبْلَغِ الْمُتَوَاتِرَاتِ اللَّفْظِيَّةِ وَالْمَعْنَوِيَّةِ الَّتِي تُورِثُ عِلْمًا يَقِينًا مِّنْ أَبْلَغِ الْعُلُومِ الضَّرُورِيَّةِ أَنَّ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُبَلِّغَ عَنِ اللّٰهِ أَلْقٰى إِلٰى أُمَّتِهِ الْمَدْعُوِّينَ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ عَلَى الْعَرْشِ وَأَنَّهُ فَوْقَ السَّمَاءِ كَمَا فَطَرَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ جَمِيعَ الْأُمَمِ عَرِبِهِمْ وَعَجَمِهِمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

وَالْإِسْلَامِ، إِلَّا مَنِ اجْتَالَتْهُ الشَّيَاطِينُ عَنْ فِطْرَتِهِ ثُمَّ عَنِ السَّلَفِ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْأَقْوَالِ مَا لَوْ جُمِعَ لَبَلَغَ مِئِينَ أَوْ أُلُوفًا، ثُمَّ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ لَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَّلَا عَنِ الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ أَدْرَكُوا زَمَنَ الْأَهْوَاءِ وَالِاخْتِلَافِ حَرْفٌ وَّاحِدٌ يُّخَالِفُ ذٰلِكَ لَا نَصًّا وَّلَا ظَاهِرًا وَّلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِّنْهُمْ قَطُّ إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ فِي السَّمَاءِ وَلَا إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْعَرْشِ وَلَا إِنَّهُ بِذَاتِهِ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَلَا إِنَّ جَمِيعَ الْأَمْكِنَةِ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ سَوَاءٌ وَّلَا إِنَّهُ لَا دَاخِلَ الْعَالَمِ وَلَا خَارِجَهُ وَلَا إِنَّهُ لَا مُتَّصِلٌ وَّلَا مُنْفَصِلٌ وَّلَا إِنَّهُ لَا تَجُوزُ الْإِشَارَةُ الْحِسِّيَّةُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ وَنَحْوِهَا؛ بَلْ قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَطَبَ خُطْبَتَهُ الْعَظِيمَةَ يَوْمَ عَرَفَاتٍ فِي أَعْظَمِ مَجْمَعٍ حَضَرَهُ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَقُولُ: أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَرْفَعُ إِصْبَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ يَنْكُبُهَا إِلَيْهِمْ وَيَقُولُ: اللّٰهُمَّ اشْهَدْ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّأَمْثَالُ ذٰلِكَ كَثِيرَةٌ فَلَئِنْ كَانَ الْحَقُّ مَا يَقُولُهُ هٰؤُلَاءِ السَّالِبُونَ النَّافُونَ لِلصِّفَاتِ الثَّابِتَةِ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ هٰذِهِ الْعِبَارَاتِ وَنَحْوِهَا، دُونَ مَا يُفْهَمُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ إِمَّا نَصًّا وَّإِمَّا ظَاهِرًا،

فَكَيْفَ يَجُوزُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَلٰى خَيْرِ الْأُمَّةِ أَنَّهُمْ يَتَكَلَّمُونَ دَائِمًا بِمَا هُوَ إِمَّا نَصٌّ وَإِمَّا ظَاهِرٌ فِي خِلَافِ الْحَقِّ ثُمَّ الْحَقُّ الَّذِي يَجِبُ اعْتِقَادُهٗ لَا يَبُوحُونَ بِهٖ قَطُّ وَلَا يَدُلُّونَ عَلَيْهِ لَا نَصًّا وَّلَا ظَاهِرًا، حَتّٰى يَجِيءَ أَنْبَاطُ الْفُرْسِ وَالرُّومِ وَفُرُوخُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَالْفَلَاسِفَةُ يُبَيِّنُونَ لِلْأُمَّةِ الْعَقِيدَةَ الصَّحِيحَةَ الَّتِي يَجِبُ عَلٰى كُلِّ مُكَلَّفٍ أَوْ كُلِّ فَاضِلٍ أَنْ يَعْتَقِدَهَا لَئِنْ كَانَ مَا يَقُولُهٗ هٰؤُلَاءِ الْمُتَكَلِّمُونَ الْمُتَكَلِّفُونَ هُوَ الْاِعْتِقَادُ الْوَاجِبُ وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ أُحِيلُوا فِي مَعْرِفَتِهٖ عَلٰى مُجَرَّدِ عُقُولِهِمْ وَأَنْ يَّدْفَعُوا بِمَا اقْتَضٰى قِيَاسَ عُقُولِهِمْ مَا دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ نَصًّا أَوْ ظَاهِرًا، لَقَدْ كَانَ تَرْكُ النَّاسِ بِلَا كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ أَهْدٰى لَهُمْ وَأَنْفَعَ عَلٰى هٰذَا التَّقْدِيرِ، بَلْ كَانَ وُجُودُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ضَرَرًا مَّحْضًا فِي أَصْلِ الدِّينِ، فَإِنَّ حَقِيقَةَ الْأَمْرِ عَلٰى مَا يَقُولُهٗ هٰؤُلَاءِ: إِنَّكُمْ يَا مَعْشَرَ الْعِبَادِ لَا تَطْلُبُوا مَعْرِفَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يَسْتَحِقُّهٗ مِنَ الصِّفَاتِ نَفْيًا وَّإِثْبَاتًا لَّا مِنَ الْكِتَابِ وَلَا مِنَ السُّنَّةِ وَلَا مِنْ طَرِيقِ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَلٰكِنِ انْظُرُوا أَنْتُمْ فَمَا وَجَدْتُمُوهُ مُسْتَحِقًّا لَّهٗ مِنَ الصِّفَاتِ فَصِفُوهُ بِهٖ سَوَاءٌ كَانَ مَوْجُودًا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ أَوْ لَمْ يَكُنْ وَمَا لَمْ تَجِدُوهُ مُسْتَحِقًّا لَّهٗ فِي عُقُولِكُمْ فَلَا تَصِفُوهُ بِهٖ.

”حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ آدمی دعا کے لیے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اے میرے رب! اے میرے رب!۔۔۔ کہتا ہے۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے فرامین نبویہ ان لفظی و معنوی متواتر روایات میں سے ہیں، جو علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔ یہ روایات بنیادی علوم دینیہ میں سے ہیں، یہ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین پہنچانے والے تھے، انھوں نے اپنی امت کو یہ پیغام دیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر ہے اور آسمانوں کے اوپر ہے۔ اللہ نے جاہلیت و اسلام میں تمام عربی و عجمی مخلوق کو اسی فطرت پر پیدا کیا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے، جنھیں شیطان نے اغوا کر لیا ہے۔ پھر اس بارے میں سلف صالحین کے اتنے اقوال ہیں کہ اگر وہ جمع کیے جائیں، تو سینکڑوں، ہزاروں سے متجاوز ہو جائیں۔ پھر کتاب اللہ، سنت رسول، صحابہ و تابعین اور فتنوں اور اختلافات کے زمانے کا مشاہدہ کرنے والے ائمہ دین سے اس بات کی مخالفت میں کوئی ایک بھی صریح یا غیر صریح بات نہیں ملتی، نہ ائمہ دین میں سے کسی نے کبھی یہ کہا کہ اللہ آسمانوں کے اوپر نہیں ہے، وہ عرش پر نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ میں ہے، تمام جگہیں اس کی نسبت برابر ہیں، وہ نہ کائنات میں داخل ہے، نہ خارج، وہ نہ متصل ہے، نہ منفصل۔ اس کی طرف انگلی وغیرہ سے حسی اشارہ درست نہیں۔۔۔ وغیرہ۔ اس کے برعکس صحیح مسلم (1218) میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب عرفات کے دن اپنا عظیم خطبہ (حجۃ الوداع) دیا، تو سب سے بڑے مجمع میں فرمایا: کیا میں نے

دین پہنچا دیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے اور پھر اس کے ساتھ لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بار بار فرما رہے تھے: اے اللہ! گواہ رہنا۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ قرآن و حدیث کے صریح طور پر یا اشارتاً بیان کو چھوڑ کر کتاب وسنت میں موجود صفات باری تعالیٰ کی نفی اور ان کا انکار کرنے والے لوگوں کی بات اگر سچ مان لی جائے، تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور امت کے بہترین لوگوں کے بارے میں یہ کہنا کیا درست ہوگا کہ وہ ہمیشہ ایسی بات کرتے ہیں، جو صریح طور پر یا اشارتاً حق کے خلاف ہے۔ پھر جو بات حق ہے، وہ اس کا اظہار کبھی بھی نہیں کرتے۔ نہ صریح طور پر، نہ اشارتاً، حتیٰ کہ روم و فارس کے انباط اور یہود و نصاریٰ اور فلاسفہ کی ذرّیت نے آکر امت کے لیے وہ صحیح عقیدہ بیان کیا، جس پر اعتقاد رکھنا ہر مکلّف یا فاضل پر ضروری ہے؟ اگر ان تکلف پسند متکلمین کا بیان کیا گیا وہ عقیدہ صحیح ہو، جس کی معرفت میں انھوں نے صرف اپنی عقل پر اعتماد کیا ہے۔ عقلی کسوٹی پر پورا نہ اترنے والی کتاب وسنت کی نصوص و اشارات کو چھوڑ دیا ہے، تو اس کے مطابق لوگوں کو کتاب وسنت کے بغیر چھوڑ دینا ان کے لیے زیادہ نفع مند اور مفید ہوگا، بلکہ کتاب وسنت کا وجود لوگوں کے لیے اساسِ دین میں محض نقصان کا سبب ہو گا۔ ان متکلمین کے مطابق حقیقی دعوت یہ ہے: اے عبادت گزاروں کی جماعت! اللہ کی ذات اور اس کی ذات کے لائق نفی و اثباتی صفات کی معرفت کے لیے کتاب وسنت اور سلف صالحین کے طریقے کی طرف نہ دیکھیں، بلکہ

خود غور کریں، جس صفت کو آپ اس کے لائق سمجھیں، اس سے اسے متصف کر دیں، خواہ وہ کتاب و سنت میں موجود ہو یا نہ ہو اور جسے آپ اپنی عقل کے مطابق اس کے لائق نہ سمجھو، اس کے ساتھ اسے متصف نہ کریں۔"

(الفتاوی الحمویۃ الکبریٰ، ص 17، مجموع الفتاویٰ: 15/5)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کیا عقیدہ بیان کیا؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾ (المؤمن:36-37)

”فرعون نے کہا: ہامان! ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کر، تاکہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ کر موسیٰ کے الٰہ پر جھانکوں، میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔“

اس آیت کریمہ کے متعلق

امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (311ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

فَاسْمَعُوا يَا ذَوِي الْحِجَا دَلِيلًا آخَرَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، أَنَّ اللّٰهَ جَلَا وَعَلَا فِي السَّمَاءِ، مَعَ الدَّلِيلِ عَلٰى أَنَّ فِرْعَوْنَ مَعَ كُفْرِهٖ وَطُغْيَانِهٖ قَدْ أَعْلَمَهٗ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذٰلِكَ، وَكَأَنَّهٗ قَدْ عَلِمَ أَنَّ خَالِقَ الْبَشَرِ فِي السَّمَاءِ، أَلَا تَسْمَعُ قَوْلَ اللّٰهِ يَحْكِي عَنْ فِرْعَوْنَ قَوْلَهٗ: ﴿يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى﴾، فَفِرْعَوْنُ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ يَأْمُرُ بِبِنَاءِ صَرْحٍ،

فَحَسِبَ أَنَّهُ يَطَّلِعُ إِلٰى إِلٰهِ مُوسٰى، وَفِي قَوْلِهِ: ﴿وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾، دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ مُوسٰى قَدْ كَانَ أَعْلَمَهُ أَنَّ رَبَّهُ جَلَّ وَعَلَا أَعْلٰى وَفَوْقَ وَأَحْسِبُ أَنَّ فِرْعَوْنَ إِنَّمَا قَالَ لِقَوْمِهِ: ﴿وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾، اسْتِدْرَاجًا مِّنْهُ لَهُمْ، كَمَا خَبَّرَنَا جَلَّ وَعَلَا فِي قَوْلِهِ: ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾، فَأَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَّ هٰذِهِ الْفِرْقَةَ جَحَدَتْ يُرِيدُ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَمَّا اسْتَيْقَنَتْهَا قُلُوبُهُمْ، فَشُبِّهَ أَنْ يَكُونَ فِرْعَوْنُ إِنَّمَا قَالَ لِقَوْمِهِ: ﴿وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾، وَقَلْبُهُ أَنَّ كَلِيمَ اللّٰهِ مِنَ الصَّادِقِينَ، لَا مِنَ الْكَاذِبِينَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، أَكَانَ فِرْعَوْنُ مُسْتَيْقِنًا بِقَلْبِهِ عَلٰى مَا أَوَّلْتُ أَمْ مُكَذِّبًا بِقَلْبِهِ ظَانًّا أَنَّهُ غَيْرُ صَادِقٍ وَخَلِيلُ اللّٰهِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَالِمٌ فِي ابْتِدَاءِ النَّظَرِ إِلَى الْكَوَاكِبِ وَالْقَمَرِ وَالشَّمْسِ أَنَّ خَالِقَهُ عَالٍ فَوْقَ خَلْقِهِ حِينَ نَظَرَ إِلَى الْكَوَاكِبِ وَالْقَمَرِ وَالشَّمْسِ، أَلَا تَسْمَعُ قَوْلَهُ: ﴿هٰذَا رَبِّيْ﴾، وَلَمْ يَطْلُبْ مَعْرِفَةَ خَالِقِهِ، مِنْ أَسْفَلَ، إِنَّمَا طَلَبَهُ مِنْ أَعْلٰى مُسْتَيْقِنًا عِنْدَ نَفْسِهِ أَنَّ رَبَّهُ فِي السَّمَاءِ لَا فِي الْأَرْضِ.

”اربابِ عقل وخرد! اللہ کے آسمانوں کے اوپر ہونے کی ایک اور قرآنی دلیل سنیں۔ اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ فرعون کو اس کے کفر اور سرکشی کے باوجود موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات سکھا دی تھی۔ وہ گویا سمجھ گیا تھا کہ بشر کا خالق آسمانوں کے اوپر ہے۔ کیا آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا، جو

فرعون سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى﴾ (ہامان! میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کرو، تا کہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ کر موسیٰ کے الٰہ کو جھانکوں) معلوم ہوا کہ فرعون لعین نے ایک بلند عمارت کی تعمیر کا حکم دے کر گمان کیا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو جھانکے گا۔ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے یہ بتایا تھا کہ ان کا ربّ تعالیٰ بلند و بالا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو صرف اس لیے جھٹلایا تھا تا کہ اپنی قوم کو بہلا سکے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انھوں نے آیات الٰہی کا ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کیا تھا، حالانکہ ان کے دلوں میں ان کی سچائی کا یقین ہو چکا تھا۔ فرمان الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ گروہ فرعون نے اپنی زبانوں سے حق کا انکار کیا تھا، جبکہ ان کے دلوں میں اس کی صداقت کا یقین تھا۔ گویا فرعون نے اپنی قوم کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے جھوٹے ہونے کا دعویٰ کیا تھا، حالانکہ اس کا دل کلیم اللہ (سیدنا موسیٰ علیہ السلام) کو سچا جانتا تھا، جھوٹا نہیں سمجھتا تھا۔ ...... خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام ستاروں، چاند اور سورج پر غور کرنے کے آغاز میں ہی جانتے تھے کہ ان کا خالق اپنی مخلوق سے بلند ہے۔ کیا آپ نے ان کا (چاند، ستاروں اور سورج کو) اپنا ربّ کہنا ملاحظہ نہیں کیا؟ انھوں نے اپنے خالق کی معرفت حاصل کرنے کے لیے نیچے کا انتخاب نہیں کیا، بلکہ جب انھوں نے اپنے خالق کی معرفت چاہی، تو اس وقت انھیں یقین تھا کہ ان کا ربّ آسمانوں کے اوپر ہے، زمین میں نہیں۔" (کتاب التّوحید: 1/263-264)

امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (280ھ) فرماتے ہیں:

لَقَدْ عَلِمَ فِرْعَوْنُ فِي كُفْرِهٖ وَعَتُوِّهٖ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَوْقَ السَّمَاءِ، فَقَالَ: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾ (المؤمن: 36، 37)، فَفِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ بَيَانٌ وَّاضِحٌ وَّدَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ أَنَّ مُوسٰى كَانَ يَدْعُوْ فِرْعَوْنَ إِلٰى مَعْرِفَةِ اللّٰهِ بِأَنَّهٗ فَوْقَ السَّمَاءِ، فَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ أَمَرَ بِبِنَاءِ الصَّرْحِ، وَرَامَ الْإِطِّلَاعَ إِلَيْهِ.

”فرعون نے اپنے کفر اور سرکشی کے باوجود یہ جان لیا تھا کہ اللہ آسمانوں سے اوپر ہے۔ اسی لیے اس نے کہا: ہامان! ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کر، تاکہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ کر موسیٰ کے الٰہ پر جھانکوں۔ اس آیت میں واضح بیان اور روشن دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کو معرفت الٰہی کی دعوت اس طرح دیتے تھے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا اور یوں اللہ پر اطلاع پانے کا ارادہ کیا۔“

(الرّد على الجهمية: 23)

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (324ھ) فرماتے ہیں:

كُذِّبَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهٖ: إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ.

”فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اس بات میں جھٹلایا کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے۔“

(الإبانة في أصول الدّيانة: 105)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْعَرْشِ رَبٌّ وَّلَا فَوْقَ السَّمٰوَاتِ خَالِقٌ بَلْ مَا هُنَالِكَ إِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ وَالنَّفْيُ الصِّرْفُ فَهُوَ مُعَطِّلٌ جَاحِدٌ لِّرَبِّ الْعَالَمِينَ مُضَاهٍ لِّفِرْعَوْنَ الَّذِي قَالَ: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾ ، بَلْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ وَسَلَفِ الْأُمَّةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّهُ فَوْقَ سَمٰوَاتِهٖ عَلٰى عَرْشِهٖ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهٖ لَيْسَ فِي ذَاتِهٖ شَيْءٌ مِّنْ مَخْلُوقَاتِهٖ وَلَا فِي مَخْلُوقَاتِهٖ شَيْءٌ مِّنْ ذَاتِهٖ وَعَلٰى ذٰلِكَ نُصُوصُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعُ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّةِ السُّنَّةِ بَلْ عَلٰى ذٰلِكَ جَمِيعُ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَأَهْلِ السُّنَّةِ، وَسَلَفُ الْأُمَّةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ مَنْ تَأَوَّلَ اسْتَوٰى بِمَعْنَى اسْتَوْلٰى أَوْ بِمَعْنًى آخَرَ يَنْفِي أَنْ يَّكُونَ اللّٰهُ فَوْقَ سَمٰوَاتِهٖ فَهُوَ جَهْمِيٌّ ضَالٌّ.

''جس نے یہ کہا کہ عرش پر کوئی ربّ اور آسمانوں کے اوپر کوئی خالق نہیں، بلکہ وہاں عدمِ محض اور نفیِ صرف ہے، وہ معطّل ہے اور ربّ العالمین کا انکاری ہے۔ وہ فرعون کا ہم نوا ہے کہ جس نے کہا تھا: ''ہامان! ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کر، تاکہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ کر موسیٰ کے الٰہ پر جھانکوں اور میں اسے سمجھتا تو جھوٹا ہی ہوں۔'' اہل سنت والجماعت اور اسلاف امت متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جُدا

ہے۔ اس کی ذات میں کوئی مخلوق نہیں، نہ مخلوق میں اس کی ذات کا کوئی حصہ ہے۔ اسی بات پر کتاب و سنت کی نصوص اور اسلاف امت و ائمہ سنت کا اجماع ہے، بلکہ اس پر تمام پہلے اور بعد والے مؤمنوں اور اہل سنت و الجماعت کا بھی اجماع ہے۔ اسلاف امت اس پر بھی متفق رہے ہیں کہ جو شخص استویٰ (مستوی ہونا) کا معنی استولیٰ (غالب ہونا) یا کچھ اور معنی کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کے اوپر ہونے کی نفی ہو، تو وہ گمراہ جہمی ہے۔''

(الفتاوی الکبریٰ: 147)

نیز فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ النُّفَاةُ يُوَافِقُونَ فِرْعَوْنَ فِي هٰذَا التَّكْذِيبِ لِمُوسٰى.

''یہ (اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کی) نفی کرنے والے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب میں فرعون کے ہم نوا ہیں۔''

(بيان تلبيس الجهمية في تاسيس بدعهم الكلامية، ص354)

شیخ الاسلام ثانی، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

إِخْبَارُهُ سُبْحَانَهُ عَنْ فِرْعَوْنَ أَنَّهُ رَامَ الصُّعُودَ إِلَى السَّمَاءِ لِيَطَّلِعَ إِلٰى إِلٰهِ مُوسٰى فَيُكَذِّبَهُ فِيمَا أَخْبَرَ بِهٖ مِنْ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ، فَقَالَ: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾، فَكَذَّبَ فِرْعَوْنُ مُوسٰى فِي إِخْبَارِهٖ إِيَّاهُ بِأَنَّ رَبَّهُ فَوْقَ السَّمَاءِ، وَعِنْدَ الْجَهْمِيَّةِ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْإِخْبَارِ بِذٰلِكَ وَبَيْنَ الْإِخْبَارِ بِأَنَّهُ يَأْكُلُ

وَيَشْرَبُ، وَعَلٰى زَعْمِهِمْ يَكُونُ فِرْعَوْنُ قَدْ نَزَّهَ الرَّبَّ عَمَّا لَا يَلِيقُ بِهٖ وَكَذَّبَ مُوسٰى فِي إِخْبَارِهٖ بِذٰلِكَ، إِذْ مَنْ قَالَ عِنْدَهُمْ: إِنَّ رَبَّهٗ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ فَهُوَ كَاذِبٌ، فَهُمْ فِي هٰذَا التَّكْذِيبِ مُوَافِقُونَ لِفِرْعَوْنَ مُخَالِفُونَ لِمُوسٰى وَلِجَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ، وَلِذٰلِكَ سَمَّاهُمْ أَئِمَّةُ السُّنَّةِ فِرْعَوْنِيَّةً، قَالُوا: وَهُمْ شَرٌّ مِّنَ الْجَهْمِيَّةِ، فَإِنَّ الْجَهْمِيَّةَ يَقُولُونَ: إِنَّ اللّٰهَ فِي كُلِّ مَكَانٍ بِذَاتِهٖ، وَهٰؤُلَاءِ عَطَّلُوهُ بِالْكُلِّيَّةِ، وَأَوْقَعُوا عَلَيْهِ الْوَصْفَ الْمُطَابِقَ لِلْعَدَمِ الْمَحْضِ، فَأَيُّ طَائِفَةٍ مِّنْ طَوَائِفِ بَنِي آدَمَ أَثْبَتَتِ الصَّانِعَ عَلٰى أَيِّ وَجْهٍ كَانَ قَوْلُهُمْ خَيْرًا مِّنْ قَوْلِهِمْ.

’’فرمان الٰہی کے مطابق فرعون نے ارادہ کیا تھا کہ آسمان کی طرف چڑھے اور موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کی طرف جھانکے، پھر موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اس بات میں جھوٹا ثابت کرے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ اس نے کہا: (ہامان! ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کر، تاکہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ کر موسیٰ کے الٰہ پر جھانکوں، میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔) چنانچہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی اس بات کو جھٹلایا کہ ان کا ربّ آسمانوں کے اوپر ہے۔ جہمیوں کے نزدیک اللہ کو عرش پر قرار دینے اور اس کے لیے کھانا پینا ثابت کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ ان کے خیال میں فرعون نے اللہ کو اس بات سے پاک قرار دیا تھا، جو اس کے لائق نہیں تھی اور (نعوذ باللہ) موسیٰ علیہ السلام نے اس خبر میں جھوٹ بولا تھا، کیونکہ

ان کے خیال میں وہ جھوٹا ہے، جو اللہ کو آسمانوں کے اوپر قرار دے۔ اس تکذیب میں وہ فرعون کے موافق ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیا کے مخالف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اہل سنت نے ان لوگوں کو فرعونیوں کا نام دیا ہے۔ ائمہ اہل سنت کا کہنا ہے کہ یہ لوگ جہمیوں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ جہمی تو اللہ کو ہر جگہ مانتے ہیں، جبکہ یہ لوگ ذات باری تعالیٰ کو بالکل معطل کرتے ہیں اور اس پر ایسے وصف کا اطلاق کرتے ہیں، جو عدم محض کے ہم معنی ہے۔ بنو آدم میں سے جس گروہ نے بھی ذات باری تعالیٰ کا اثبات کیا ہے، ان کی بات ان سے بہتر ہے۔"

(إعلام المؤقعين:2/283)

مزید فرماتے ہیں:

كَانَ فِرْعَوْنُ قَدْ فَهِمَ مِنْ مُّوسٰى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ يُثْبِتُ إِلٰهًا فَوْقَ السَّمَاءِ حَتّٰى رَامَ بِصَرْحِهٖ أَنْ يَّطَّلِعَ إِلَيْهِ وَاتَّهَمَ مُوسٰى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِالْكَذِبِ فِي ذٰلِكَ، وَالْجَهْمِيَّةِ لَا تَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ فَوْقَهَا بِوُجُودِ ذَاتِهٖ، فَهُمْ أَعْجَزُ فَهْمًا مِّنْ فِرْعَوْنَ بَلْ وَأَضَلَّ.

"فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی باتوں سے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ ایسے الٰہ کا اثبات کرتے ہیں، جو آسمانوں کے اوپر ہے، حتی کہ اس نے بلند عمارت کے ذریعے اللہ کو دیکھنے کا ارادہ بھی کیا اور اس بارے میں موسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام بھی لگایا۔ جہمی یہ بھی نہیں جانتے کہ اللہ اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں کے اوپر ہے۔ چنانچہ یہ لوگ فرعون سے کم عقل ہیں، بلکہ اس سے زیادہ گمراہ بھی ہیں۔"

(إجتماع الجيوش الإسلامية، ص82)

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (792ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ نَفَى الْعُلُوَّ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ فَهُوَ فِرْعَوْنِيٌّ، وَمَنْ أَثْبَتَهُ فَهُوَ مُوسَوِيٌّ مُحَمَّدِيٌّ.

”جو جہمی ذاتِ باری تعالیٰ کے بلند ہونے کا منکر ہے، وہ فرعونی ہے اور جو اس کا اثبات کرتا ہے، وہ موسوی اور محمدی ہے۔“ (شرح العقيدة الطّحاوية: 186)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا عقیدہ

قرآن وحدیث کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال ملاحظہ ہوں:

1 سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ حَيٌّ، لَا يَمُوتُ.

”جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو موت آ چکی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، تو اللہ آسمانوں کے اوپر زندہ ہے۔ اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔“

(التّاريخ الكبير للبخاري: 202/1، مسند البزّار: 103، الرّد على المريسى للدّارمي: 518/1-519، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرُ عَلِيِّ بْنِ الْمُنْذِرِ، وَهُوَ ثِقَةٌ.

''اسے امام بزار رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں، سوائے علی بن منذر کے اور وہ ثقہ ہیں۔'' (مَجمع الزّوائد:8/332)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ (کتاب العرش:2/159)

2 سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِّدَيَّانِ الْأَرْضِ مِنْ دَيَّانِ السَّمَاءِ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِالْعَدْلِ، فَقَضٰى بِالْحَقِّ وَلَمْ يَقْضِ عَلٰى هَوًى وَّلَا عَلٰى قَرَابَةٍ وَّلَا عَلٰى رَغْبَةٍ وَّلَا حُبٍّ، وَجَعَلَ كِتَابَ اللّٰهِ مِرْآةً بَيْنَ عَيْنَيْهِ.

''روز قیامت زمین کے قاضی کے لیے آسمان کے قاضی (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ہلاکت ہے، سوائے اس قاضی کے، جو عدل کا حکم دیتا ہے اور حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، خواہشِ نفس، رشتہ داری، رغبت اور محبت کی بنا پر فیصلہ نہیں کرتا، بلکہ ہر چیز کو کتاب اللہ کی روشنی میں حل کرتا ہے۔''

(الرّد على المريسي للدّارمي:1/515-516، العلوّ للذّهبي، ص 78، وسندهٗ صحيحٌ)

3 سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا بَيْنَ كُلِّ سَمَاءٍ إِلٰى أُخْرٰى مَسِيرَةُ خَمْسِمِأَةِ عَامٍ، وَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مَسِيرَةُ خَمْسِمِأَةِ عَامٍ، وَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ إِلَى الْكُرْسِيِّ مَسِيرَةُ خَمْسِمِأَةِ عَامٍ، وَمَا بَيْنَ الْكُرْسِيِّ إِلَى الْمَاءِ

مَسِيرَةُ خَمْسِمِأَةِ عَامٍ، وَالْعَرْشُ عَلَى الْمَاءِ، وَاللّٰهُ عَلَى الْعَرْشِ، وَيَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ.

''ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ زمین اور آسمانِ دنیا کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ ساتویں آسمان سے کرسی تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور کرسی اور پانی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ عرش پانی پر ہے اور اللہ عرش پر ہے اور تمھارے اعمال کو جانتا ہے۔''

(كتاب التّوحيد لابن خزيمة: 1/242-243، ح: 149، الرّد على الجهمية للدّارمي: 81، الرّد على المريسي للدّارمي: 1/422، المعجم الكبير للطّبراني: 9/202، العَظمة لأبي الشّيخ: 2/888-889، التّمهيد لابن عبد البر: 7/139، الأسماء والصّفات للبيهقي: 851، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ. ''اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد ومنبع الفوائد: 1/86)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ (العلوّ، ص 64)

4 سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

أَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَائَتَكِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ.

''اللہ نے آپ کی برأت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل کی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 1/276، 349، الرّد على الجهمية للدّارمي، ص 57، المستدرك على الصّحيحين للحاكم: 4/8، وسندهٗ حسنٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے "صحیح" کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

نَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ.

"آپ کی برأت آسمانوں (کے اوپر) سے اُتری ہے۔"

(صحيح البخاري:4753)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی فرماتے ہیں:

يُنَادِي مُنَادٍ بَيْنَ يَدَيِ الصَّيْحَةِ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ، [قَالَ:] فَسَمِعَهَا الْأَحْيَاءُ وَالْأَمْوَاتُ، [قَالَ:] وَيَنْزِلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيُنَادِي مُنَادٍ: لِمَنِ الْمَلِكُ الْيَوْمَ؟ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ.

"صیحہ (قیامت بپا ہونے کے وقت سخت چیخ) سے پہلے ایک پکارنے والا پکارے گا: لوگو! قیامت تمھارے پاس آ پہنچی ہے۔ زندہ یا مردہ سب لوگ اس آواز کو سنیں گے۔ اللہ عزوجل آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرمائیں گے۔ پھر ایک منادی یہ آواز لگائے گا: آج کے دن کس کی بادشاہی ہے؟ صرف واحد زبردست اللہ کی ہی ہے۔"

(الأهوال لابن أبي الدنيا: 27، المستدرك للحاكم:437/2، وسندهٗ حسنٌ)

5 سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

امام نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ ابْنُ عُمَرَ فِي بَعْضِ نَوَاحِي الْمَدِينَةِ وَمَعَهُ أَصْحَابٌ لَّهُ،

وَوَضَعُوا سُفْرَةً لَهُ، فَمَرَّ بِهِمْ رَاعِي غَنَمٍ، قَالَ: فَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هَلُمَّ يَا رَاعِي، هَلُمَّ، فَأَصِبْ مِنْ هٰذِهِ السُّفْرَةِ، فَقَالَ لَهُ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَتَصُومُ فِي مِثْلِ هٰذَا الْيَوْمِ الْحَارِّ شَدِيدٍ سُمُومُهُ وَأَنْتَ فِي هٰذِهِ الْجِبَالِ تَرْعٰى هٰذَا الْغَنَمَ؟، فَقَالَ لَهُ: أَيْ وَاللّٰهِ أُبَادِرُ أَيَّامِي الْخَالِيَةَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ يُرِيدُ يَخْتَبِرُ وَرَعَهُ: فَهَلْ لَكَ أَنْ تَبِيعَنَا شَاةً مِّنْ غَنَمِكَ هٰذِهِ فَنُعْطِيَكَ ثَمَنَهَا وَنُعْطِيَكَ مِنْ لَّحْمِهَا فَتُفْطِرَ عَلَيْهِ؟، فَقَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ لِي بِغَنَمٍ، إِنَّهَا غَنَمُ سَيِّدِي، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: فَمَا عَسٰى سَيِّدُكَ فَاعِلًا إِذَا فَقَدَهَا، فَقُلْتَ: أَكَلَهَا الذِّئْبُ، فَوَلَّى الرَّاعِي عَنْهُ وَهُوَ رَافِعٌ أُصْبُعَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَهُوَ يَقُولُ: أَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَ: فَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ يُرَدِّدُ قَوْلَ الرَّاعِي وَهُوَ يَقُولُ: قَالَ الرَّاعِي فَأَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ بَعَثَ إِلٰى مَوْلَاهُ فَاشْتَرٰى مِنْهُ الْغَنَمَ وَالرَّاعِيَ فَأَعْتَقَ الرَّاعِيَ، وَوَهَبَ لَهُ الْغَنَمَ.

”سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ کے مضافات میں تشریف لے گئے۔ ساتھیوں نے دسترخوان بچھایا، وہاں سے بکریوں کے چرواہے کا گزر ہوا، تو اس نے سلام کہا۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (سلام کا جواب دینے کے بعد) فرمایا آیئے، ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں۔ چرواہا کہنے لگا: مجھے روزہ ہے۔ فرمایا: اتنے سخت اور گرم لو والے دن روزہ! پھر ان

پہاڑوں میں بکریاں چرا رہے ہو! کہنے لگا: بخدا! میں تو آخرت ٹھنڈی کر رہا ہوں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے تقویٰ وورع جانچنے کو پوچھا: ایک بکری ہمیں بیچ دیجیے، قیمت بھی وصول کر لیجیے اور افطاری کے لیے ہم آپ کو گوشت بھی دے دیں گے؟ کہنے لگا: ان میں میری بکری کوئی بھی نہیں ہے، سب میرے مالک کی ہیں۔ فرمایا: مالک سے کہہ دیجیے کہ بھیڑیا ایک بکری کو نگل گیا، فاین اللہ؟ تو اللہ کہاں ہے؟ چرواہے نے انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے چل دیا۔ اب کیا ہوا، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کی بات دہراتے جارہے ہیں، فرماتے: چرواہا کہتا ہے، تو اللہ کہاں ہے؟ آپ مدینہ آئے، تو اس کے مالک کو پیغام بھیجا، وہ چرواہا اور تمام بکریاں اس سے خرید لیں، پھر چرواہے کو آزاد کر دیا اور بکریاں اسے ہبہ کر دیں۔"

(شعب الإيمان للبيهقي:4908، وسندهٗ حسنٌ)

6 سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بَلَغَ أَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِأَخِيهِ: اِعْلَمْ لِي عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ يَأْتِيهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ.

"سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اطلاع ملی، تو انھوں نے اپنے بھائی سے کہا: اس بندے کے احوال معلوم کیجیے، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس آسمانوں سے وحی آتی ہے۔"

(صحيح البخاري:3522، صحيح مسلم:2474)

7 سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وَأَيْمُ اللّٰهِ، إِنِّي لَأَخْشٰى لَوْ كُنْتُ أُحِبُّ قَتْلَهٗ لَقُتِلْتُ تَعْنِي عُثْمَانَ وَلٰكِنْ عَلِمَ اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ أَنِّي لَمْ أُحِبَّ قَتْلَهٗ.

''اللہ کی قسم! اگر میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل کو پسند کرتی، تو خطرہ تھا کہ میں ماری جاتی، لیکن عرش کے اوپر اللہ جانتا ہے کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کو پسند نہیں کرتی تھی۔'' (الردّ على الجهميّة للدّارمي: 83، وسندهٗ صحيحٌ)

8 سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلٰى أُمِّ أَيْمَنَ، نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالَا: مَا يُبْكِيكِ؟ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: مَا أَبْكِي أَنْ لَّا أَكُونَ أَعْلَمَ أَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعًا.

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے

کہا: عمر! آیئے رسول اللہ ﷺ کی طرح ام ایمن سے ملاقات کو چلتے ہیں، جب ہم ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے، تو وہ رونے لگیں، شیخین نے عرض کی: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اللہ کے پاس اپنے رسول کے لیے خیر ہے۔ کہا: جانتی ہوں، اللہ کے پاس جو اپنے رسول کے لیے ہے، وہ بہتر ہے، لیکن میں اس لیے نہیں رو رہی، میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ یہ سنا تو شیخین کی آنکھیں بھی بہہ پڑیں۔" (صحیح مسلم:2454)

9 سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ تَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ أَنْكَحَنِي فِي السَّمَاءِ.

"ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ میرا نکاح اللہ نے آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔" (صحيح البخاري:7421)

تابعین عظام رحمہم اللہ کا عقیدہ

اصحاب رسول کے حلقہ درس سے نکلنے والے عظیم شاگردوں (تابعین) کا عقیدہ بھی وہی ہے، جو صحابہ کا ہے۔ بصارت کیجیے!

1. کعب احبار رحمہ اللہ (م: آخر خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا خَلَقَ الْخَلْقَ؛ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ، فَسَبَّحَهٗ يَعْنِي الْعَرْشَ.

''اللہ عزوجل نے جب مخلوقات کو پیدا کیا، تو عرش پر مستوی ہو گیا۔ عرش نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی۔'' (تفسير ابن أبي حاتم: 2217/7، وسندهٗ حسنٌ)

2. امام ضحاک بن مزاحم ہلالی رحمہ اللہ (بعد 100ھ) فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ (المجادلة: 7) (کوئی بھی تین آدمی سرگوشی نہیں کرتے، مگر وہاں چوتھا اللہ ہوتا ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هُوَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْعَرْشِ، وَعِلْمُهٗ مَعَهُمْ.

''اللہ عزوجل عرش کے اوپر ہے اور اس کا علم ان کے ساتھ ہے۔''

(الشّريعة للآجري: 655، تفسير الطّبري: 12/28-13، مسائل أبي داود: 263، الأسماء والصّفات للبيهقي: 2/341-342، ح: 909، وسندهٗ حسنٌ)

③ عکرمہ مولی ابن عباس رحمہ اللہ (104ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ بَدَأَ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْأَحَدِ، ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

''بلاشبہ اللہ نے آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان موجود چیزوں کی تخلیق اتوار کے دن شروع کی۔ پھر جمعہ کے دن عرش پر مستوی ہو گیا۔''

(تفسير ابن أبي حاتم:1497/5، وسندهٗ حسنٌ)

④ شریح بن عبید حمصی رحمہ اللہ (بعد 111ھ) کہا کرتے تھے:

ارْتَفَعَ إِلَيْكَ ثُغَاءُ التَّسْبِيحِ، وَارْتَفَعَ إِلَيْكَ وَقَارُ التَّقْدِيسِ، سُبْحَانَكَ ذَا الْجَبَرُوتِ، بِيَدِكَ الْمُلْكُ وَالْمَلَكُوتُ وَالْمَفَاتِيحُ وَالْمَقَادِيرُ.

''تسبیح کی آواز تیری طرف بلند ہوتی ہے اور تقدیس کا وقار بھی تیری طرف بلند ہوتا ہے۔ اے طاقت والے! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تیرے ہی ہاتھ میں ملک اور بادشاہت ہے۔'' (العَظمة لأبي الشّيخ: 107، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (العلو، ص 93) اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (اجتماع الجيوش الاسلامية، ص 269) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

⑤ امام مالک بن دینار بصری رحمہ اللہ (127ھ) فرمایا کرتے تھے:

اِسْمَعُوا إِلٰى قَوْلِ الصَّادِقِ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ.

''عرش کے اوپر سے اُس سچے کی بات سنیں!''

(حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني:358/2، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (کتاب العلو، ص 97) اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (اجتماع الجيوش

الاسلامیة، ص268) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

اس کا راوی سیار بن حاتم عنزی جمہور کے نزدیک ''صدوق، حسن الحدیث'' ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ''الثقات'' (298/8) میں ذکر کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس سے روایت لی ہے، وہ (احمد) ثقہ سے روایت لیتے ہیں۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (2532)، امام ترمذی رحمہ اللہ (3444) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے (122/1) اس کی منفرد روایت کو ''صحیح'' کہا ہے، یہ توثیق ضمنی ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اسے ''ثقہ'' کہا ہے۔(مَجمع الزَّوائد: 150/10)

6 امام ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ (131ھ) نے معتزلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّمَا مَدَارُ الْقَوْمِ عَلٰى أَنْ يَّقُولُوا: لَيْسَ فِي السَّمَاءِ شَيْءٌ.

''ان لوگوں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ کہہ دیں: آسمانوں کے اوپر کوئی چیز نہیں۔''

(العلوّ للذّهبي، ص98، وسندہٗ حسنٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ كَالشَّمْسِ وُضُوحًا، وَالْأُسْطُوَانَةِ ثُبُوتًا عَنْ سَيِّدِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَعَالِمِهِمْ.

''یہ سند سورج کی طرح واضح اور ستون کی طرح پختہ ہے، جو کہ اہل بصرہ کے سردار اور ان کے عالم (امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ) سے مروی ہے۔''

(العلوّ، ص98)

7 ربیعہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (136ھ) کا عقیدہ ملاحظہ ہو!

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ربیعہ بن عبدالرحمٰن کے پاس تھا۔ آپ

سے ایک آدمی نے پوچھا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ: 5)، رحمٰن عرش پر کیسے مستوی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

«اَلْإِسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ، وَالْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ، وَمِنَ اللّٰهِ الرِّسَالَةُ، وَعَلَى الرَّسُولِ الْبَلَاغُ، وَعَلَيْنَا التَّصْدِيقُ».

"استوا معلوم ہے، کیفیت عقل میں آنے والی نہیں۔ یہ پیغام من جانب اللہ ہے۔ رسول ﷺ کے ذمہ تبلیغ ہے اور ہمارے ذمہ تصدیق۔"

(العلوُّ للذّهبي، ص 98، وسندهٗ صحيحٌ)

8 **امام سلیمان بن طرخان تیمی رحمہ اللہ (143ھ) کا عقیدہ دیکھیے!**

قَالَ ابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ فِي تَارِيخِهٖ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ ضَمْرَةَ عَنْ صَدَقَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، قَالَ: لَوْ سَأَلْتَ: أَيْنَ اللّٰهُ؟ لَقُلْتُ: فِي السَّمَاءِ.

"صدقہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام سلیمان تیمی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر آپ پوچھیں کہ اللہ کہاں ہے؟ تو میں جواب دوں گا کہ آسمانوں کے اوپر۔"

(اجتماع الجيوش الإسلامية لابن القيم: 67، وسندهٗ حسنٌ)

دوسری صدی کے ائمہ کرام کی تصریحات

1. امام مقاتل بن حیان رحمہ اللہ (م: قبل 150ھ) فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ (المجادلة: 7) (تین آدمی جب سرگوشی کرتے ہیں، تو چوتھا ان کا اللہ ہوتا ہے۔) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هُوَ عَلَى الْعَرْشِ، وَعِلْمُهٗ مَعَهُمْ.

''اللہ تعالیٰ عرش پر ہی ہے، لیکن اس کا علم ان کے ساتھ ہے۔''

(تفسير الطّبري: 12/28، الشّريعة للآجري: 655، وسندهٗ صحيحٌ)

2. شیخ الاسلام، امام اوزاعی رحمہ اللہ (157ھ) فرماتے ہیں:

كُنَّا وَالتَّابِعُونَ مُتَوَافِرُونَ نَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ فَوْقَ عَرْشِهٖ وَنُؤْمِنُ بِمَا وَرَدَتِ السُّنَّةُ بِهٖ مِنْ صِفَاتِهٖ جَلَّ وَعَلَا.

''ہم اور اکثر تابعین کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور احادیث میں جو صفات باری تعالیٰ بیان ہوئی ہیں، ان پر ہمارا ایمان ہے۔''

(كتاب الأسماء والصّفات للبيهقي: 304/2، الرقم: 865، وسندهٗ حسنٌ)

اس کا راوی محمد بن کثیر مصیصی جمہور محدثین کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہے۔

اس اثر کی سند کو امام ابن تیمیہ (مجموع الفتاویٰ: 39/5)، امام ابن قیم (اجتماع الجیوش

الاسلامية: ص 131) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تذكرة الحفاظ: 180/1) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' قرار دیا ہے۔ (فتح الباري: 406/13)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

إِنَّمَا قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ هٰذَا بَعْدَ ظُهُورِ جَهْمٍ الْمُنْكِرِ لِكَوْنِ اللّٰهِ فَوْقَ عَرْشِهٖ وَالْمُنَافِي لِصِفَاتِهٖ، لِيُعَرِّفَ النَّاسَ أَنَّ مَذْهَبَ السَّلَفِ خِلَافُ ذٰلِكَ.

''امام اوزاعی رحمہ اللہ نے یہ بات جہم بن صفوان کے ظہور کے بعد کہی تھی، جو اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا منکر اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر تھا۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے لوگوں کو یہ بتایا کہ مذہب سلف اس کے برعکس ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ: 39/5)

شیخ الاسلام ثانی، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَثَرُ يَدْخُلُ فِي حِكَايَةِ مَذْهَبِهٖ وَمَذْهَبِ التَّابِعِينَ.

''یہ اثر امام اوزاعی اور تابعین رحمہم اللہ کے مذہب کی حکایت کرتا ہے۔''

(إجتماع الجيوش الاسلامية، ص 135)

3 امام مالک بن انس رحمہ اللہ (179ھ) فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ، وَعِلْمُهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ، لَّا يَخْلُوا مِنْ عِلْمِهٖ مَكَانٌ.

''اللہ عزوجل آسمانوں سے اوپر (عرش پر) ہے، لیکن اس کا علم ہر جگہ میں ہے، کوئی جگہ اس کے علم سے خالی نہیں۔''

(الشّريعة للآجري:3/1076-1077، الرقم:652-653، مسائل الإمام أحمد لأبي داوٗد، ص263، التّمهيد لابن عبد البر:7/138، وسندهٗ صحيحٌ)

4 امام حماد بن زید بصری رحمہ اللہ (179ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يَدُورُونَ عَلٰى أَنْ يَّقُولُوا: لَيْسَ فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ يَّعْنِي الْجَهْمِيَّةَ.

''جہمیہ کے اقوال کا ماحصل یہ ہے کہ آسمانوں کے اوپر کوئی الٰہ نہیں۔''

(العلوّ للعلي الغفّار للذّهبي:2/970، وسندهٗ صحيحٌ)

5 شیخ الاسلام، المجاہد، القدوہ، الامام، عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (181ھ) کے بارے میں امام، حافظ، ثقہ، علی بن الحسن بن شقیق رحمہ اللہ (215ھ) بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ: كَيْفَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَعْرِفَ رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ: عَلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ عَلٰى عَرْشِهٖ، بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهٖ، وَلَا نَقُولُ كَمَا تَقُولُ الْجَهْمِيَّةُ: إِنَّهٗ هَاهُنَا فِي الْأَرْضِ.

''میں نے امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے سوال کیا: ہم اللہ کو کس طرح پہچانیں؟ فرمایا: (اللہ تعالیٰ) ساتویں آسمان کے اوپر اپنے عرش پر ہے، مخلوق سے جدا ہے۔ ہم جہمیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ وہ یہاں زمین میں ہے۔''

(السّنة لعبد الله بن أحمد: 1/111، ح: 22، 1/174-175، الرقم: 216، الرّد على المريسي للدّارمي، ص 103، الرد على الجهمية للدّارمي، ص 50، الأسماء والصّفات للبيهقي:903، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا صَحِيحٌ ثَابِتٌ. ''یہ قول صحیح اور ثابت ہے۔'' (العرش:2/240)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْإِمَامِ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ.

''یہ بات عبداللہ ابن احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔'' (الفتاوی الحمویۃ، ص91)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ صَحَّ عَنْهُ صِحَّةً قَرِيبَةً مِّنَ التَّوَاتُرِ.

''یہ قول آپ (ابن المبارک رحمہ اللہ) سے تواتر کی حد تک صحیح ثابت ہے۔''

(اجتماع الجیوش الإسلامیۃ، ص213-314)

6. امام عبدالرحمٰن بن مہدی عنبری رحمہ اللہ (198ھ) فرماتے ہیں:

أَرَادُوا أَنْ يَّنْفَوْا أَنْ يَّكُونَ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى، وَأَرَادُوا أَنْ يَّنْفَوْا أَنْ يَّكُونَ الْقُرْآنُ كَلَامَ اللّٰهِ تَعَالٰى، أَرٰى أَنْ يَسْتَتَابُوا، فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا ضُرِبَتْ أَعْنَاقُهُمْ.

''جہمیہ استوا علی العرش کا انکار کرنا چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں، قرآن کو کلام اللہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیں، ان سے توبہ کروائی جائے، اگر یہ توبہ کریں، تو درست، ورنہ گردن اڑا دی جائے۔''

(الأسماء والصّفات للبیہقي:546، وسندہٗ حسنٌ)

7. امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (206ھ) سے ایک سائل نے پوچھا: أَيُّ شَيْءٍ الْجَهْمِيَّةُ؟ (جہمیہ کیا ہیں؟)، انھوں نے اپنا سر جھکایا، پھر سر اٹھا کر فرمایا:

مَنْ تَوَهَّمَ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰہٰ: 5) خِلَافَ مَا فِي

قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَهُوَ جَهْمِيٌّ.

”جس نے فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (طه: 5) کا معنی وہ سمجھا، جو بندوں کے دلوں میں موجود معنی (علو باری تعالیٰ) کے خلاف ہے، وہ جہمی ہے۔“

(مسائل الإمام أحمد لأبي داود، ص 268، وفي نسخة، الرقم: 1733، خلق أفعال العباد للبخاري، ص 11، وسندہٗ حسنٌ)

شاذ بن یحییٰ ”موثق“ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں اسے پہچانتا ہوں، پھر آپ نے اس کا ذکر بالخیر فرمایا۔(سؤالات أبي داود:442)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ”شیخ صدوق“ کہا ہے۔(سیر أعلام النّبلاء:434/10)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ الْمُسْلِمِينَ وَهُوَ الظَّاهِرُ مِنْ لَفْظِ ﴿اسْتَوٰى﴾ عِنْدَ عَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ الْبَاقِينَ عَلَى الْفِطْرَةِ السَّالِمَةِ الَّتِي لَمْ تَنْحَرِفْ إِلٰى تَعْطِيلٍ وَّلَا إِلٰى تَمْثِيلٍ، وَّهٰذَا هُوَ الَّذِي أَرَادَهٗ يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ الْوَاسِطِيُّ الْمُتَّفَقُ عَلٰى إِمَامَتِهٖ وَجَلَالَتِهٖ وَفَضْلِهٖ، وَهُوَ مِنْ أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ، حَيْثُ قَالَ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ الرَّحْمٰنَ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى خِلَافَ مَا يَقِرُّ فِي نُفُوسِ الْعَامَّةِ فَهُوَ جَهْمِيٌّ، فَإِنَّ الَّذِي أَقَرَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي فِطَرِ عِبَادِهٖ وَجَبَلَهُمْ عَلَيْهِ أَنَّ رَبَّهُمْ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ.

”مسلمانوں کا یہی مذہب ہے اور لفظ ﴿اسْتَوٰى﴾ سے یہی ظاہر ہوتا ہے، وہ مسلمان جو فطرت سلیمہ پر قائم ہیں، وہ فطرت جو تعطیل و تحریف کی طرف نہیں

جاتی۔یہی مراد تھی امام یزید بن ہارون واسطی رحمہ اللہ کی، جن کی امامت و جلالت اور فضیلت و منقبت پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور وہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے فرمان کہ وہ عرش پر مستوی ہے، کی ایسی تفسیر کرتا ہے، جو عام لوگوں کے دلوں میں موجود نظریے کے خلاف ہے، وہ جہمی ہے۔اللہ نے اپنے بندوں کی فطرت میں یہ بات ودیعت کر دی ہے کہ ان کا ربّ آسمانوں سے اوپر ہے۔'' (الفتاوی الکبریٰ: 153/5)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعَامَّةُ، مُرَادُہٗ بِهِمْ جُمْهُورُ الْأُمَّةِ وَأَهْلُ الْعِلْمِ.

''یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے عام سے مراد جمہورِ امت اور اہل علم لیے ہیں۔''

(مختصر العلوّ: 168)

نیز لکھتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهٗ هُوَ الْحَقُّ، لِأَنَّهٗ لَوْ كَانَ مَعْنَاهُ عَلٰی خِلَافِ مَا يَقِرُّ فِي الْقُلُوبِ السَّلِيمَةِ مِنَ الْأَهْوَاءِ، وَالْفِطْرَةِ الصَّحِيحَةِ مِنَ الْأَدْوَاءِ، لَوَجَبَ عَلَی الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنْ يُّبَيِّنُوا أَنَّ اسْتِوَاءَ اللّٰهِ عَلٰی عَرْشِهٖ عَلٰی خِلَافِ مَا فَطَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ خَلْقَهٗ، وَجَبَلَهُمْ عَلٰی اعْتِقَادِهٖ، اللّٰهُمَّ إِلَّا أَنْ يَّكُونَ فِي بَعْضِ الْأَغْبِيَاءِ مَنْ يَّفْهَمُ مِنْ أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ أَوْ عَلَی الْعَرْشِ أَنَّهٗ مُحَيِّزٌ وَأَنَّهُمَا حَيِّزَ لَهٗ، وَأَنَّ الْعَرْشَ مُحِيطٌ بِهٖ، فَكَيَّفَ ذٰلِكَ فِي ذِهْنِهٖ وَبِفَهْمِهٖ، كَمَا بَدَرَ فِي الشَّاهِدِ مِنْ أَيِّ جِسْمٍ كَانَ، عَلٰی أَيِّ جِسْمٍ، فَهٰذَا حَالُ جَاهِلٍ، وَمَا

أَظُنُّ أَنَّ أَحَدًا اعْتَقَدَ ذٰلِكَ مِنَ الْعَامَّةِ وَلَا قَالَهُ، وَحَاشَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْ يَّكُونَ مُرَادُهُ هٰذَا، وَإِنَّمَا مُرَادُهُ مَا تَقَدَّمَ.

"امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ کی یہ بات بالکل صحیح ہے، کیونکہ اگر عرش پر مستوی ہونے کا اصل معنی، ہوائے نفس سے سالم دلوں میں اور بیماریوں سے پاک فطرتوں میں موجود معنی کے خلاف ہوتا، تو صحابہ و تابعین پر لازم ہوتا کہ وہ یہ وضاحت فرماتے کہ اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا وہ معنی نہیں، جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت وجبلت میں رکھا ہے۔ ہاں، یہ ہوسکتا ہے کہ بعض غبی ذہن کے لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ اللہ کے آسمانوں سے اوپر یا عرش پر ہونے سے مراد یہ ہے کہ آسمان اور عرش اللہ تعالیٰ کی پناہ ہیں یا عرش اسے گھیرے ہوئے ہے۔ انھوں نے اپنے ذہن اور فہم میں اس کی ایک کیفیت بنا لی ہے، جیسا کہ دیکھنے والے کو ایک جسم کے دوسرے جسم کے اوپر ہونے سے ذہن میں آتی ہے۔ یہ ایک جاہل کی حالت ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ عام مسلمانوں میں سے بھی کسی نے یہ بات سوچی یا کہی ہو، چہ جائیکہ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ کی یہ مراد ہو۔ بلاشبہ ان کی مراد وہی ہے، جس کا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے۔"

(كتاب العرش:2/262-263)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ: وَالَّذِي تَقَرَّرَ فِي قُلُوبِ الْعَامَّةِ هُوَ مَا فَطَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ الْخَلِيقَةَ، مَنْ تَوَجُّهِهَا إِلٰى رَبِّهَا تَعَالٰى عِنْدَ النَّوَازِلِ وَالشَّدَائِدِ وَالدُّعَاءِ وَالرَّغْبَاتِ إِلَيْهِ تَعَالٰى نَحْوَ الْعُلُوِّ، لَا يُلْتَفَتُ

يُمْنَةً وَّلَا يُسْرَةً مِّنْ غَيْرِ مَوْقِفٍ وَقَفَهُمْ عَلَيْهِ، وَلٰكِنَّ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، وَمَا مِنْ مَّوْلُودٍ إِلَّا وَهُوَ يُولَدُ عَلٰى هٰذِهِ الْفِطْرَةِ، حَتّٰى يُجَهِّمَهُ وَيَنْقُلَهُ إِلَى التَّعْطِيلِ مَنْ يُّقَيَّضُ لَهُ.

''شیخ الاسلام (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کے دلوں میں وہی بات سمائی ہے، جو اللہ نے مخلوق کی فطرت میں ودیعت کی ہے، یعنی وہ مصیبتوں اور سختیوں، دعاؤں اور اللہ کی طرف رغبت کے مواقع پر اوپر کی طرف توجہ کرتی ہے۔ وہ دائیں بائیں نہیں دیکھتی، حالاں کہ کسی نے اسے مجبور نہیں کیا، یہ تو اس فطرت کا تقاضا ہے، جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے، الا یہ کہ اسے اس کا کوئی ساتھی جہمی یا معطّل نہ بنا دے۔''

(اجتماع الجيوش الإسلامية على غزو المعطّلة والجهميّة، ص: 214)

تیسری صدی کے ائمہ محدثین

امام حمیدی رحمہ اللہ (219ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلسُّنَّةُ عِنْدَنَا ...... يَقُولُ الرَّجُلُ: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى، وَمَنْ زَعَمَ غَيْرَ هٰذَا فَهُوَ مُعَطِّلٌ جَهْمِيٌّ.

"ہمارے ہاں سنت ہے کہ...... آدمی کہے: رحمٰن عرش پر مستوی ہے اور جو اس کے خلاف دعویٰ کرتا ہے، وہ معطّل (صفات باری تعالیٰ کا منکر) اور جہمی ہے۔"

(أصول السنّة، ص547، المندرج في آخر مسنده)

نیز فرماتے ہیں:

اَلْإِقْرَارُ بِالرُّؤْيَةِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَمَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ وَالْحَدِيثُ، مِثْلُ: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۚ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ﴾، وَمِثْلُ: ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾، وَمَا أَشْبَهَ هٰذَا مِنَ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ، لَا يَزِيدُ فِيهِ وَلَا يُفَسِّرُهُ، يَقِفُ عَلٰى مَا وَقَفَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ، وَيَقُولُ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾، وَمَنْ زَعَمَ غَيْرَ هٰذَا فَهُوَ مُعَطِّلٌ

جَهْمِيٌّ.

”موت کے بعد (روز قیامت) رؤیت باری تعالیٰ کا اقرار، نیز ان تمام صفات کا اثبات جو قرآن وسنت میں بیان ہوئی ہیں، مثلاً: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ (یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے اپنے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں) اور جیسا کہ ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾ (اور آسمان اس کے ہاتھ پر لپیٹے ہوئے ہیں)، نیز اس طرح کی دوسری قرآنی وحدیثی نصوص ہیں۔ کوئی مسلمان ان میں زیادت نہیں کرے گا، نہ ہی اس کی (اپنی طرف سے) تفسیر کرے گا، بلکہ جہاں قرآن وسنت ٹھہر گئے ہیں، وہیں ٹھہر جائے گا اور کہے گا کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا گمراہ جہمی ہے۔“ (أصول السّنّة:547/2)

امام محمد بن مصعب العابد رحمہ اللہ (228ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّكَ لَا تُكَلَّمُ، وَلَا تُرٰى فِي الْآخِرَةِ، فَهُوَ كَافِرٌ بِوَجْهِكَ، لَا يَعْرِفُكَ، أَشْهَدُ أَنَّكَ فَوْقَ الْعَرْشِ فَوْقَ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ، لَيْسَ كَمَا يَقُولُ أَعْدَائُكَ الزَّنَادِقَةُ.

”اللہ! جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ آخرت میں تجھ سے کوئی کلام نہیں کرے گا، نہ ہی کوئی تیرا دیدار کر سکے گا، وہ تیرے چہرے کا منکر اور تیری ذات سے جاہل ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے، ایسا نہیں

ہے، جیسے تیرے دشمن زندیق لوگ کہتے ہیں۔''

(تاریخ بغداد للخطیب:270/3، وسندہٗ صحیحٌ)

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (238ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَمَعَنِي وَهٰذَا الْمُبْتَدِعَ، يَعْنِي إِبْرَاهِيمَ بْنَ أَبِي صَالِحٍ، مَجْلِسُ الْأَمِيرِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاهِرٍ، فَسَأَلَنِي الْأَمِيرُ عَنْ أَخْبَارِ النُّزُولِ، فَسَرَدْتُّهَا، فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: كَفَرْتَ بِرَبٍّ يَّنْزِلُ مِنْ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ، فَقُلْتُ: آمَنْتُ بِرَبٍّ يَّفْعَلُ مَا يَشَاءُ.

''میں اور یہ بدعتی یعنی ابراہیم بن ابی صالح امیر عبداللہ بن طاہر کی مجلس میں جمع ہوئے۔ انھوں نے مجھ سے نزولِ باری تعالیٰ کی احادیث پوچھیں۔ میں نے بیان کر دیں۔ ابراہیم کہنے لگا: میں ایسے رب کا کفر کرتا ہوں، جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف نزول کرتا ہے۔ میں نے کہا: میں اس رب پر ایمان لاتا ہوں، جو جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔''

(الأسماء والصّفات للبیھقي:197/2، وفي نسخة:
376-375/2، الرقم:951، وسندہٗ صحیحٌ)

رسولِ اکرم ﷺ کی حدیث (صحیح مسلم: 758) کے مطابق اللہ ہر رات ساتویں آسمان سے پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، تو پھر ہر رات ساتویں آسمان سے پہلے آسمان کی طرف نزول کا کیا مطلب؟ شیخ الاسلام امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ جو نزولِ باری تعالیٰ کا اثبات کر رہے ہیں، ان کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ ہر جگہ نہیں ہے۔

امام محمد بن اسلم طوسی رحمہ اللہ (242ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن طاہر رحمہ اللہ نے کہا:

بَلَغَنِي أَنَّكَ لَا تَرْفَعُ رَأْسَكَ إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ: وَلِمَ، وَهَلْ أَرْجُو الْخَيْرَ إِلَّا مِمَّنْ هُوَ فِي السَّمَاءِ.

''مجھے خبر ملی ہے کہ آپ آسمان کی جانب سر نہیں اٹھاتے، میں نے کہا: کیوں؟ میں تو ہر خیر کی امید اسی (رب) سے کرتا ہوں، جو آسمانوں کے اوپر ہے۔''

(العلوّ للعلي الغفّار للذّهبي: 1167/2)

امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ (264ھ) اور امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (277ھ)

ان سے اہل سنت کے مذہب کی بابت پوچھا گیا، تو انھوں نے فرمایا:

أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ، حِجَازًا، وَّعِرَاقًا، وَّمِصْرًا، وَّشَامًا، وَّيَمَنًا، وَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى عَرْشِهٖ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهٖ، كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ بِلَا كَيْفٍ، أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا.

''ہم نے حجاز و عراق، مصر و شام اور یمن تمام علاقوں کے علماء کو دیکھا ہے، سب کا عقیدہ تھا کہ اللہ اپنے عرش پر (بلند) اور اپنی مخلوق سے جدا ہے، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبانی بغیر کیفیت بیان کیے بتایا ہے۔ اس نے ہر چیز کا علمی احاطہ کر رکھا ہے۔''

(شرح أصول اعتقاد أهل السّنة والجماعة، ص 165، الرقم: 321)

امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (280ھ)

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَتِ الْكَلِمَةُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ اللّٰهَ فَوْقَ عَرْشِهٖ، فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ.

''مسلمانوں کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔''

(الرّد علی بشر المریسي، ص408)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں:

قُلْتُ: أَوْضَحُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝﴾ (طٰہٰ: 5)، فَلْيُمَرَّ كَمَا جَاءَ، كَمَا هُوَ مَعْلُومٌ مِّنْ مَذْهَبِ السَّلَفِ، وَيُنْهَى الشَّخْصُ عَنِ الْمُرَاقَبَةِ وَالْجِدَالِ، وَتَأْوِيلَاتِ الْمُعْتَزِلَةِ: ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ﴾ (آل عمران:3:53)

''میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں سب سے واضح نص یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝﴾ (طه:5) (رحمٰن عرش پر مستوی ہے)، یہ آیت جیسے نازل ہوئی ہے، ایسے ہی گزاری جائے گی۔ (یعنی کسی تاویل کی ضرورت وگنجائش نہیں)، جیسا کہ سلف صالحین کے مذہب سے معلوم ہوتا ہے، انسان کو مراقبہ، جدال اور معتزلہ کی تاویلات سے بچ جانا چاہیے: ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ﴾ (آل عمران: 53) (ہمارے رب! ہم تیرے نازل کردہ دین پر ایمان لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی۔)''

(سیر أعلام النّبلاء: 325/13)

امام دارمی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَتِ الْكَلِمَةُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْكَافِرِينَ أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، وَحَدُّوهُ بِذٰلِكَ إِلَّا الْمَرِيسِيَّ الضَّالَّ وَأَصْحَابَهُ، حَتَّى الصِّبْيَانُ الَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ قَدْ عَرَفُوهُ بِذٰلِكَ، إِذَا حَزَبَ الصَّبِيَّ شَيْءٌ يَّرْفَعُ يَدَيْهِ إِلٰى رَبِّهٖ يَدْعُوهُ فِي السَّمَاءِ دُونَ مَا سِوَاهَا، فَكُلُّ أَحَدٍ بِاللّٰهِ وَبِمَكَانِهٖ أَعْلَمُ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ.

''یہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اتفاقی عقیدہ ہے کہ اللہ آسمانوں میں ہے، وہ اسے اوپر ہی مانتے ہیں، نیچے نہیں، سوائے گمراہ (بشر) مریسی اور اس کے مقلدین کے۔ حتی کہ وہ بچے بھی اللہ کو اوپر ہی مانتے ہیں، جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے۔ کسی بچے کو جب تکلیف ہوتی ہے، تو وہ اپنے ربّ کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے جو آسمانوں کے اوپر ہے کہیں اور نہیں۔ یوں کائنات کا ہر ایک فرد اللہ تعالیٰ اور اس کی جگہ کے بارے میں جہمیوں سے بڑھ کر جانتا ہے۔''

(نقض الإمام الدّارمي على المريسي، ص288)

مزید لکھتے ہیں:

وَيْلَكُمْ إِجْمَاعٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَجَمِيعِ الْأُمَّةِ، مِنْ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ وَالْفَرَائِضِ وَالْحُدُودِ وَالْأَحْكَامِ نَزَلَتْ آيَةُ كَذَا فِي كَذَا، وَنَزَلَتْ آيَةُ كَذَا فِي كَذَا، وَنَزَلَتْ سُورَةُ كَذَا فِي مَكَانِ كَذَا لَا نَسْمَعُ أَحَدًا يَّقُولُ: طَلَعَتْ مِنْ تَحْتِ الْأَرْضِ، وَلَا جَاءَتْ مِنْ أَمَامٍ، وَّلَا مِنْ خَلْفٍ، وَلٰكِنْ كُلُّهُ نَزَلَتْ مِنْ فَوْقٍ، وَمَا يَصْنَعُ بِالتَّنْزِيلِ مَنْ هُوَ بِنَفْسِهٖ فِي كُلِّ مَكَانٍ إِنَّمَا يَكُونُ شِبْهَ مُنَاوَلَةٍ، لَا تَنْزِيلًا مِّنْ فَوْقٍ

السَّمَاءِ مَعَ جِبْرِيلَ، إِذْ يَقُولُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى: ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾، وَالرَّبُّ بِزَعْمِكُمُ الْكَاذِبِ فِي الْبَيْتِ مَعَهٗ، وَجِبْرِيلُ يَأْتِيهِ مِنْ خَارِجٍ، هٰذَا وَاضِحٌ، وَّلٰكِنَّكُمْ تُغَالِطُونَ، فَمَنْ لَّمْ يَقْصِدْ بِإِيمَانِهٖ وَعِبَادَتِهٖ إِلَى اللّٰهِ الَّذِي اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ فَوْقَ سَمٰوَاتِهٖ، وَبَانَ مِنْ خَلْقِهٖ، فَإِنَّمَا يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ، وَلَا يَدْرِي أَيْنَ اللّٰهُ.

''جہمیو! تمھاری بربادی ہو، قرآنِ کریم کی تفسیر ہو، وراثت کے مسائل ہوں، حدود کا معاملہ ہو یا احکام کی بات ہو، صحابہ کرام، تابعین عظام اور تمام امتِ مسلمہ کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ فلاں آیت فلاں معاملہ میں نازل ہوئی، فلاں آیت فلاں شخص کے بارے میں اُتری اور فلاں سورت فلاں مقام پر نازل ہوئی۔ ہم نے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ کوئی آیت زمین کے نیچے سے نمودار ہوئی ہو یا آگے، پیچھے سے آئی ہو۔ ہر آیت اُوپر سے نازل ہوئی۔ جو ذات بذات خود ہر جگہ ہو، اُسے کسی چیز کو اُوپر سے اُتارنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو ویسے ہی ایسی چیز دے سکتا ہے، اُسے جبریل کے ساتھ آسمان سے اُتارنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۝﴾ (النحل: 102) (اے نبی! کہہ دیجیے کہ اس قرآن کو روح القدس نے تیرے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ اُتارا ہے، تاکہ مومنوں کو ثابت قدم کیا جا سکے۔ یہ مسلمانوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔'' تمھارے باطل خیالات کے مطابق رب تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہی گھر میں تھا اور جبریل (وحی لے

کر) باہر سے آتے تھے۔ مسئلہ بالکل واضح ہے، لیکن تم مخالطہ دیتے ہو۔ لہٰذا جو ایمان اور عبادت میں اللہ کی طرف توجہ نہیں کرتا، اللہ کہ جو ساتوں آسمانوں سے اوپر عرش پر مستوی ہے اور مخلوق سے جدا ہے، تو وہ غیر اللہ کا پجاری ہے، وہ جانتا ہی نہیں کہ اللہ کہاں ہے؟'' (الرّد على الجهمية، ص 66)

بشر مریسی اور اس کے اساتذہ سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:

زَعَمْتَ أَنْتَ وَالْمُضِلُّونَ مِنْ زُعَمَائِكَ أَنَّهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ.

''آپ کا اور آپ کے گمراہ ساتھیوں کا دعوی ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔''

(الرّد على بشر المريسي:1/493)

امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (287ھ)

آپ رحمہ اللہ اپنی کتاب السنۃ (1/215، باب: 104) میں یوں تبویب کرتے ہیں:

مَا ذُكِرَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي سَمَائِهِ دُونَ أَرْضِهِ.

''ان دلائل کا بیان کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے، زمین میں نہیں۔''

امام ابو جعفر، محمد بن احمد بن نصر، ترمذی رحمہ اللہ (295ھ)

آپ رحمہ اللہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ (ہر رات) آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، تو نزول کے بعد علو (بلندی) کیسے باقی رہ جاتا ہے؟ فرمایا:

اَلنُّزُولُ مَعْقُولٌ، وَالْكَيْفُ مَجْهُولٌ، وَالْإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ.

''نزولِ باری تعالیٰ معلوم ہے، کیفیت نامعلوم ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے اور کیفیت بارے سوال کرنا بدعت ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب:382/1، وسندہٗ صحیحٌ)

امام محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (297ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذَكَرُوا أَنَّ الْجَهْمِيَّةَ يَقُولُونَ: لَيْسَ بَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبَيْنَ خَلْقِهٖ حِجَابٌ، وَّأَنْكَرُوا الْعَرْشَ، وَأَنْ يَّكُونَ هُوَ فَوْقَهٗ وَفَوْقَ السَّمَاوَاتِ، وَقَالُوا: إِنَّ اللّٰهَ فِي كُلِّ مَكَانٍ.

''انھوں نے ذکر کیا ہے کہ جہمیہ کے بقول اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان پردہ نہیں، نیز انھوں نے اللہ کے آسمانوں کے اوپر عرش پر ہونے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ ہر جگہ میں ہے۔'' (کتاب العرش: 2)

نیز فرماتے ہیں:

ثُمَّ تَوَافَرَتِ الْأَخْبَارُ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْعَرْشَ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ بِذَاتِهٖ، ثُمَّ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ فَصَارَ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ وَمِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْعَرْشِ، فَهُوَ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ وَفَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهٖ مُتَخَلِّصًا مِّنْ خَلْقِهٖ، بَائِنًا مِّنْهُمْ، عِلْمُهٗ فِي خَلْقِهٖ، لَا يَخْرُجُونَ مِنْ عِلْمِهٖ.

''احادیث متواترہ اس پر دلیل ہیں کہ اللہ اپنی ذات کے ساتھ اپنے عرش پر

مستوی ہے، چنانچہ وہ آسمانوں کے اوپر اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے علیحدہ وجدا ہے، اس کا علم اس کی مخلوق میں ہے، وہ اس کے علم سے باہر نہیں ہو سکتے۔'' (کتاب العرش، ص 2)

جہمیہ کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالُوا: إِنَّهٗ فِی كُلِّ مَكَانٍ.

''ان کا کہنا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے۔'' (کتاب العرش، ص 276)

ایک مقام پہ لکھتے ہیں:

فَسَّرَتِ الْعُلَمَاءُ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ يَعْنِي بِعِلْمِهٖ، تَوَافَرَتِ الْأَخْبَارُ أَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْعَرْشَ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ بِذَاتِهٖ فَهُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهٖ، مُتَخَلِّصًا مِّنْ خَلْقِهٖ بَائِنًا مِّنْهُمْ، عِلْمُهٗ فِي خَلْقِهٖ، لَا يَخْرُجُونَ مِنْ عِلْمِهٖ.

''اہل علم نے ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ (اور وہ تمھارے ساتھ ہے) کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے علم کے ساتھ آپ کے ساتھ ہے، کیونکہ اس بارے میں احادیث بہت زیادہ ہیں کہ اللہ نے عرش کو پیدا کیا، پھر اپنی ذات کے ساتھ اس پر مستوی ہوا، پس وہ اپنی ذات کے ساتھ اپنے عرش کے اوپر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے، ان سے علیحدہ ہے۔ اس کا علم اس کی مخلوق میں موجود ہے، وہ اس کے علم سے باہر نہیں نکل سکتے۔'' (کتاب العرش، ص 276، 292)

مزید لکھتے ہیں:

قَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾، فَاللّٰهُ تَعَالَى اسْتَوٰى

عَلَى الْعَرْشِ، يَرٰى كُلَّ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرَضِينَ وَيَعْلَمُ وَيَسْمَعُ كُلَّ ذٰلِكَ بِعَيْنِهٖ، وَهُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ، لَا الْحُجُبُ الَّتِي احْتَجَبَ بِهَا مِنْ خَلْقِهٖ تَحْجُبُهٗ مِنْ أَنْ يَرٰى وَيَسْمَعَ مَا فِي الْأَرْضِ السُّفْلٰى، وَلٰكِنَّهٗ خَلَقَ الْحُجُبَ وَخَلَقَ الْعَرْشَ كَمَا خَلَقَ الْخَلْقَ لِمَا شَاءَ وَكَيْفَ شَاءَ.

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔) اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور زمین و آسمان کی ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ وہ عرش پر مستوی ہوتے ہوئے ہر چیز کو جانتا اور اس کی آواز کو بعینہ سنتا ہے۔ ایسے پردے موجود نہیں، جو سب سے نچلی زمین میں موجود چیز کو دیکھنے سے اس کے لیے رکاوٹ بنیں۔ اسی نے پردے پیدا کیے اور اسی نے عرش پیدا کیا ہے، جیسا کہ اسی نے جب چاہا اور جیسے چاہا مخلوق کو پیدا کیا۔''

(العَرش وما روي فيه لابن أبي شيبة، ص 2)

مخلوق کے اجماع کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْخَلْقُ جَمِيعًا أَنَّهُمْ إِذَا دَعَوُا اللّٰهَ جَمِيعًا رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ، فَلَوْ كَانَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْأَرْضِ السُّفْلٰى، مَا كَانُوا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ وَهُوَ مَعَهُمْ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ تَوَافَرَتِ الْأَخْبَارُ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْعَرْشَ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ بِذَاتِهٖ، ثُمَّ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ فَصَارَ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ وَمِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْعَرْشِ، فَهُوَ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ وَفَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهٖ

مُتَخَلِّصًا مِنْ خَلْقِهِ، بَائِنًا مِّنْهُمْ، عِلْمُهُ فِي خَلْقِهِ، لَا يَخْرُجُونَ مِنْ عِلْمِهِ.

''تمام مخلوق جب دُعا کرتی ہے، تو اتفاقی طور پر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتی ہے۔ اگر اللہ نیچے والی زمین میں ہوتا، تو لوگ اللہ کے زمین میں اپنے ساتھ ہوتے ہوئے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند نہ کرتے۔ پھر متواتر احادیث بھی بتاتی ہیں کہ اللہ نے عرش کو پیدا کیا، پھر اپنی ذات کے ساتھ اس پر مستوی ہوگیا۔ وہ زمین سے آسمان کی طرف اور آسمان سے عرش کی طرف ہوا۔ وہ اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔ اپنی مخلوق سے جُدا ہے۔ ہاں اس کا علم مخلوق میں ہے۔ مخلوق اس کے علم سے باہر نہیں نکل سکتی۔''

(كتاب العرش، ص51، وفي نسخة، ص128)

ابو عبد اللہ عمرو بن عثمان مکی رحمہ اللہ (297ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُسْتَوِي عَلٰى عَرْشِهِ بِعَظْمَةِ جَلَالِهِ، دُونَ كُلِّ مَكَانٍ.

''اللہ اپنی عظمت وجلالت کے ساتھ عرش پر مستوی ہے، ہر جگہ نہیں۔''

(كتاب العرش للذّهبي:2/348)

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (224-310ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَسْبُ امْرِئٍ ...... أَنْ يَّعْلَمَ أَنَّ رَبَّهُ هُوَ الَّذِي عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى،

فَمَنْ تَجَاوَزَ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ.

”انسان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے معلوم ہو کہ اس کا رب وہ ہے، جو عرش پر مستوی ہے۔ جو اس سے تجاوز کرے گا، یقیناً تباہ و برباد ہو گا۔“

(صريح السُّنة: 27)

آیت ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ (فاطر: 10) ”اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل پاکیزہ کلمات کو بلند کرتا ہے۔“ کی بابت لکھتے ہیں:

إِلَى اللّٰهِ يَصْعَدُ ذِكْرُ الْعَبْدِ إِيَّاهُ وَثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ.

”بندے کا ذکر اور حمد و ثنا اللہ کی طرف چڑھتے ہیں۔“ (تفسير الطّبري: 338/19)

امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (223-311ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ كَمَا أَخْبَرَنَا فِي مُحْكَمِ تَنْزِيلِهِ وَعَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَكَمَا هُوَ مَفْهُومٌ فِي فِطْرَةِ الْمُسْلِمِينَ، عُلَمَائِهِمْ وَجُهَّالِهِمْ، أَحْرَارِهِمْ وَمَمَالِيكِهِمْ، ذُكْرَانِهِمْ وَإِنَاثِهِمْ، بَالِغِيهِمْ وَأَطْفَالِهِمْ، كُلُّ مَنْ دَعَا اللّٰهَ جَلَّ وَعَلَا فَإِنَّمَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَيَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى اللّٰهِ، إِلٰى أَعْلَاهُ لَا إِلٰى أَسْفَلَ.

”اللہ آسمانوں کے اوپر ہے، جیسا کہ اللہ نے اپنی محکم کتاب اور اپنے نبی اکرم ﷺ کی زبانی بیان فرمایا ہے، نیز یہ بات مسلمان علما و جہلا، آزاد و غلام،

مذکر و مؤنث، بالغ و نابالغ سب کی فطرت میں موجود ہے۔ ہر شخص جب اللہ سے دُعا کرتا ہے، تو اپنا سر آسمانوں کی طرف بلند کرتا ہے اور اپنے ہاتھ اللہ کے سامنے پھیلاتا ہے، نیچے کی طرف نہیں پھیلاتا۔" (کتاب التّوحید:254/1)

مزید لکھتے ہیں:

مِمَّا هُوَ مُصَرَّحٌ فِي التَّنْزِيلِ أَنَّ الرَّبَّ جَلَّ وَعَلَا فِي السَّمَاءِ، لَا كَمَا قَالَتِ الْجَهْمِيَّةُ الْمُعَطِّلَةُ: إِنَّهُ فِي أَسْفَلِ الْأَرَضِينَ، فَهُوَ فِي السَّمَاءِ.

"قرآن مجید میں خوب وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ سب سے نچلی زمین میں ہے، ان کی یہ بات غلط۔"

(کتاب التّوحید:255/1)

ایک باب اسی مسئلہ پر قائم فرماتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ الدَّلِيلِ عَلٰى أَنَّ الْإِقْرَارَ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ مِنَ الْإِيمَانِ.

"یہ اقرار کہ اللہ آسمان پر ہے، یہ عقیدہ رکھنا ایمان کا جزو لازم ہے۔"

(کتاب التّوحید:278/1)

ایک دوسرا باب ملاحظہ ہو:

بَابُ ذِكْرِ سُنَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُثْبِتَةِ أَنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلَا فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ وَّأَنَّهُ فِي السَّمَاءِ، كَمَا أَعْلَمَنَا فِي وَحْيِهِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ، إِذْ لَا تَكُونُ سُنَّتُهُ أَبَدًا الْمَنْقُولَةُ عَنْهُ بِنَقْلِ الْعَدْلِ عَنِ الْعَدْلِ مَوْصُولًا إِلَيْهِ إِلَّا مُوَافِقَةً لِّكِتَابِ اللّٰهِ لَا مُخَالِفَةً لَّهُ.

''ان احادیث نبویہ کا بیان، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ہر شی اور آسمانوں سے اوپر ہے۔ اس نے ہمیں اپنے نبی کی زبانی وحی میں بتایا ہے۔ جو حدیث نبی اکرم ﷺ سے عادل راویوں کے ذریعے منقول ہو اور سند متصل ہو، وہ ہمیشہ کتاب اللہ کے موافق ہوتی ہے، مخالف نہیں ہوتی۔'' (كتاب التوحيد:265/1)

معراج کی احادیث بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فِي الْأَخْبَارِ دَلَالَةٌ وَّاضِحَةٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِجَ بِهٖ مِنَ الدُّنْيَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ عَلَيْهِ الصَّلَوَاتِ عَلٰى مَا جَاءَ فِي الْأَخْبَارِ، فَتِلْكَ الْأَخْبَارُ كُلُّهَا دَالَّةٌ عَلٰى أَنَّ الْخَالِقَ الْبَارِئَ فَوْقَ سَبْعِ سَمَاوَاتِهٖ لَا عَلٰى مَا زَعَمَتِ الْمُعَطِّلَةُ أَنَّ مَعْبُودَهُمْ هُوَ مَعَهُمْ فِي مَنَازِلِهِمْ، وَكَنَفِهِمْ.

''احادیث مبارکہ میں واضح دلالت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو دنیا سے ساتویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا، نیز اللہ نے آپ پر پانچ نمازیں فرض کیں جیسا کہ احادیث میں ہے۔ یہ تمام احادیث دلیل ہیں کہ خالق ارض و سماوات آسمانوں کے اوپر ہے، اس طرح نہیں، جیسے معطّلہ نے سمجھ رکھا ہے کہ ان کا معبود ان کے ساتھ ان کے گھروں اور ان کے طہارت خانوں میں ہوتا ہے۔''

(كتاب التوحيد:272/1، 273)

اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری پہر میں آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں۔ اس پر باب بایں الفاظ قائم کرتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ أَخْبَارٍ ثَابِتَةِ السَّنَدِ صَحِيحَةِ الْقَوَامِ رَوَاهَا عُلَمَاءُ الْحِجَازِ

وَالْعِرَاقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نُزُولِ الرَّبِّ جَلَّ وَعَلَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ، نَشْهَدُ شَهَادَةَ مُقِرٍّ بِلِسَانِهٖ، مُصَدِّقٍ بِقَلْبِهٖ مُسْتَيْقِنٍ بِمَا فِي هٰذِهِ الْأَخْبَارِ مِنْ ذِكْرِ نُزُولِ الرَّبِّ مِنْ غَيْرِ أَنْ نَصِفَ الْكَيْفِيَّةَ، لِأَنَّ نَبِيَّنَا الْمُصْطَفٰى لَمْ يَصِفْ لَنَا كَيْفِيَّةَ نُزُولِ خَالِقِنَا إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا، أَعْلَمَنَا أَنَّهٗ يَنْزِلُ وَاللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا لَمْ يَتْرُكْ، وَلَا نَبِيُّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيَانَ مَا بِالْمُسْلِمِينَ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ، مِنْ أَمْرِ دِينِهِمْ فَنَحْنُ قَائِلُونَ مُصَدِّقُونَ بِمَا فِي هٰذِهِ الْأَخْبَارِ مِنْ ذِكْرِ النُّزُولِ غَيْرَ مُتَكَلِّفِينَ الْقَوْلَ بِصِفَتِهٖ أَوْ بِصِفَةِ الْكَيْفِيَّةِ، إِذِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَصِفْ لَنَا كَيْفِيَّةَ النُّزُولِ وَفِي هٰذِهِ الْأَخْبَارِ مَا بَانَ وَثَبَتَ وَصَحَّ أَنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلَا فَوْقَ سَمَاءِ الدُّنْيَا، الَّذِي أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ يَنْزِلُ إِلَيْهِ، إِذْ مُحَالٌ فِي لُغَةِ الْعَرَبِ أَنْ يَقُولَ: نَزَلَ مِنْ أَسْفَلَ إِلٰى أَعْلٰى، وَمَفْهُومٌ فِي الْخِطَابِ أَنَّ النُّزُولَ مِنْ أَعْلٰى إِلٰى أَسْفَلَ.

''ان احادیث کا بیان، جو سند اور متن کے اعتبار سے صحیح ہیں اور انھیں حجاز اور عراق کے علما نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا ہے۔ یہ احادیث اللہ کے ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرمانے کے متعلق ہیں۔ ہم زبان کے ساتھ گواہی اور دل کے ساتھ تصدیق بجا لاتے ہیں اور ان احادیث میں نزول باری تعالیٰ کے بیان پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ البتہ اس کی کیفیت کو ہم بیان

نہیں کرتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے خالق کے آسمانِ دنیا کی طرف نزول کی کیفیت بیان نہیں کی۔ آپ ﷺ نے صرف یہ بتایا ہے کہ وہ نزول فرماتا ہے۔ اللہ اور اس کے نبی نے مسلمانوں کے لیے دینی حوالے سے کوئی بھی ضروری بات تشنہ نہیں چھوڑی۔ ہم اس کے قائل ہیں اور ان احادیث میں موجود نزول باری تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ یا اس کے نزول کی کیفیت کے بیان میں تکلف سے کام نہیں لیتے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے نزول کی کیفیت بیان نہیں کی۔ ان احادیث سے بڑی وضاحت وصراحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ آسمانِ دنیا سے اوپر ہے، جس کی طرف نزول کی ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی ہے، کیونکہ لغت عرب میں نیچے سے اوپر کی طرف نزول ممکن ہی نہیں۔ مفہوم خطاب یہی ہے کہ نزول اوپر سے نیچے کی طرف ہوتا ہے۔"

(کتاب التّوحید:1/289-290)

نیز فرماتے ہیں:

قَدْ ذَكَرْنَا اسْتِوَاءَ رَبِّنَا عَلَى الْعَرْشِ فِي الْبَابِ قَبْلُ، فَاسْمَعُوا الْآنَ مَا أَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْ كِتَابِ رَبِّنَا الَّذِي هُوَ مَسْطُورٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ، مَقْرُوءٌ فِي الْمَحَارِيبِ وَالْكَتَاتِيبِ، مِمَّا هُوَ مُصَرَّحٌ فِي التَّنْزِيلِ أَنَّ الرَّبَّ جَلَّ وَعَلَا فِي السَّمَاءِ، لَا كَمَا قَالَتِ الْجَهْمِيَّةُ الْمُعَطِّلَةُ: إِنَّهُ فِي أَسْفَلِ الْأَرَضِينَ، فَهُوَ فِي السَّمَاءِ، عَلَيْهِمْ لَعَائِنُ اللّٰهِ التَّابِعَةُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ﴾،

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا﴾، أَفَلَيْسَ قَدْ أَعْلَمَنَا يَا ذَوِي الْحِجَا خَالِقُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ، وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾، أَفَلَيْسَ الْعِلْمُ مُحِيطًا يَا ذَوِي الْحِجَا وَالْأَلْبَابِ أَنَّ الرَّبَّ جَلَّ وَعَلَا فَوْقَ مَنْ يَّتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ الطَّيِّبَةِ، فَتَصْعَدُ إِلَى اللّٰهِ كَلِمَتُهُ، لَا كَمَا زَعَمَتِ الْمُعَطِّلَةُ الْجَهْمِيَّةُ أَنَّهُ تَهْبِطُ إِلَى اللّٰهِ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ كَمَا تَصْعَدُ إِلَيْهِ، أَلَمْ تَسْمَعُوا يَا طُلَّابَ الْعِلْمِ قَوْلَهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ: ﴿يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ﴾، أَلَيْسَ إِنَّمَا يُرْفَعُ الشَّيْءُ مِنْ أَسْفَلَ إِلٰى أَعْلَا، لَا مِنْ أَعْلَا إِلٰى أَسْفَلَ؟، وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾، وَمُحَالٌ أَنْ يَهْبِطَ الْإِنْسَانُ مِنْ ظَهْرِ الْأَرْضِ إِلٰى بَطْنِهَا، أَوْ إِلٰى مَوْضِعٍ أَخْفَضَ مِنْهُ وَأَسْفَلَ فَيُقَالُ: رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ، لِأَنَّ الرِّفْعَةَ فِي لُغَةِ الْعَرَبِ الَّذِينَ بِلُغَتِهِمْ خُوطِبْنَا لَا تَكُونُ إِلَّا مِنْ أَسْفَلَ إِلٰى أَعْلٰى وَفَوْقَ أَلَمْ تَسْمَعُوا قَوْلَ خَالِقِنَا جَلَّ وَعَلَا يَصِفُ نَفْسَهُ: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾، أَوَ لَيْسَ الْعِلْمُ مُحِيطًا، إِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ جَمِيعِ عِبَادِهِ، مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَالْمَلَائِكَةِ، الَّذِينَ هُمْ سُكَّانُ السَّمَاوَاتِ جَمِيعًا؟ أَوَلَمْ تَسْمَعُوا قَوْلَ الْخَالِقِ الْبَارِىءِ: ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ

لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝﴾

فَأَعْلَمَنَا الْجَلِيلُ جَلَّ وَعَلَا فِي هٰذِهِ الْآيَةِ أَيْضًا أَنَّ رَبَّنَا فَوْقَ مَلَائِكَتِهِ، وَفَوْقَ مَا فِي السَّمَاوَاتِ، وَمَا فِي الْأَرْضِ، مِنْ دَابَّةٍ، أَعْلَمَنَا أَنَّ مَلَائِكَتَهُ يَخَافُونَ رَبَّهُمُ الَّذِي فَوْقَهُمْ وَالْمُعَطِّلَةُ تَزْعُمُ أَنَّ مَعْبُودَهُمْ تَحْتَ الْمَلَائِكَةِ، أَلَمْ تَسْمَعُوا قَوْلَ خَالِقِنَا: ﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ﴾، أَلَيْسَ مَعْلُومًا فِي اللُّغَةِ السَّائِرَةِ بَيْنَ الْعَرَبِ الَّتِي خُوطِبْنَا بِهَا وَبِلِسَانِهِمْ نَزَلَ الْكِتَابُ، أَنَّ تَدْبِيرَ الْأَمْرِ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، إِنَّمَا يُدَبِّرُهُ الْمُدَبِّرُ، وَهُوَ فِي السَّمَاءِ لَا فِي الْأَرْضِ، كَذٰلِكَ الْمَفْهُومُ عِنْدَهُمْ أَنَّ الْمَعَارِجَ الْمَصَاعِدُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾، وَإِنَّمَا يَعْرُجُ الشَّيْءُ مِنْ أَسْفَلَ إِلٰى أَعْلٰى وَفَوْقَ، لَا مِنْ أَعْلٰى إِلٰى دُونَ وَأَسْفَلَ، فَتَفَهَّمُوا لُغَةَ الْعَرَبِ لَا تَغَالَطُوا وَقَالَ جَلَّ وَعَلَا: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝﴾، فَالْأَعْلٰى مَفْهُومٌ فِي اللُّغَةِ أَنَّهُ أَعْلٰى شَيْءٍ، وَفَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ، وَاللّٰهُ قَدْ وَصَفَ نَفْسَهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنْ تَنْزِيلِهِ وَوَحْيِهِ، أَعْلَمَنَا أَنَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، أَفَلَيْسَ الْعَلِيُّ يَا ذَوِي الْحِجَا مَا يَكُونُ عَلِيًّا، لَا كَمَا تَزْعُمُ الْمُعَطِّلَةُ الْجَهْمِيَّةُ أَنَّهُ أَعْلٰى وَأَسْفَلُ، وَوَسَطٌ، وَمَعَ كُلِّ شَيْءٍ، وَفِي كُلِّ مَوْضِعٍ مِنْ أَرْضٍ وَّسَمَاءٍ، وَفِي أَجْوَافِ جَمِيعِ الْحَيَوَانِ وَلَوْ تَدَبَّرُوا آيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَوَفَّقَهُمُ

اللّٰہُ لِفَھْمِھَا، لَعَقَلُوا أَنَّھُمْ جُھَّالٌ، لَا یَفْھَمُونَ مَا یَقُولُونَ، وَبِأَنَّ لَھُمْ جَھْلَ أَنْفُسِھِمْ، وَخَطَأَ مَقَالَتِھِمْ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَمَّا سَأَلَہٗ کَلِیمُہٗ مُوسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ أَنْ یُرِیَہٗ یَنْظُرَ إِلَیْہِ قَالَ: ﴿لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ﴾ إِلٰی قَوْلِہٖ: ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا﴾ أَفَلَیْسَ الْعِلْمُ مُحِیطًا یَا ذَوِي الْأَلْبَابِ أَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَوْ کَانَ فِي کُلِّ مَوْضِعٍ، وَمَعَ کُلِّ بَشَرٍ وَخَلْقٍ کَمَا زَعَمَتِ الْمُعَطِّلَۃُ، لَکَانَ مُتَجَلِّیًا لِّکُلِّ شَيْءٍ، وَکَذٰلِکَ جَمِیعِ مَا فِي الْأَرْضِ، لَوْ کَانَ مُتَجَلِّیًا لِّجَمِیعِ أَرْضِہٖ سَھْلِھَا وَوَعْرِھَا وَجِبَالِھَا، وَبَرَارِیھَا وَمَفَاوِزِھَا، وَمُدُنِھَا وَقُرَاھَا، وَعُمْرَانِھَا وَخَرَابِھَا، وَجَمِیعِ مَا فِیھَا مِنْ نَبَاتٍ، وَّبِنَاءٍ لَجَعَلَھَا دَکًّا کَمَا جَعَلَ اللّٰہُ الْجَبَلَ الَّذِي تَجَلّٰی لَہٗ دَکًّا، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا﴾.

”گزشتہ باب میں ہم نے بیان کیا کہ اللہ عرش پر مستوی ہے۔اب وہ آیات میں آپ کو سناتا ہوں، جو منبر و محراب میں پڑھی جانے والی کتاب میں موجود ہیں۔ ان آیات میں یہ حقیقت وضاحت سے بیان ہوئی ہے کہ اللہ کی ذات آسمانوں سے اوپر ہے۔ جہمیہ معطلہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ سب زمینوں کے نیچے بھی ہے اور آسمانوں کے اوپر بھی۔ جہمیوں پر اللہ تعالیٰ کی مسلسل لعنتیں برسیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ﴾ (الملك: 16) (تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو، جو

آسمانوں کے اوپر ہے کہ کہیں وہ تمھیں زمین میں دھنسا نہ دے؟)، نیز فرمایا:
﴿اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا﴾ (الملك: 17) (یا تم اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمانوں کے اوپر ہے کہ کہیں وہ تم پر پتھروں کی بارش نہ کر دے؟) اصحابِ شعور! کیا آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ان سب کے خالق نے ان دو آیات میں بتایا نہیں کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ خود اس کا فرمان ہے: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ (فاطر: 10) (اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل پاکیزہ کلمات کو بلند کرتا ہے۔) اربابِ دانش! کیا اس آیت سے معلوم نہیں ہو جاتا کہ اللہ پاکیزہ کلمات ادا کرنے والے سے اوپر ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ اوپر ہے، تو ہی اس کی طرف یہ کلمات چڑھیں گے۔ جہمیہ معطلہ کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ جس طرح اللہ کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں، اسی طرح اس کی طرف نازل بھی ہوتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، نعوذ باللہ!) طالبِ علم حضرات! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا جو اس نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا: ﴿يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ (آل عمران: 55) (عیسیٰ! میں آپ کو پورا پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔) کیا یہ بات حقیقت نہیں کہ کسی چیز کا چڑھنا صرف نیچے سے اوپر کی طرف ہی ہوسکتا ہے، اوپر سے نیچے کی طرف چڑھا نہیں جا سکتا؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ (النساء: 158) (بلکہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا) یہ بات ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص زمین کے اوپر سے نیچے کی طرف جائے یا

اونچی جگہ سے نیچی کی طرف جائے، تو کہہ دیا جائے کہ اسے اللہ نے اوپر اٹھا لیا ہے، کیونکہ عربی زبان جس کے ذریعے (قرآن کریم میں) ہمیں مخاطب کیا گیا ہے، اس میں اٹھنا ہمیشہ نیچے سے اوپر کی طرف ہوتا ہے۔ کیا آپ نے ہمارے خالق عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ (الأنعام: 18) (اور وہ اپنے بندوں کے اوپر ہے اور ان پر غالب ہے۔) کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان میں رہنے والے اپنے تمام بندوں، یعنی جنوں، انسانوں، آسمانوں میں رہنے والے فرشتوں سے اوپر اور بلند ہے۔ کیا آپ نے باری تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝﴾ (النحل:50) (آسمان و زمین میں جو چوپائے اور فرشتے ہیں، سب اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ وہ اپنے اوپر سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں، جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔) اللہ رب العزت نے ہمیں اس آیت میں بتایا ہے کہ وہ اپنے فرشتوں اور آسمان و زمین کے تمام جانداروں سے اوپر اور بلند ہے۔ اس نے ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس کے فرشتے اپنے اس رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے۔ اس کے برعکس معطلہ کا دعویٰ ہے کہ ان کا معبود فرشتوں سے نیچے ہے۔ کیا آپ نے ہمارے خالق کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ﴾ (السّجدة: 5) (وہ آسمانوں سے زمین کی طرف معاملات کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ معاملہ اس کی

طرف چڑھتا ہے۔) کیا لغت عرب جو معروف ہے اور جس میں قرآنِ کریم نازل ہوا ہے، اس سے یہ بات عیاں نہیں ہو جاتی کہ معاملات کی تدبیر اللہ آسمانوں سے زمین کی طرف کرتا ہے اور وہ آسمانوں کے اوپر ہے، زمین میں نہیں؟ عربوں کے ہاں عَرَجَ کا مادہ اوپر جانے اور چڑھنے کے معنی میں ہی ہوتا ہے۔ کوئی چیز ہمیشہ نیچے سے اوپر کی طرف ہی چڑھتی ہے، اوپر سے نیچے کی طرف نہیں۔ لغت عرب کو سمجھو، مغالطے نہ ڈالو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝﴾ (الأعلیٰ: 1) (آپ اپنے اعلیٰ رب کے نام کی تسبیح بیان کریں۔) لغتِ عرب میں کسی چیز کے اعلیٰ ہونے کا معنی و مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ سب سے بلند اور اوپر ہو۔ اللہ نے قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر اپنے آپ کو اَلْعَلِيُّ اور اَلْعَظِیْمُ کہا ہے۔ اربابِ ہوش! کیا اَلْعَلِيُّ وہی نہیں ہوتا، جو بلند ہو؟ اس سب کے باوجود جہمیہ معطلہ کہتے ہیں کہ اللہ اوپر بھی ہے اور نیچے بھی، درمیان میں بھی ہے اور ہر چیز کے ساتھ بھی، بلکہ زمین و آسمان میں ہر جگہ ہے، تمام جانداروں کے پیٹ میں بھی ہے (نعوذ باللہ!) حالاں کہ اگر وہ قرآنِ کریم کی ایک بھی آیت پر غور کر لیتے اور اللہ اس کو سمجھنے کی توفیق ان کو مرحمت فرماتا تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ وہ پرلے درجے کے جاہل ہیں اور اپنی زبان سے نکلنے والی باتوں کو بھی نہیں سمجھ پاتے، ان کے سامنے اپنی جہالت اور اپنے اقوال کی غلطی عیاں ہو جاتی۔ اللہ سے جب موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے مطالبہ کیا کہ وہ اسے دیکھنا چاہتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ

﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا﴾ (الأعراف: 143) (آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا، تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے۔ جب ان کے رب نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی، تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔) اصحابِ عقل وشعور! کیا یہ بات معلوم نہیں کہ اگر معطلہ کے کہنے کے مطابق اللہ ہر جگہ ہوتا اور ہر بشر اور ہر مخلوق کے ساتھ ہوتا تو اس کی تجلی ہر چیز پر اور زمین کی تمام مخلوقات پر پڑتی۔ اگر اللہ تعالیٰ ساری زمین یعنی میدانوں، جنگلات، پہاڑوں، براعظموں، ریگستانوں، شہروں، بستیوں، آبادیوں، ویرانوں، تمام نباتات اور تمام عمارتوں پر تجلی کرتا، تو سب کا سب اسی طرح ریزہ ریزہ ہو جاتا، جس طرح وہ پہاڑ (کوہِ طور) ریزہ ریزہ ہوا تھا، جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی ڈالی تھی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا﴾ (الأعراف: 143) (جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی، تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا)۔'' (كتاب التوحيد، ص 254-258)

پھر فیصلہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

مَنْ لَّمْ يُقِرَّ بِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى عَرْشِهٖ، قَدِ اسْتَوٰى فَوْقَ سَبْعِ سَمَاوَاتِهٖ، فَهُوَ كَافِرٌ بِرَبِّهٖ.

''جو یہ اقرار نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر سات آسمانوں کے اوپر مستوی ہے، وہ اپنے ربّ کا کافر ہے۔'' (معرفة علوم الحديث للحاكم، ص 84، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابوالشیخ ابن حیان اصبہانی رحمہ اللہ (329ھ)

آپ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب العظمة (543/2) میں ایک باب یوں قائم کیا ہے:

ذِكْرُ عَرْشِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَكُرْسِيِّهٖ وَعَظْمِ خَلْقِهِمَا، وَعُلُوِّ الرَّبِّ فَوْقَ عَرْشِهٖ.

''اللہ کے عرش، اس کی کرسی اور ان دونوں چیزوں کی عظمت کا بیان، نیز یہ بیان کہ اللہ عرش پر بلند ہے۔''

امام طبرانی رحمہ اللہ (260-360ھ)

آپ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''السنۃ'' میں ان الفاظ کے ساتھ باب قائم کیا ہے:

بَابُ مَا جَاءَ فِي اسْتِوَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى عَرْشِهٖ، وَأَنَّهٗ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهٖ.

''اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا اور مخلوق سے جدا ہونے کا بیان ہے۔''

(كتاب العرش للذهبي:404/2)

چوتھی صدی کے ائمہ دین

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (324ھ)

ان کی بابت حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ أَبُو الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيُّ نَقَلَ الْإِجْمَاعَ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ اسْتَوٰى عَلٰى عَرْشِهٖ.

"اسی طرح امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔" (مختصر الصّواعق المُرسلة: 318)

تفصیل کے لیے امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کی کتاب الابانۃ اور مقالات الاسلامیین کا مطالعہ کریں۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ عَلٰى عَرْشِهٖ، كَمَا قَالَ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾.

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر ہے، جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (رحمٰن عرش پر مستوی ہوا)۔"

(مقالات الإسلاميين، ص 290)

امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (360ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنِّي أُحَذِّرُ إِخْوَانِي الْمُؤْمِنِينَ مَذْهَبَ الْحَلُولِيَّةِ، الَّذِي لَعَبَ بِهِمُ الشَّيْطَانُ، فَخَرَجُوا بِسُوءِ مَذْهَبِهِمْ عَنْ طَرِيقِ أَهْلِ الْعِلْمِ، مَذَاهِبُهُمْ قَبِيحَةٌ، لَا تَكُونُ إِلَّا فِي مَفْتُونٍ هَالِكٍ زَعَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَالٌّ فِي كُلِّ شَيْءٍ، حَتّٰى أَخْرَجَهُمْ سُوءُ مَذْهَبِهِمْ إِلٰى أَنْ تَكَلَّمُوا فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا تُنْكِرُهُ الْعُلَمَاءُ الْعُقَلَاءُ، لَا يُوَافِقُ قَوْلَهُمْ كِتَابٌ وَّلَا سُنَّةٌ وَّلَا قَوْلُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَلَا قَوْلُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ.

''میں اپنے مومن بھائیوں کو حلولیہ کے مذہب سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں، ان کے ساتھ شیطان نے کھیل کھیلا اور وہ اپنے برے مذہب کی وجہ سے اہل علم کے مذہب سے نکل گئے۔ ان کے مذاہب انتہائی قبیح ہیں، جنھیں کوئی پاگل ومجنون ہی اپنا سکتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حلول کیے ہوئے ہے، حتی کہ ان کے مذہب کی گندگی نے انھیں اللہ کے متعلق ایسی ایسی باتیں کرنے پر مجبور کیا، جن کا عقل مند علما انکار کرتے ہیں۔ نہ تو کتاب وسنت میں ان کے قول کی حمایت موجود ہے، نہ ہی صحابہ کرام اور ائمہ مسلمین کا کوئی قول ان کے موافق ہے۔'' (كتاب الشّريعة: 1076/3)

نیز فرماتے ہیں:

اَلَّذِي يَذْهَبُ إِلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى عَرْشِهٖ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ، وَعِلْمُهٗ مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ، قَدْ أَحَاطَ عِلْمُهٗ بِجَمِيعِ مَا خَلَقَ فِي السَّمٰوَاتِ الْعُلَا، وَلِجَمِيعِ مَا فِي سَبْعِ أَرْضِينَ.

''اہل علم کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے اور اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بلند آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں جو بھی ہے، اس نے اپنے علم کے ذریعہ اسے گھیر رکھا ہے۔''

(كتاب الشّريعة: 1076/3)

پانچویں صدی کے ائمہ اور عقیدۂ استوا

علامہ معمر بن احمد بن زیاد اصبہانی رحمہ اللہ (418ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَوٰى عَلٰى عَرْشِهٖ بِلَا كَيْفٍ وَّلَا تَشْبِيهٍ وَّلَا تَأْوِيلٍ، فَالِاسْتِوَاءُ مَعْقُولٌ، وَالْكَيْفُ فِيهِ مَجْهُولٌ، وَالْإِيمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ، وَالْإِنْكَارُ لَهٗ كُفْرٌ...... وَأَنَّهٗ جَلَّ جَلَالُهٗ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهٖ وَالْخَلْقُ بَائِنُونَ مِنْهُ، فَلَا حُلُولَ وَلَا مُمَازَجَةَ وَلَا اخْتِلَاطَ وَلَا مُلَاصَقَةَ، لِأَنَّهُ الْفَرْدُ الْبَائِنُ مِنْ خَلْقِهٖ، وَالْوَاحِدُ الْغَنِيُّ عَنِ الْخَلْقِ، عِلْمُهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ، وَّلَا يَخْلُو مِنْ عِلْمِهٖ مَكَانٌ.

''اللہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ ہم اس کی کیفیت بیان نہیں کرتے، نہ تشبیہ دیتے ہیں اور نہ کوئی (ناجائز) تاویل کرتے ہیں۔ عرش پر مستوی ہونا عقل میں آنے والی بات ہے، اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔...... اللہ اپنی مخلوق سے جدا ہے اور مخلوق اس سے جدا ہے۔ خالق اور مخلوق کا آپس میں حلول، ملاپ اور اختلاط نہیں، کہ اللہ اکیلا اور اپنی مخلوق سے جدا ہے، وہ اکیلا اور اپنی مخلوق سے بے پروا ہے۔ اس کا علم

ہر جگہ ہے، اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں۔''

(الحجّة في بيان المحجّة وشرح عقيدة أهل السنّة:1/248-249، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابوزکریا یحییٰ بن عمار سجزی رحمہ اللہ (422ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مُسْلِمٍ مِّنْ أَوَّلِ الْعَصْرِ إِلٰى عَصْرِنَا هٰذَا إِذَا دَعَا اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، وَالْمُسْلِمُونَ مِنْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا، يَقُولُونَ فِي الصَّلَاةِ مَا أَمَرَهُمُ اللّٰهُ بِهٖ تَعَالٰى بِهٖ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝﴾، قَالَ: وَلَا حَاجَةَ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى إِلَى الْعَرْشِ، لٰكِنَّ الْمُؤْمِنِينَ كَانُوا مُحْتَاجِينَ إِلٰى مَعْرِفَةِ رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ، وَكُلُّ مَنْ عَبَدَ شَيْئًا أَشَارَ إِلٰى مَوضِعٍ، أَوْ ذَكَرَ مِنْ مَّعْبُودِهٖ عَلَامَةً، فَجَبَّارُنَا وَخَالِقُنَا، إِنَّمَا خَلَقَ عَرْشَهٗ لِيَقُولَ عَبْدُهُ الْمُؤْمِنُ، إِذا سُئِلَ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ أَيْنَ هُوَ الرَّحْمٰنُ؟: عَلَى الْعَرْش اسْتَوٰى، مَعْنَاهُ فَوْقَ كُلِّ مُحْدِثٍ عَلٰى عَرْشِهِ الْعَظِيمِ، وَلَا كَيْفِيَّةَ وَلَا شَبَهَ.

''آغاز اسلام سے آج کے دن تک کا ہر مسلمان جب اللہ کو پکارتا ہے، تو اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک مسلمان اپنی نمازوں میں اللہ کے حکم: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝﴾ کے مطابق سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى کہتے ہیں۔ اللہ کو عرش کی کوئی حاجت نہیں، لیکن مؤمن اپنے رب عزوجل کی معرفت کے محتاج ہیں۔ کوئی بھی شخص جو کسی چیز کی عبادت کرتا ہے، وہ کسی جگہ کی طرف اشارہ کرتا

ہے یا اپنے معبود کی کوئی علامت ذکر کرتا ہے۔ ہمارے جبار رب اور خالق نے عرش کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ جب اس کے مؤمن بندے سے سوال کیا جائے کہ رحمٰن کہاں ہے، تو وہ کہہ دے کہ وہ عرش پر مستوی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ہر مخلوق سے اوپر اپنے عظیم عرش پر ہے، ہم اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کرتے اور نہ ہی اس حوالے سے کوئی تشبیہ دیتے ہیں۔"

(الحُجَّة في بيان المحجّة للأصبهاني: 108/2)

امامِ کبیر، حافظ، ابو عمر، طلمنکی رحمہ اللہ (429ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ عَلٰى حَقِيقَتِهٖ، لَا عَلَى الْمَجَازِ.

"اہل سنت کا اجماع واتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ یہ استوا حقیقی ہے، نہ کہ مجازی۔" (اجتماع الجيوش الإسلامية لابن القيّم: 142/2)

اپنی کتاب "الوصول الی معرفۃ الاصول" میں لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ مَعْنٰى قَوْلِهٖ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحديد: 4)، وَنَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الْقُرْآنِ أَنَّهٗ عِلْمُهٗ، وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَوْقَ السَّمَاوَاتِ بِالذَّاتِ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ كَيْفَ شَاءَ.

"اہل سنت کا اجماع ہے کہ فرمانِ الٰہی: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحدید: 4) (تم جہاں بھی ہو، اللہ تمھارے ساتھ ہے) اور اس طرح کی دیگر آیات قرآنیہ سے مراد اللہ کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے، جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔" (كتاب العلوّ، ص 178)

امام ابوزکریا یحییٰ بن عمار سجستانی رحمہ اللہ (442ھ) فرماتے ہیں:

لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ الْجَهْمِيَّةُ: إِنَّهُ دَاخِلٌ لِّلْأَمْكِنَةِ، وَمُمَازِجٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ، وَّلَا نَعْلَمُ أَيْنَ هُوَ، بَلْ هُوَ بِذَاتِهِ عَلَى الْعَرْشِ، وَعِلْمُهُ مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ، وَعِلْمُهُ وَسَمْعُهُ وَبَصَرُهُ وَقُدْرَتُهُ مُدْرِكَةٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ، وَهُوَ مَعْنٰى قَوْلِهٖ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾، وَهُوَ بِذَاتِهٖ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ، وَكَمَا قَالَ رَسُولُهُ.

''ہم جہمیوں کی طرح نہیں کہتے کہ اللہ تمام جگہوں میں دخول کیے ہوئے ہے اور ہر چیز کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ بلکہ (ہمارا عقیدہ ہے کہ) اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس کا علم، سمع، بصر اور اس کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے۔ اس فرمانِ باری تعالیٰ کا یہی معنی ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (آپ جہاں بھی ہوتے ہو، وہ آپ کے ساتھ ہوتا ہے اور آپ کے اعمال کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔) اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر ہے، جیسا کہ خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔''

(كتاب العرش للذّهبي: 446/2، مجموع الفتاوى لابن تيمية: 191/5)

حافظ، ابونصر عبیداللہ بن سعید وائلی سجزی رحمہ اللہ (444ھ) ''الابانۃ'' میں لکھتے ہیں:

أَئِمَّتُنَا كَسُفْيَانَ، وَمَالِكٍ، وَالْحَمَّادَيْنِ، وَابْنِ عُيَيْنَةَ، وَالْفُضَيْلِ (ابْنِ عَيَاضٍ)، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَإِسْحَاقَ مُتَّفِقُونَ

عَلٰی أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ وَعِلْمُهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ، وَأَنَّهٗ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَأَنَّهٗ يَغْضِبُ وَيَرْضٰى وَيَتَكَلَّمُ بِمَا شَاءَ.

''ہمارے ائمہ، مثلاً سفیان (ثوری)، مالک، دونوں حماد (حماد بن سلمہ، حماد بن زید)، (سفیان) ابن عیینہ، فضیل (ابن عیاض)، (عبداللہ) ابن المبارک، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔ وہ (رات کو) آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ غضب، رضا اور تکلم اس کی صفات ہیں، وہ جس سے چاہتا ہے، تکلم کرتا ہے۔'' (سير أعلام النبلاء للذهبي: 656/17، مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية: 190/5)

امام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی رحمہ اللہ (449ھ) فرماتے ہیں:

عُلَمَاءُ الْأُمَّةِ وَأَعْيَانُ الْأَئِمَّةِ مِنَ السَّلَفِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ لَمْ يَخْتَلِفُوا فِي أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى عَرْشِهٖ، وَعَرْشُهٗ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ، يُثْبِتُونَ لَهٗ مِنْ ذٰلِكَ مَا أَثْبَتَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُؤْمِنُونَ بِهٖ وَيُصَدِّقُونَ الرَّبَّ جَلَّ جَلَالُهٗ فِي خَبَرِهٖ، وَيُطْلِقُونَ مَا أَطْلَقَهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى مِنَ اسْتِوَائِهٖ عَلَى الْعَرْشِ، وَيُمِرُّونَهٗ عَلٰى ظَاهِرِهٖ، وَيَكِلُونَ عِلْمَهٗ إِلَى اللّٰهِ.

''امت کے علما اور سلف میں سے کبار ائمہ کا اتفاق ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے۔ اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔ سلف صالحین اللہ کے لیے وہ صفات ثابت کرتے ہیں، جو خود اللہ نے اپنے لیے ثابت کی ہیں اور وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس خبر کی تصدیق کرتے ہیں، جو اللہ نے انھیں دی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مطلق چھوڑا، اسے مطلق چھوڑتے ہیں، یعنی عرش پر مستوی ہونا،

وہ اس آیت کو ظاہر پر برقرار رکھتے ہیں اور اس کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔"

(عقيدة السّلف وأصحاب الحديث، ص 15-16)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) نزولِ باری تعالیٰ کے متعلق حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ، كَمَا قَالَتِ الْجَمَاعَةُ، وَهُوَ مِنْ حُجَّتِهِمْ عَلَى الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ فِي قَوْلِهِمْ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَلَيْسَ عَلَى الْعَرْشِ.

"یہ حدیث دلیل ہے کہ اللہ ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے، یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ یہ حدیث معتزلہ اور جہمیہ کے خلاف اہل سنت کی دلیل ہے، معتزلہ و جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے، (صرف) عرش پر نہیں۔"

(التّمهيد لما في الموطّأ من المعاني والأسانيد: 129/7)

نیز فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلِ الْمُسْلِمُونَ فِي كُلِّ زَمَانٍ إِذَا هَمَّهُمْ أَمْرٌ وَكَرَبَهُمْ غَمٌّ يَرْفَعُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ رَغْبَةً إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْكَفِّ عَنْهُمْ.

"ہمیشہ سے ہر دور میں مسلمانوں کا یہ دستور رہا ہے کہ جب انھیں کوئی معاملہ پریشان کرتا یا کوئی غم انھیں تکلیف دیتا، تو وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو آسمانوں کی طرف اٹھا کر اس تکلیف کو دُور کرنے کے لیے اللہ کی طرف توجہ کرتے تھے۔"

(التّمهيد لما في الموطّأ من المعاني والأسانيد: 81/22)

چھٹی صدی کے ائمہ اہل سنت کی صراحت

قوام السنۃ، امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ (535ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَهْمِيَّةُ لَايَصِفُونَ اللّٰهَ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالْاِسْتِوَاءِ عَلَى الْعَرْشِ، وَيَقُولُونَ: هُوَ فِي الْأَرْضِ كَمَا هُوَ فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ بِكُلِّ مَكَانٍ.

”جہمیہ اللہ تعالیٰ کو سمع وبصر اور عرش پر مستوی ہونے کی صفات سے متصف نہیں کرتے، بلکہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ جیسے آسمانوں کے اوپر ہے، ویسے ہی زمین میں بھی ہے اور وہ ہر جگہ ہے۔“

(الحُجّة في بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السّنّة: 514)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ: خَلَقَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ مَخْلُوقًا قَبْلَ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ بَعْدَ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلٰى مَا وَرَدَ بِهِ النَّصُّ، وَلَيْسَ مَعْنَاهُ الْمُمَاسَّةَ، بَلْ هُوَ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا بِلَا كَيْفٍ، كَمَا أَخْبَرَ عَنْ نَّفْسِهٖ، وَزَعَمَ هٰؤُلَاءِ أَنَّهٗ لَا يَجُوزُ الْإِشَارَةُ إِلَى اللّٰهِ

سُبْحَانَهٗ بِالرُّؤُوسِ وَالْأَصَابِعِ إِلٰى فَوْقٍ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُوجِبُ التَّحْدِيدَ، وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْأَعْلٰى، وَنَطَقَ بِذٰلِكَ الْقُرْآنُ فِي قَوْلِهٖ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾، وَزَعَمُوا أَنَّ ذٰلِكَ بِمَعْنٰى عُلُوِّ الْغَلَبَةِ لَا عُلُوِّ الذَّاتِ، وَعِنْدَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عُلُوَّ الْغَلَبَةِ وَالْعُلُوَّ مِنْ سَائِرِ وُجُوهِ الْعُلُوِّ لِأَنَّ الْعُلُوَّ صِفَةُ مَدْحٍ، فَثَبَتَ أَنَّ لِلّٰهِ تَعَالَى الذَّاتَ، وَعُلُوَّ الصِّفَاتِ، وَعُلُوَّ الْقَهْرِ وَالْغَلَبَةِ، وَفِي مَنْعِهِمُ الْإِشَارَةُ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنْ جِهَةِ الْفَوْقِ خِلَافٌ مِنْهُمْ لِسَائِرِ الْمِلَلِ، لِأَنَّ جَمَاهِيرَ الْمُسْلِمِينَ وَسَائِرَ الْمِلَلِ قَدْ وَقَعَ مِنْهُمُ الْإِجْمَاعُ عَلَى الْإِشَارَةِ إِلَى اللّٰهِ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ مِنْ جِهَةِ الْفَوْقِ فِي الدُّعَاءِ وَالسُّؤَالِ، فَاتِّفَاقُهُمْ بِأَجْمَعِهِمْ عَلٰى ذٰلِكَ حُجَّةٌ، وَلَمْ يَسْتَجِزْ أَحَدٌ الْإِشَارَةَ إِلَيْهِ مِنْ جِهَةِ الْأَسْفَلِ، وَلَا مِنْ سَائِرِ الْجِهَاتِ سِوٰى جِهَةِ الْفَوْقِ، وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾، وَقَالَ: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾، وَقَالَ: ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾، وَأَخْبَرَ عَنْ فِرْعَوْنَ أَنَّهٗ قَالَ: ﴿يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾، فَكَانَ فِرْعَوْنُ قَدْفَهِمَ عَنْ مُوسٰى أَنَّهٗ يُثْبِتُ إِلٰهًا فَوْقَ السَّمَاءِ حَتّٰى رَامَ بِصَرْحِهٖ أَنْ يَطَّلِعَ إِلَيْهِ، وَاتَّهَمَ مُوسٰى بِالْكَذِبِ فِي ذٰلِكَ، وَالْجَهْمِيَّةُ لَا تَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ فَوْقَهٗ بِوُجُودِ

ذَاتِهِ، فَهُمْ أَعْجَزُ فَهْمًا مِّنْ فِرْعَوْنَ، وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَ الْجَارِيَةَ الَّتِي أَرَادَ مَوْلَاهَا عِتْقَهَا: أَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، وَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا، وَقَالَ: مَنْ أَنَا؟ فَقَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ: أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، فَحَكَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِيمَانِهَا حِينَ قَالَتْ: إِنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، وَتَحَكَّمَ الْجَهْمِيَّةُ بِكُفْرِ مَنْ يَّقُولُ ذٰلِكَ.

''اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ انھیں پیدا کرنے کے بعد اللہ عرش پر مستوی ہوا، جیسا کہ نص میں بیان ہوا ہے۔ استوا کا معنی عرش کے ساتھ ملنا نہیں، بلکہ یہ ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے، البتہ اس کی کیفیت ہم بیان نہیں کرتے۔ جہمیہ کا نظریہ ہے کہ اللہ کے لیے اوپر کی طرف سر یا انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس سے حد بندی لازم آتی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ بلند اور اعلیٰ ہے۔ قرآنِ کریم اسی بارے میں گویا ہوا: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ ''اپنے بلند ربّ کے نام کی تسبیح بیان کیجیے۔'' جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ کی بلندی سے مراد غلبے کی بلندی ہے، ذات کی نہیں، جبکہ مسلمانوں کے نزدیک اللہ کے لیے غلبے کی بلندی بھی ہے اور بلندی کی باقی تمام قسمیں بھی اسے حاصل ہیں، کیونکہ بلندی اچھی صفت ہے۔ اللہ کے لیے ذات کی بلندی بھی ہے، صفات کی بلندی بھی ہے اور قہر و غلبے کی بلندی بھی۔ جہمیہ نے اوپر کی سمت اللہ کی طرف اشارے

سے منع کر کے تمام ادیان کی مخالفت کی ہے، کیونکہ جمہور مسلمان اور باقی تمام ادیان اتفاقی طور پر دعا اور سوال کے وقت اللہ کی طرف اوپر کو اشارہ کرتے ہیں۔ ان تمام لوگوں کا اجماع کرنا حجت و دلیل ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی اللہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے نیچے کو یا اوپر کے علاوہ کسی اور سمت کو اشارہ کرنا جائز قرار نہیں دیا۔ اللہ کا فرمان بھی ہے: (وہ اپنے ربّ سے اوپر کی طرف سے ڈرتے ہیں)، نیز فرمایا: ''اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور وہ نیک عمل کو بلند کرتا ہے۔'' نیز فرمان ہوا: ''فرشتے اور روح الامین اس کی طرف چڑھتے ہیں۔'' فرعون کے بارے میں خبر دی کہ اس نے کہا تھا: ''ہامان! میرے لیے ایک محل تعمیر کرو، شاید کہ میں آسمانوں کے راستوں تک پہنچ سکوں اور موسیٰ کے الٰہ کو جھانک سکوں اور بلاشبہ میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔'' فرعون موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ سمجھ گیا تھا کہ آپ علیہ السلام آسمانوں کے اوپر ایک ربّ کا اثبات کرتے ہیں، اسی لیے اس نے ایک محل تعمیر کر کے اس کی طرف جھانکنے کی خواہش کی تھی اور اس حوالے سے موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا خیال کیا تھا۔ جہمیہ نہیں جانتے کہ اللہ ذات کے اعتبار سے اوپر ہے۔ یہ لوگ سوچ سمجھ میں فرعون سے بھی گئے گزرے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے اس لونڈی سے سوال کیا، جس کا مالک اسے آزاد کر دینا چاہتا تھا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمانوں کے اوپر اور اس نے اپنے سر کے ساتھ (اوپر کی طرف) اشارہ بھی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: میں کون ہوں؟ کہنے لگی: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک سے فرمایا:

اسے آزاد کر دیں، یہ مؤمنہ ہے۔ جب لونڈی نے کہا کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے، تو آپ ﷺ نے اس کے ایمان کی گواہی دی، جبکہ جہمیہ ایسے آدمی پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔'' (الحجّة في بيان المحجّة: 118/2)

امام ابو محمد عبد القادر بن ابی صالح جیلانی رحمہ اللہ (561ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ بِجِهَةِ الْعُلُوِّ مُسْتَوٍ عَلَى الْعَرْشِ، مُحْتَوٍ عَلَى الْمُلْكِ، مُحِيطٌ عِلْمُهُ بِالْأَشْيَاءِ: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝﴾ (فاطر: 10)، ﴿ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝﴾ (السّجدة: 5)، وَلَا يَجُوزُ وَصْفُهُ بِأَنَّهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ، بَلْ يُقَالُ: إِنَّهُ فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا قَالَ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝﴾ (طه: 5)، وَيَنْبَغِي إِطْلَاقُ صِفَةِ الْاِسْتِوَاءِ مِنْ غَيْرِ تَأْوِيلٍ، وَأَنَّهُ اسْتِوَاءُ الذَّاتِ عَلَى الْعَرْشِ، وَكَوْنُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَلَى الْعَرْشِ مَذْكُورٌ فِي كُلِّ كِتَابٍ أَنْزَلَ عَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ أَرْسَلَ، بِلَا كَيْفٍ.

''اللہ تعالیٰ بلندی کی سمت میں اپنے عرش پر مستوی ہے۔ وہ اپنی بادشاہت پر حاوی اور تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝﴾ (فاطر: 10)، (اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے۔) نیز فرمایا: ﴿ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝﴾

(السّجدة: 5) (وہ آسمانوں سے زمین کی طرف معاملات کی تدبیر فرماتا ہے، پھر وہ معاملات اس کی طرف اس دن میں بلند ہوں گے، جس کی مقدار آپ کی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔) اللہ کے بارے میں یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ ہر جگہ ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے، جیسا کہ خود اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○﴾ (طٰہٰ: 5) (رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔) صفت استوا کا اطلاق بغیر تاویل کے کرنا چاہیے۔ استوا سے مراد یہ ہے کہ اللہ ذات کے اعتبار سے عرش پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا تمام اُن کتابوں میں مذکور ہے، جو اللہ کی طرف سے انبیا پر نازل کی گئی ہیں۔ صفت استوا کی کیفیت البتہ بیان نہیں کی گئی۔“

(الغُنية لطالبي طريق الحق:1/54-57)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُلْتَزِقَةُ جَعَلُوا الْبَارِيَ سُبْحَانَهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ.

”فرقہ ملتزقہ کا عقیدہ ہے، کہ اللہ ہر جگہ ہے۔“

(تَلبيس إِبليس: 27، وفي نسخة: 1/180)

ساتویں صدی کے ائمہ اہل سنت

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُنْكِرْ أَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَنَّهُ اسْتَوٰى عَلٰى عَرْشِهٖ، وَإِنَّمَا جَهِلُوا كَيْفِيَّةَ الْاِ سْتِوَاءِ.

''سلف صالحین میں سے کسی ایک نے بھی عرش پر مستوی ہونے کا انکار نہیں کیا، البتہ انھوں نے استوا کی کیفیت کو مجہول قرار دیا ہے۔'' (تفسير القرطبي: 219/7)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ بِذَاتِهٖ فِي كُلِّ مَكَانٍ فَهُوَ مُخَالِفٌ لِّلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتِهَا، مَعَ مُخَالَفَتِهٖ لِمَا فَطَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ عِبَادَهٗ، وَلِصَرِيحِ الْمَعْقُولِ، وَلِلْأَدِلَّةِ الْكَثِيرَةِ، وَهٰؤُلَاءِ يَقُولُونَ أَقْوَالًا مُتَنَاقِضَةً.

''جو کہے کہ اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے، وہ قرآن و سنت اور امت مسلمہ کے علما اور ائمہ دین کے اجماع کا مخالف ہے۔ ساتھ ساتھ وہ فطرت کی بھی مخالفت کرتا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا

ہے۔ ایسا شخص صریح عقلی ولائل اور دیگر بہت سے دلائل کی بھی مخالفت کرتا ہے۔ ایسے لوگ متناقض باتیں کرتے ہیں۔'' (مجموع الفتاویٰ:230/5)

نیز فرماتے ہیں:

اَلْحَلُولُ الْعَامُ، وَهُوَ الْقَوْلُ الَّذِي ذَكَرَهُ أَئِمَّةُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنَ الْجَهْمِيَّةِ الْمُتَقَدِّمِينَ، وَهُوَ قَوْلُ غَالِبُ مُتَعَبِّدَةِ الْجَهْمِيَّةِ الَّذِينَ يَقُولُونَ: إِنَّ اللّٰهَ بِذَاتِهٖ فِي كُلِّ مَكَانٍ.

''عام حلول (اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے کا عقیدہ) وہ نظریہ ہے، جسے ائمہ اہل سنت والحدیث نے متقدمین جہمیہ کے ایک گروہ سے نقل کیا ہے۔ یہی عقیدہ ان جہمی صوفیہ کا ہے، جو کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ:172/2)

جہمیہ کے جواب میں لکھتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ نَقَلُوا إِجْمَاعَ السَّلَفِ أَوْ إِجْمَاعَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَوْ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ فَوْقَ الْعَرْشِ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهٖ لَا يُحْصِيهِمْ إِلَّا اللّٰهُ، وَمَا زَالَ عُلَمَاءُ السَّلَفِ يُثْبِتُونَ الْمُبَايَنَةَ وَيَرُدُّونَ قَوْلَ الْجَهْمِيَّةِ بِنَفْيِهَا.

''ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جنھوں نے سلف یا اہل سنت یا صحابہ وتابعین کا اجماع نقل کیا ہے کہ اللہ عرش کے اوپر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ ہمیشہ سے علمائے سلف (خالق ومخلوق کے درمیان) جدائی کا اثبات کرتے رہے ہیں اور اس کی نفی پر مبنی جہمیوں کے قول کا ردّ کرتے رہے ہیں۔''

(نقض تاسیس الجهميّة:531/2)

مزید لکھتے ہیں:

كَذٰلِكَ الْجَهْمِيَّةُ عَلٰى ثَلَاثِ دَرَجَاتٍ؛ فَشَرُّهَا الْغَالِيَةُ الَّذِينَ يَنْفُوْنَ أَسْمَاءَ اللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ، وَإِنْ سَمَّوْهُ بِشَيْءٍ مِّنْ أَسْمَائِهِ الْحُسْنٰى قَالُوا: هُوَ مَجَازٌ، فَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ عِنْدَهُمْ لَيْسَ بِحَيٍّ وَّلَا عَالِمٍ وَّلَا قَادِرٍ وَّلَا سَمِيعٍ وَّلَا بَصِيرٍ وَّلَا مُتَكَلِّمٍ وَّلَا يَتَكَلَّمُ...... وَالدَّرَجَةُ الثَّانِيَةُ مِنَ التَّجَهُّمِ هُوَ تَجَهُّمُ الْمُعْتَزِلَةِ وَنَحْوِهِمُ الَّذِينَ يُقِرُّونَ بِأَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى فِي الْجُمْلَةِ، لٰكِنْ يَنْفُوْنَ صِفَاتِهٖ، وَهُمْ أَيْضًا لَّا يُقِرُّونَ بِأَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا عَلَى الْحَقِيقَةِ، بَلْ يَجْعَلُونَ كَثِيرًا مِّنْهَا عَلَى الْمَجَازِ، وَهٰؤُلَاءِ هُمُ الْجَهْمِيَّةُ الْمَشْهُورُونَ، وَأَمَّا الدَّرَجَةُ الثَّالِثَةُ: فَهُمُ الصِّفَاتِيَّةُ الْمُثْبِتُونَ الْمُخَالِفُونَ لِلْجَهْمِيَّةِ، لٰكِنْ فِيهِمْ نَوْعٌ مِّنَ التَّجَهُّمِ، كَالَّذِينَ يُقِرُّونَ بِأَسْمَاءِ اللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ فِي الْجُمْلَةِ، لٰكِنْ يَرُدُّونَ طَائِفَةً مِّنْ أَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهِ الْخَبَرِيَّةِ، أَوْ غَيْرِ الْخَبَرِيَّةِ، وَيَتَأَوَّلُونَهَا كَمَا تَأَوَّلَ الْأَوَّلُونَ صِفَاتِهٖ كُلَّهَا.

''اسی طرح جہمیہ کے بھی تین درجات ہیں۔ ان میں سب سے شریر غالی جہمی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کی نفی کرتے ہیں۔ اگر وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی نام لیں بھی، تو اسے مجاز کہتے ہیں۔ درحقیقت ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ زندہ ہے، نہ عالم ہے، نہ قادر ہے، نہ سمیع ہے، نہ بصیر ہے، نہ متکلم ہے، نہ کلام کرتا ...... جہمیوں کا دوسرا درجہ وہ ہے، جو معتزلہ کے زیر

اثر ہے۔ اس میں وہ لوگ شامل ہیں، جو فی الجملہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا تو اقرار کرتے ہیں، لیکن صفاتِ باری تعالیٰ کے انکاری ہیں۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ کو مبنی بر حقیقت بھی نہیں سمجھتے، بلکہ ان میں اکثر کو مجاز پر محمول کرتے ہیں (یعنی ان کی تاویلات کرتے ہیں) یہی وہ لوگ ہیں، جو مشہور جہمی ہیں۔ تیسرے درجے میں وہ لوگ آتے ہیں، جو صفات باری تعالیٰ کا اثبات کرنے کے حوالے سے تو جہمیوں کے مخالف ہیں، لیکن ایک طرح سے وہ بھی جہمی ہیں کہ وہ اللہ کے اسما و صفات کا فی الجملہ اقرار تو کرتے ہیں، لیکن اس کے کئی اسما اور کئی خبری و غیر خبری صفات کو ردّ کرتے ہوئے ان میں وہی تاویلات کرتے ہیں، جو پہلے درجے والے جہمیوں نے تمام صفات میں کی تھیں۔'' (الفتاوی الکبریٰ:6/369)

مزید فرماتے ہیں:

أَمَّا الْقِسْمُ الرَّابِعُ: فَهُمْ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا: أَئِمَّةُ الْعِلْمِ وَالدِّينِ مِنْ شُيُوخِ الْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ فَإِنَّهُمْ أَثْبَتُوا وَآمَنُوا بِجَمِيعِ مَا جَاءَ بِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ كُلُّهُ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ لِلْكَلِمِ أَثْبَتُوا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَوْقَ سَمَوَاتِهِ وَأَنَّهُ عَلٰى عَرْشِهِ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهِ وَهُمْ مِنْهُ بَائِنُونَ وَهُوَ أَيْضًا مَعَ الْعِبَادِ عُمُومًا بِعِلْمِهِ وَمَعَ أَنْبِيَائِهِ وَأَوْلِيَائِهِ بِالنَّصْرِ وَالتَّأْيِيدِ وَالْكِفَايَةِ وَهُوَ أَيْضًا قَرِيبٌ مُّجِيبٌ؛ فَفِي آيَةِ النَّجْوٰى دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهُ عَالِمٌ بِهِمْ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

اللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، فَهُوَ سُبْحَانَهُ مَعَ الْمُسَافِرِ فِي سَفَرِهِ وَمَعَ أَهْلِهِ فِي وَطَنِهِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ هٰذَا أَنْ تَكُونَ ذَاتُهُ مُخْتَلِطَةً بِذَوَاتِهِمْ كَمَا قَالَ: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ﴾ أَيْ مَعَهُ عَلَى الْإِيمَانِ.

”(ذات باری تعالیٰ کے بارے میں) چوتھی قسم کے لوگ امت مسلمہ کے اسلاف اور ائمہ دین وعلم ہیں۔ وہ کتاب وسنت میں جو کچھ بھی آیا ہے، اس پر بغیر کسی تحریف کے ایمان لائے ہیں اور اس کا اثبات کیا ہے۔ انھوں نے اس بات کا اثبات کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے اور وہ اپنے عرش پر مستوی، اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ عام لوگوں کے ساتھ اپنے علم کے اعتبار سے اور اپنے انبیا واولیا کے ساتھ مدد، نصرت اور کفایت کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے۔ وہ قریب اور مجیب بھی ہے۔ سورت مجادلہ کی آیت نمبر 7 میں یہ بات موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ یہ دُعا پڑھا کرتے تھے: «اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْأَهْلِ» ”اے اللہ! تو سفر میں ساتھی اور گھر میں نائب ہے۔“ (صحيح مسلم: 1362) اللہ تعالیٰ سفر میں مسافر کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور اس کے وطن میں اس کے گھر والوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی ذاتوں کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس کی دلیل یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ . . .﴾ ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں ......'' یہاں مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو ایمان کے اعتبار سے آپ کے ساتھ ہیں۔'' (مجموع الفتاویٰ: 231/5)

فرماتے ہیں:

اَلْقَوْلُ بِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَوْقَ الْعَالَمِ مَعْلُومٌ بِالْاِضْطِرَارِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ سَلَفِ الْأُمَّةِ بَعْدَ تَدَبُّرِ ذٰلِكَ، كَالْعِلْمِ بِالْأَكْلِ وَالشُّرْبِ فِي الْجَنَّةِ، وَالْعِلْمُ بِإِرْسَالِ الرُّسُلِ وَإِنْزَالِ الْكُتُبِ، وَالْعِلْمُ بِأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ، وَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَالْعِلْمُ بِأَنَّهُ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا، بَلْ نُصُوصُ الْعُلُوِّ قَدْ قِيلَ: إِنَّهَا تَبْلُغُ مِئِينَ مِنَ الْمَوَاضِعِ، وَالْأَحَادِيثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مُتَوَاتِرَةٌ مُّوَافِقَةٌ لِّذٰلِكَ.

''اللہ کو کائنات سے بلند تسلیم کرنا کتاب وسنت اور غور وفکر کے بعد کیے گئے اجماع امت کے ساتھ ضروری طور پر معلوم ہے، جیسا کہ جنت میں کھانا پینا معلوم ہے اور جس طرح رسولوں کی بعثت، کتابوں کا نزول، اللہ کا ہر چیز کو جاننا اور ہر چیز پر قادر ہونا اور اس کے زمین وآسمان اور ان کے مابین تمام چیزوں کے خالق ہونے کا علم ہونا ضروری طور پر معلوم ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے بلند ہونے کے متعلق دو سو سے زائد آیات ہیں۔ اس کے موافق احادیث اور آثار صحابہ وتابعین متواتر ہیں۔'' (درء تعارض العقل والنّقل: 26/7)

نیز فرماتے ہیں:

قَدْ دَخَلَ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ مِنَ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ الْإِيمَانُ بِمَا أَخْبَرَ اللّٰهُ بِهِ فِي كِتَابِهِ وَتَوَاتَرَ عَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ سَلَفُ الْأُمَّةِ مِنْ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ فَوْقَ سَمَوَاتِهِ عَلٰى عَرْشِهِ عَلِيٌّ عَلٰى خَلْقِهِ وَهُوَ سُبْحَانَهُ مَعَهُمْ أَيْنَمَا كَانُوا يَعْلَمُ مَا هُمْ عَامِلُونَ كَمَا جَمَعَ بَيْنَ ذٰلِكَ فِي قَوْلِهِ: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ وَلَيْسَ مَعْنٰى قَوْلِهِ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ أَنَّهُ مُخْتَلِطٌ بِالْخَلْقِ فَإِنَّ هٰذَا لَا تُوجِبُهُ اللُّغَةُ وَهُوَ خِلَافُ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَخِلَافُ مَا فَطَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْخَلْقَ.

”ہم نے اللہ پر ایمان کی بابت جو بات ذکر کی ہے، اس میں وہ بات بھی شامل ہے، جس کی خبر خود اللہ نے اپنی کتاب میں دی ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے متواتر ثابت ہے، امت کے اسلاف نے اس پر اتفاق بھی کیا ہے۔وہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے اور اپنی مخلوق سے بلند ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر جگہ اپنی مخلوق کے ساتھ بھی ہوتا ہے، اس طرح کہ وہ ان کے اعمال کو جانتا ہے۔ان دونوں باتوں (استوی علی العرش اور مخلوق کے بارے میں علم) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں جمع بھی کیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ ''اللہ ہی وہ ذات ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ وہ زمین میں داخل ہونے والی اور نکلنے والی اور آسمانوں سے اترنے والی اور ان میں چڑھنے والی ہر چیز کو جانتا ہے۔ تم جہاں بھی ہوتے ہو، وہ تمھارے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے مخلوق کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مخلوق کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس معنی کا تقاضا لغت نہیں کرتی، نیز یہ معنی اسلاف امت کے اجماع اور اس فطرت کے بھی خلاف ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ: 3/177)

بیان تلبیس الجہمیہ میں اس کی صراحت کچھ یوں کی ہے:

اَلْقَوْلُ بِأَنَّ اللّٰهَ فَوْقَ الْعَرْشِ، هُوَ مِمَّا اتَّفَقَتْ عَلَيْهِ الْأَنْبِيَاءُ كُلُّهُمْ، وَذُكِرَ فِي كُلِّ كِتَابٍ أُنْزِلَ عَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ أُرْسِلَ، وَقَدِ اتَّفَقَ عَلٰى ذٰلِكَ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا.

''اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا عقیدہ ایسا نظریہ ہے، جس پر تمام انبیا متفق تھے اور ہر مرسل نبی پر جو کتاب نازل ہوئی، اس میں یہ نظریہ موجود تھا۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اسلاف اور ائمہ بھی اس پر متفق ہیں۔''

(بیان تلبیس الجهمیّة المعروف به نقض التأسیس: 2/9)

آٹھویں صدی میں اہل سنت کی تصریحات

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الصِّفَاتُ مِنَ الِاسْتِوَاءِ وَالْإِتْيَانِ وَالنُّزُولِ قَدْ صَحَّتْ بِهَا النُّصُوصُ، وَنَقَلَهَا الْخَلَفُ عَنِ السَّلَفِ، وَلَمْ يَتَعَرَّضُوا لَهَا بِرَدٍّ وَّلَا تَأْوِيلٍ، بَلْ أَنْكَرُوا عَلٰى مَنْ تَأَوَّلَهَا مَعَ اصْفَاقِهِمْ بِأَنَّهَا لَا تُشْبِهُ نُعُوتَ الْمَخْلُوقِينَ، وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ، وَلَا تَنْبَغِي الْمُنَاظَرَةُ، وَلَا التَّنَازُعُ فِيهَا، فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ مُحَاوَلَةً لِّلرَّدِّ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ أَوْ حَوْمًا عَلَى التَّكْيِيفِ أَوِ التَّعْطِيلِ.

"صفات الٰہی، یعنی استوا (اللہ تعالیٰ کا عرش پر بلند ہونا)، اتیان (قیامت کے دن بندوں کے فیصلے کے لیے آنا) اور نزول (ہر رات آسمانِ دنیا پر اترنا) کا بیان نصوصِ صحیحہ میں وارد ہوا ہے اور بعد والوں نے انھیں پہلوں سے نقل کیا ہے۔ وہ ان کے ردّ یا ان کی تاویل میں مشغول نہیں ہوئے، بلکہ انھوں نے ان صفات میں تاویل کرنے والوں پر نکیر کی ہے، نیز ان کا اتفاق ہے کہ اللہ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں۔ اس

بارے میں مناظرہ و مجادلہ جائز نہیں، کیونکہ یہ اللہ و رسول کی مخالفت کی کوشش ہے یا صفاتِ الٰہی میں تکییف و تعطیل کی سازش ہے۔''

(سیر أعلام النّبلاء:376/11)

نیز فرماتے ہیں:

كَوْنُ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ مُتَوَاتِرًا عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَاتُرًا لَفْظِيًّا.

''اللہ عزوجل کا آسمانوں کے اوپر ہونا رسول اللہ ﷺ سے متواتر لفظی کی حد تک ثابت ہے۔'' (کتاب الأربعین، ص 53)

مزید لکھتے ہیں:

هُوَ قَوْلُ أَهْلِ السُّنَّةِ قَاطِبَةً أَنَّ كَيْفِيَّةَ الْإِسْتِوَاءِ لَا نَعْقِلُهَا، بَلْ نَجْهَلُهَا، وَأَنَّ الْإِسْتِوَاءَ مَعْلُومٌ، كَمَا أَخْبَرَ فِي كِتَابِهٖ، وَأَنَّهٗ كَمَا يَلِيقُ بِهٖ، لَا نَتَعَمَّقُ، وَلَا نَتَحَذْلَقُ، وَلَا نَخُوضُ فِي لَوَازِمِ ذٰلِكَ نَفْيًا وَلَا إِثْبَاتًا، بَلْ نَسْكُتُ وَنَقِفُ كَمَا وَقَفَ السَّلَفُ، وَنَعْلَمُ أَنَّهٗ لَوْ كَانَ لَهٗ تَأْوِيلٌ لَّبَادَرَ إِلٰى بَيَانِهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، وَلَمَّا وَسِعَهُمْ إِقْرَارُهٗ وَإِمْرَارُهٗ وَالسُّكُوتُ عَنْهُ، وَنَعْلَمُ يَقِينًا مَعَ ذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ جَلَّ جَلَالُهٗ لَا مِثْلَ لَهٗ فِي صِفَاتِهٖ وَلَا فِي اسْتِوَائِهٖ وَلَا فِي نُزُولِهٖ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا.

''تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صفت استوا (اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلند ہونے) کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے، بلکہ ہم اس سے لاعلم ہیں۔ صفت

استوا معلوم ہے، اللہ نے اپنی کتاب میں اس کی خبر دی ہے، وہ اس کے شایانِ شان ہے، ہم اس مسئلہ کی گہرائی میں نہیں جاتے، نہ اپنی طرف سے باتیں بناتے ہیں، نہ ہی اس بحث میں پڑتے ہیں کہ اس مسئلہ سے فلاں چیز کا اثبات لازم آتا ہے، فلاں کی نفی۔ ہم تو خاموش ہیں، اسی طرح جیسے سلف صالحین تھے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اگر اس صفت کی کوئی تاویل (صحیح) ہوتی، تو سب سے پہلے صحابہ وتابعین اسے بیان کرتے، نیز انھیں اس صفت کے اقرار، اس کو حقیقت پر جاری رکھنے اور اس پر خاموشی اختیار کرنے کی گنجائش نہ ہوتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم یقینی طور پر یہ بھی جانتے ہیں کہ صفات استوا، نزول وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مثل نہیں، ظالم لوگ جو کچھ کہتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔'' (کتاب العلوّ، ص 104)

نیز لکھتے ہیں:

قَوْلُ عُمُومِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، يُطْلِقُونَ ذٰلِكَ وِفْقَ مَا جَاءَ تِ النُّصُوصُ بِإِطْلَاقِهِ، وَلَا يَخُوضُونَ فِي تَأْوِيلَاتِ الْمُتَكَلِّمِينَ مَعَ جَزْمِ الْكُلِّ بِأَنَّهُ تَعَالٰى لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ.

''تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ وہ مطلقاً یہ بات کہتے ہیں کہ اللہ آسمانوں پر ہے، کہ نصوص شریعہ بھی مطلق ہی یہ بات کہتی ہیں۔ وہ متکلمین کی طرح تاویل نہیں کرتے۔ البتہ اس پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں۔'' (سیر أعلام النّبلاء: 11/70-71)

جہمیہ کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قُلْتُ: الْجَهْمِيَّةُ يَقُولُونَ: إِنَّ الْبَارِيَ تَعَالٰى فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَالسَّلَفُ يَقُولُونَ: إِنَّ عِلْمَ الْبَارِي فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَيَحْتَجُّونَ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحديد: 4)، يَعْنِي بِالْعِلْمِ، وَيَقُولُونَ: إِنَّهٗ عَلٰى عَرْشِهٖ اسْتَوٰى، كَمَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ، وَمَعْلُومٌ عِنْدِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الطَّوَائِفِ أَنَّ مَذْهَبَ السَّلَفِ إِمْرَارُ آيَاتِ الصِّفَاتِ وَأَحَادِيثِهَا كَمَا جَاءَ تْ مِنْ غَيْرِ تَأْوِيلٍ وَّلَا تَحْرِيفٍ وَّلَا تَشْبِيهٍ وَّلَا تَكْيِيفٍ، فَإِنَّ الْكَلَامَ فِي الصِّفَاتِ فَرْعٌ عَلَى الْكَلَامِ فِي الذَّاتِ الْمُقَدَّسَةِ، وَقَدْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ ذَاتَ الْبَارِي مَوْجُودَةٌ حَقِيقَةً، لَا مِثْلَ لَهَا، وَكَذٰلِكَ صِفَاتُهٗ تَعَالٰى مَوْجُودَةٌ، لَا مِثْلَ لَهَا.

''جہمی کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ ہر جگہ ہے، جبکہ سلف صالحین کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا علم ہر جگہ ہے، وہ اس فرمانِ باری تعالیٰ سے دلیل لیتے ہیں: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحديد: 4) ''تم جہاں بھی ہو، اللہ تمھارے ساتھ ہے۔'' حالانکہ اس سے مراد علم ہے۔ اللہ تو اپنے عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ قرآن وسنت نے بتادیا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ سلف صالحین کا مذہب صفات باری تعالیٰ پر مشتمل آیات واحادیث کو اسی طرح حقیقت پر رکھتا ہے، جیسے وہ آئی ہیں، ان کی کوئی تاویل، تحریف، تشبیہ اور تکییف نہیں کی جائے گی، کیونکہ صفات باری تعالیٰ کے بارے میں کلام، ذات باری تعالیٰ کے بارے

کلام کی فرع ہے۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ باری تعالیٰ کی ذات حقیقتاً موجود ہے۔ اس کی کوئی مثل نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات بھی ہیں اور ان کی بھی کوئی مثل نہیں۔" (سیر أعلام النبلاء:402/8)

اجماع کی صراحت کچھ ان الفاظ میں کی ہے:

اَللّٰهُ فَوْقَ عَرْشِهٖ كَمَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الصَّدْرُ الْأَوَّلُ، وَنَقَلَهٗ عَنْهُمُ الْأَئِمَّةُ.

"اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بلند ہے، جیسا کہ صدرِ اوّل کے مسلمانوں کا اس پر اجماع تھا اور ائمہ کرام نے اس اجماع کو نقل بھی کیا ہے۔"

(العلوّ لعليّ الغفّار، ص596)

پھر عقیدہ اہل سنت کی بابت فرماتے ہیں:

إِنَّنَا عَلٰى أَصْلٍ صَحِيحٍ وَعَقْدٍ مَّتِينٍ مِّنْ أَنَّ اللّٰهَ تَقَدَّسَ اسْمُهٗ لَا مِثْلَ لَهٗ، وَأَنَّ إِيمَانَنَا بِمَا ثَبَتَ مِنْ نُعُوتِهٖ كَإِيمَانِنَا بِذَاتِهِ الْمُقَدَّسَةِ، إِذِ الصِّفَاتُ تَابِعَةٌ لِّلْمَوصُوفِ، فَنَعْقِلُ وُجُودَ الْبَارِي وَنُمَيِّزُ ذَاتَهُ الْمُقَدَّسَةَ عَنِ الْأَشْبَاهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ نَتَعَقَّلَ الْمَاهِيَةَ، فَكَذٰلِكَ الْقَوْلُ فِي صِفَاتِهٖ نُؤْمِنُ بِهَا وَنَعْقِلُ وُجُودَهَا وَنَعْلَمُهَا فِي الْجُمْلَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ نَتَعَقَّلَهَا أَوْ نُشَبِّهَهَا أَوْ نُكَيِّفَهَا أَوْ نُمَثِّلَهَا بِصِفَاتِ خَلْقِهٖ، تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا.

"ہم اس صحیح دین اور مضبوط عقیدے پر قائم ہیں کہ کائنات میں اللہ کی کوئی مثال نہیں، نیز اللہ کی جو صفات (قرآن و حدیث سے) ثابت ہیں، ان پر

ایمان لانا اتنا ہی ضروری ہے، جتنا اس کی ذات مقدسہ پر ایمان لانا، کیونکہ صفات موصوف کے تابع ہوتی ہیں۔ چنانچہ جس طرح ہم بغیر کیفیت کو ذہن میں لائے، باری تعالیٰ کے وجود اور ذات پر ایمان رکھتے ہیں اور اسے دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں، بعینہٖ یہی معاملہ اس کی صفات کے بارے میں ہے۔ ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے وجود کو بغیر کسی مخلوق سے تشبیہ دیے اور بغیر کیفیت بیان کیے اور بغیر مثال دیے تسلیم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تشبیہ و تمثیل سے بہت بلند ہے۔" (العلوّ للعليّ الغفّار، ص 13)

شیخ الاسلام ثانی، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى عَرْشِهٖ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ، بَائِنٌ عَنْ خَلْقِهٖ.

"صحابہ و تابعین، یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا، آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔" (مختصر الصّواعق المرسلة، ص 418)

جہمیہ کا عقیدہ بیان کرتے ہیں:

قَالَتِ الْجَهْمِيَّةُ: إِنَّ اللّٰهَ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَقَالَ إِخْوَانُهُمْ: لَيْسَ فِي الْعَالَمِ وَلَا خَارِجِ الْعَالَمِ، وَلَا مُتَّصِلًا بِهٖ وَلَا مُنْفَصِلًا عَنْهُ، وَلَا مُبَايِنًا لَّهٗ وَلَا مُحَادِثًا لَّهٗ، وَلَا فَوْقَهٗ وَلَا خَلْفَهٗ، وَلَا أَمَامَهٗ وَلَا وَرَاءَهٗ.

"جہمیہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، جبکہ ان کے بھائیوں (معطلہ) نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کائنات کے اندر ہے، نہ باہر، نہ کائنات سے متصل ہے، نہ جدا، نہ کائنات سے علیحدہ ہے، نہ اس سے جُڑا ہوا، نہ کائنات کے اوپر

ہے، نہ نیچے، نہ آگے ہے اور نہ پیچھے۔" (الصّواعق المرسلة: 1192-1193)

فیصلہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

إِنَّهُ لَا يُعْلَمُ آيَةٌ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا نَصٌّ صَحِيحٌ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ فِي بَابِ أُصُولِ الدِّينِ، اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى خِلَافِهٖ، وَغَايَةُ مَا يُقَدَّرُ اخْتِلَافُ الْأُمَّةِ فِي الْقَوْلِ بِمُوجِبِهٖ، وَمَنْ لَّهٗ خِبْرَةٌ بِمَذَاهِبِ النَّاسِ وَأَقْوَالِ السَّلَفِ يَعْلَمُ قَطْعًا أَنَّ الْأُمَّةَ اجْتَمَعَتْ عَلَى الْقَوْلِ بِهٖ قَبْلَ ظُهُورِ الْمُخَالِفِ، كَمَا اجْتَمَعَتْ بِأَنَّ اللّٰهَ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ.

"اصولِ دین کے بارے میں کتاب اللہ کی کوئی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں، جس کے خلاف پوری امت جمع ہو گئی ہو۔ ہاں، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ امت اس کے فہم میں مختلف ہو گئی ہو۔ جسے لوگوں کے مذاہب اور سلف کے اقوال کے بارے میں پختہ علم ہے، وہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ اس نظریے کے مخالفین کے ظہور سے پہلے امت مسلمہ اس بات پر متفق تھی۔ اسی طرح امتِ مسلمہ اس بات پر بھی متفق تھی کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔" (الصّواعق المرسلة: 833)

ایک عقلی دلیل یوں دی ہے:

إِنَّ كُلَّ مَنْ أَقَرَّ بِوُجُودِ رَبِّ الْعَالَمِ، مُدَبِّرٍ لَّهٗ، لَزِمَهُ الْإِقْرَارُ بِمُبَايَنَةِ خَلْقِهٖ وَعُلُوِّهٖ عَلَيْهِمْ.

"جو کائنات کے ربّ اور مدبر کا اقراری ہے، اس پر اللہ کے مخلوق سے جدا اور

بلند ہونے کا اقرار کرنا لازم ہوگا۔'' (مختصر الصَّواعق المُرسلة: 270/1)

اجماع کچھ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى عَرْشِهٖ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ، بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهٖ.

''مسلمانوں یعنی صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے۔'' (مختصر الصَّواعق المرسلة: 418)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَهْمُ بْنُ صَفْوَانَ الَّذِي تَنْسِبُ إِلَيْهِ الطَّائِفَةُ الْجَهْمِيَّةُ الَّذِينَ يَقُولُونَ: إِنَّ اللّٰهَ فِي كُلِّ مَكَانٍ بِذَاتِهٖ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا.

''جہم بن صفوان کی طرف جہمیہ فرقہ منسوب ہے، جو کہتے ہیں کہ اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے۔ اللہ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند ہے۔''

(البداية والنّهاية: 199/13، هجر)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) ''استوا علی العرش'' کے بارے فرماتے ہیں:

كَيْفَ لَا يُوَثَّقُ بِمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ، وَهُمْ خَيْرُ الْقُرُونِ بِشَهَادَةِ صَاحِبِ الشَّرِيعَةِ.

''اُس بات پر اعتماد کیوں نہ کیا جائے، جس پر تینوں زمانوں والوں (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) نے اتفاق کیا ہے۔ صاحبِ شریعت (رسول اللہ ﷺ) نے گواہی دی ہے کہ یہ زمانے سب سے بہتر ہیں۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري: 13/407-408)

دلائلِ فطرت

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (792ھ) فرماتے ہیں:

عُلُوُّهُ سُبْحَانَهُ كَمَا هُوَ ثَابِتٌ بِالسَّمْعِ ثَابِتٌ بِالْعَقْلِ وَالْفِطْرَةِ.

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا (عرش پر) بلند ہونا جس طرح قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت ہے، اسی طرح عقل اور فطرت سے بھی ثابت ہے۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية:290)

پہلی دلیل

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَرَجَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ يَسْتَسْقِي، فَإِذَا هُوَ بِنَمْلَةٍ رَّافِعَةٍ بَعْضَ قَوَائِمِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: ارْجِعُوا، فَقَدِ اسْتُجِيبَ لَكُمْ مِّنْ أَجْلِ شَأْنِ النَّمْلَةِ.

''ایک نبی (اپنی قوم کے ساتھ) اللہ سے بارش طلب کرنے نکلے۔ اچانک انھوں نے دیکھا کہ ایک چیونٹی آسمانوں کی طرف اپنی کچھ ٹانگیں اٹھائے ہوئے (بارش کی دُعا کر رہی) ہے۔ نبی نے فرمایا: واپس لوٹ جائیں، کیونکہ

چیونٹی کے عمل کی وجہ سے آپ کی دُعا قبول کر لی گئی ہے۔“

(سنن الدّارقطني: 1797، المستدرك للحاكم: 1/325-326، وسندهٗ حسنٌ، واللّفظ لهٗ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

اس کے راوی محمد بن عون ”حسن الحدیث“ ہیں۔

1. امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَجُلٌ مَّعْرُوفٌ. ”یہ جانے پہچانے محدث ہیں۔“ (العِلَل ومعرفة الرّجال: 2/211)

2. امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انھیں ”الثقات“ (7/411) میں ذکر کیا ہے۔

3. امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کی سند کو ”صحیح“ قرار دے کر ان کی توثیقِ ضمنی کی ہے۔

محمد بن عون کے والد عون بن حکم بھی ”ثقہ“ ہیں۔

1. امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انھیں ”الثقات“ (7/281) میں ذکر کیا ہے۔

2. امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کی سند کو ”صحیح“ قرار دے کر ان کی توثیق ضمنی کی ہے۔

عون بن حکم رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے اور امام زہری رحمہ اللہ نے ابو سلمہ رحمہ اللہ سے سماع کی تصریح کی ہے، لہٰذا سند ”صحیح متصل“ ہے۔

چیونٹی کا فطری طور پر یہ نظریہ ہے کہ اللہ ہر جگہ نہیں، بلکہ اپنی مخلوقات سے بلند ہے، اسی لیے تو وہ اپنی ٹانگیں آسمانوں کی طرف بلند کیے ہوئے بارش کی دُعا کر رہی تھی اور اس کی یہ دُعا اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبول بھی فرما لی۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَبْيَنِ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْفِطْرُ وَالْعُقُولُ وَالشَّرَائِعُ عُلُوُّهُ سُبْحَانَهُ فَوْقَ جَمِيعِ الْعَالَمِ، وَأَمَّا تَقْرِيرُ ذٰلِكَ بِالْأَدِلَّةِ الْعَقْلِيَّةِ الصَّرِيحَةِ فَمِنْ طُرُقٍ كَثِيرَةٍ جِدًّا.

”فطرت، انسانی عقلوں اور آسمانی شریعتوں نے جو سب سے واضح گواہی دی ہے وہ یہی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام جہانوں سے بلند ہے۔ رہا صریح عقلی دلائل سے اس کا اثبات، تو اس کے بہت سے طریقے ہیں۔“

(الصّواعق المرسلة:4/1278-1279)

دوسری دلیل

فطرت کی ایک دلیل یہ ہے کہ مخلوق دُعا کے وقت ہاتھ اوپر کو بلند کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے مانگا جا رہا ہے، وہ اُوپر ہے، ائمہ اہل سنت کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (324ھ) فرماتے ہیں:

رَأَيْنَا الْمُسْلِمِينَ جَمِيعًا يَّرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِذَا دَعَوْا نَحْوَ السَّمَاءَ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَوٍ عَلَى الْعَرْشِ الَّذِي هُوَ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ، فَلَوْلَا أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْعَرْشِ لَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ نَحْوَ الْعَرْشِ كَمَا لَا يَحُطُّونَهَا إِذَا دَعَوْا إِلَى الْأَرْضِ، وَقَدْ قَالَ الْقَائِلُونَ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالْحَرُورِيَّةِ: إِنَّ مَعْنٰى قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ أَنَّهُ اسْتَوْلٰى وَمَلَكَ وَقَهَرَ وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي كُلِّ مَكَانٍ

وَّجَحَدُوا أَنْ يَّكُونَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا قَالَ أَهْلُ الْحَقِّ وَذَهَبُوا فِي الْإِسْتِوَاءِ إِلَى الْقُدْرَةِ، وَلَوْ كَانَ هٰذَا كَمَا ذَكَرُوهُ كَانَ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْعَرْشِ وَالْأَرْضِ السَّابِعَةِ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَادِرٌ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ، وَّالْأَرْضُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ قَادِرٌ عَلَيْهَا وَعَلَى الْحَشُوشِ وَعَلٰى كُلِّ مَا فِي الْعَالَمِ، فَلَوْ كَانَ اللّٰهُ مُسْتَوِيًا عَلَى الْعَرْشِ بِمَعْنَى الْإِسْتِيلَاءِ، وَهُوَ تَعَالٰى عَلَى الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا لَكَانَ مُسْتَوِيًا عَلَى الْعَرْشِ وَعَلَى الْأَرْضِ وَعَلَى السَّمَاءِ وَعَلَى الْحَشُوشِ وَالْأَقْذَارِ لِأَنَّهٗ قَادِرٌ عَلَى الْأَشْيَاءِ مُسْتَوْلٍ عَلَيْهَا، وَإِذَا كَانَ قَادِرًا عَلَى الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَّقُولَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَوٍ عَلَى الْحَشُوشِ وَالْأَخْلِيَةِ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا لَّمْ يَجُزْ أَنْ يَّكُونَ الْإِسْتِوَاءُ عَلَى الْعَرْشِ الْإِسْتِيلَاءَ الَّذِي هُوَ عَامٌّ فِي الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا وَوَجَبَ أَنْ يَّكُونَ مَعْنَى الْإِسْتِوَاءِ يَخْتَصُّ بِالْعَرْشِ دُونَ الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا، وَزَعَمَتِ الْجَهْمِيَّةُ وَالْحَرُورِيَّةُ وَالْجَهْمِيَّةُ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي كُلِّ مَكَانٍ فَلَزِمَهُمْ أَنَّهٗ فِي بَطْنِ مَرْيَمَ وَفِي الْحَشُوشِ وَالْأَخْلِيَةِ، وَهٰذَا خِلَافُ الدِّينِ، تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ قَوْلِهِمْ عُلُوًّا كَبِيرًا.

’’ہم نے سب مسلمانوں کو دیکھا ہے، وہ دُعا کرتے ہیں، تو آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں، کیونکہ اللہ عرش پر ہے، جو آسمانوں کے اوپر

ہے۔ مسلمان اللہ سے دُعا کرتے ہوئے زمین کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے۔ اگر اللہ عرش پر نہ ہوتا، تو مسلمان اپنے ہاتھوں کو عرش کی طرف نہ اُٹھاتے۔ معتزلہ، جہمیہ اور حروریہ میں سے بعض کا کہنا ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ ﴾ (رحمٰن عرش پر مستوی ہوا) کا معنی یہ ہے کہ اللہ عرش پر غالب ہوا اور اس پر اپنا تسلط قائم کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے۔ انھوں نے اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار کرتے ہوئے اہل حق کی مخالفت کی ہے اور استوا کو قدرت کے معنی میں لیا ہے۔ اگر بات ایسے ہی ہو، تو عرش اور ساتویں زمین میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین پر بھی قادر ہے اور نجاست کی جگہوں پر بھی اور کائنات کی ہر چیز پر۔ اگر اللہ کے عرش پر مستوی ہونے سے مراد غلبہ اور قدرت ہوتی، تو اللہ عرش کیا، زمین کیا، آسمان کیا، نجاست کے ڈھیر کیا، سب چیزوں پر مستوی ہوتا، کیونکہ وہ سب چیزوں پر قادر اور غالب ہے، حالانکہ کسی مسلمان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ کو نجاستوں والی جگہوں اور بیوت الخلا پر مستوی قرار دے۔ اللہ ایسی باتوں سے بہت بلند ہے۔ چنانچہ عرش پر مستوی ہونے کا معنی وہ غلبہ نہیں، جو تمام اشیا پر بھی ہے۔ ضروری ہے کہ استوی کا معنی باقی چیزوں کے سوا عرش کے ساتھ خاص ہو۔ معتزلہ، حروریہ اور جہمیہ نے کہا ہے کہ اللہ ہر جگہ میں ہے۔ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ (معاذ اللہ) وہ مریم علیہا السلام کے پیٹ میں بھی تھا، نجاست کی جگہوں میں بھی ہے، بیوت الخلا میں بھی ہے۔ یہ باتیں دین اسلام کے منافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے بہت بلند ہے۔'' (الإبانة عن أصول الدّيانة: 1/106-108)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ يَزَلِ الْمُسْلِمُونَ فِي كُلِّ زَمَانٍ إِذَا هَمَّهُمْ أَمْرٌ وَّكَرَبَهُمْ غَمٌّ يَّرْفَعُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ رَغْبَةً إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْكَشْفِ عَنْهُمْ.

''ہر زمانے میں مسلمان کسی پریشانی اور غم میں مبتلا ہوتے وقت اپنے چہرے اور ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے رہے ہیں۔ وہ اس طرح غم اور پریشانی کو دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرتے تھے۔''

(التَّمهيد لما في المؤطّأ من المَعاني والأسانيد: 81/22)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (620ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَصَفَ نَفْسَهٗ بِالْعُلُوِّ فِي السَّمَاءِ، وَوَصَفَهٗ بِذٰلِكَ مُحَمَّدٌ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَجْمَعَ عَلٰى ذٰلِكَ جَمِيعُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ الْأَتْقِيَاءِ وَالْأَئِمَّةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ، وَتَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ بِذٰلِكَ عَلٰى وَجْهٍ حَصَلَ بِهِ الْيَقِينُ، وَجَمَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ قُلُوبَ الْمُسْلِمِينَ، وَجَعَلَهٗ مَغْرُوزًا فِي طِبَاعِ الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ، فَتَرَاهُمْ عِنْدَ نُزُولِ الْكَرْبِ بِهِمْ يَلْحَظُونَ السَّمَاءَ بِأَعْيُنِهِمْ، وَيَرْفَعُونَ نَحْوَهَا لِلدُّعَاءِ أَيْدِيَهُمْ، وَيَنْتَظِرُونَ مَجِيءَ الْفَرَجِ مِنْ رَّبِّهِمْ، وَيَنْطِقُونَ بِذٰلِكَ بِأَلْسِنَتِهِمْ، لَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ إِلَّا مُبْتَدِعٌ غَالٍ فِي بِدْعَتِهٖ، أَمْ مَفْتُونٌ بِتَقْلِيدِهٖ وَاتِّبَاعِهٖ عَلٰى ضَلَالَتِهٖ.

''اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ آسمانوں پر بلند ہے۔ اسی

طرح خاتم الانبیا محمد ﷺ نے بھی یہی بتایا ہے۔ اس پر اہل علم صحابہ کرام اور فقہا کا اجماع ہے۔ اس بابت اتنی احادیث بیان ہوئی ہیں کہ ان سے علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو جمع کر دیا ہے۔ اسے تمام مخلوقات کی فطرت کا حصہ بنا دیا ہے۔ دیکھئے! سب مصیبت کے وقت نظریں آسمان کی جانب جماتے ہیں اور دعا کے وقت اسی سمت ہاتھ بلند کرتے ہیں، اپنے رب کی طرف سے خوش حالی کا انتظار کرتے ہیں اور زبانوں سے یہی پکارتے ہیں۔ اس کا انکار وہی کر سکتا ہے، جو غالی بدعتی ہو یا ایسے شخص کی تقلید اور ضلالت پر پیروی کے فتنے کا شکار ہو چکا ہو۔"

ایک واقعہ

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا يَحْيَى بنُ أَبِي مَنْصُوْرِ الفَقِيْهُ فِي كِتَابِهِ، عَنْ عبدِ القَادِرِ الْحَافِظِ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَلَاءِ الهَمَذَانِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبُو جَعْفَرٍ الْحَافِظُ، سَمِعْتُ أَبَاالْمُعَالِي وَسُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ فَقَالَ: كَانَ اللّٰهُ وَلَا عَرْشَ وَجَعَلَ يَتخبَّطُ، فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكَ لِلضرُوْرَاتِ مِنْ حِيْلَةٍ؟ فَقَالَ: مَا مَعْنٰى هٰذِهِ الْإِشَارَةِ؟ قُلْتُ: مَا قَالَ عَارِفٌ قَطُّ: يَا رَبَّاهُ إِلَّا قَبْلَ أَنْ يَتَحَرَّكَ لِسَانَهٗ، قَامَ مِنْ بَاطِنِهٖ قَصْدٌ لَّا يَلْتَفِتُ يُمْنَةً وَّلَا يُسْرَةً يَّقصِدُ الْفَوْقَ فَهَلْ لِهٰذَا الْقَصْدِ الضُّرُوْرِيِّ عِنْدَكَ مِنْ حِيْلَةٍ؛ فَتُنْبِئَنَا نَتَخَلَّصُ مِنَ الْفَوْقِ وَالتَّحْتِ؟

وَبَكَيْتُ وَبَكَى الْخَلْقُ، فَضَرَبَ بِكُمِّهِ عَلَى السَّرِيْرِ، وَصَاحَ بِالْحَيْرَةِ، وَمَزَّقَ مَا كَانَ عَلَيْهِ، وَصَارَتْ قِيَامَةٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَنَزَلَ يَقُوْلُ: يَا حَبِيْبِي الْحَيْرَةَ الْحَيْرَةَ، وَالدَّهْشَةَ الدَّهْشَةَ.

''ہمیں فقیہ یحییٰ بن ابی منصور نے اپنی کتاب میں بیان کیا، وہ عبد القادر الحافظ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہمیں ابوالعلاء ہمذانی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: ہمیں ابوجعفر الحافظ نے بیان کیا، ان کا کہنا تھا: میں نے ابوالمعالی کو سنا، ان سے فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○﴾ (طٰہٰ: 5) ''رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔'' کے بارے میں سوال ہوا، تو وہ کہنے لگا: اللہ تو اس وقت بھی تھا، جب عرش نہیں تھا۔ یوں وہ بے وقوفی کی باتیں کرنے لگا۔ میں نے اس سے کہا: کیا ضروریات طبیعیہ کو ماننے بغیر تیرے پاس کوئی چارہ ہے؟ کہنے لگا: اس سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا: جب بھی کوئی شخص اللہ کو پکارتا ہے، تو زبان کی حرکت سے پہلے ہی دل سے ایک قصد اوپر کی طرف اٹھتا ہے۔ وہ دائیں بائیں کی طرف التفات نہیں کرتا۔ کیا اس لازمی قصد سے جان چھڑانے کا کوئی حیلہ آپ کے پاس ہے، جو اوپر، نیچے کے قصد سے ہماری گلو خلاصی کرا دے۔ میں رونے لگا اور لوگ بھی رونے لگے۔ ابوالمعالی نے اپنا چہرہ چارپائی پر رکھا اور حیرت کے مارے چیخنے اور اپنے کپڑے پھاڑنے لگا۔ مسجد میں تو گویا قیامت برپا ہوگئی۔ ابوالمعالی یہ کہتے ہوئے اُترا: اے میرے دوست! حیرت ہی حیرت ہے اور دہشت ہی دہشت ہے۔''

(سير أعلام النّبلاء: 477/18، العلو (مختصر)، ص 286، وسندهٗ حسنٌ)

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (792ھ) اس واقعے کو اللہ تعالیٰ کے علو پر فطرت کی دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَرَادَ الشَّيْخُ أَنَّ هٰذَا أَمْرٌ فَطَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ عِبَادَهٗ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّتَلَقَّوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ، يَجِدُونَ فِي قُلُوبِهِمْ طَلَبًا ضَرُورِيًّا يَّتَوَجَّه إِلَى اللّٰهِ وَيَطْلُبُهٗ فِي الْعُلُوِّ.

”شیخ کی مراد یہ ہے کہ یہ ایک فطری معاملہ ہے، جس پر اللہ نے بندوں کی جبلت بنائی ہے۔ اس چیز کو پیغمبروں سے سیکھے بغیر بھی لوگ اپنے دلوں میں ایک ضروری تڑپ محسوس کرتے ہیں، جو اللہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور بلندی میں اس کو تلاش کرتی ہے۔“

(شرح العقيدة الطّحاوية:291، إثبات صفة العلوّ، ص63)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰكَذَا رَأَيْنَا فِي كُلِّ مَنْ يُّسْأَلُ: أَيْنَ اللّٰهُ؟ يُبَادِرُ بِفِطْرَتِهٖ وَيَقُولُ: فِي السَّمَاءِ.

”جس سے بھی پوچھا جائے کہ اللہ کہاں ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی فطرت کے مطابق یہی کہے گا کہ آسمانوں پر ہے۔“ (العلوّ، ص26)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الَّذِي أَقَرَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي فِطْرِ عِبَادِهٖ وَجَبَلَهُمْ عَلَيْهِ أَنَّ رَبَّهُمْ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی فطرت میں یہ بات ودیعت کر دی ہے کہ ان کا

ربّ آسمانوں سے اوپر ہے۔‘‘(الفتاوی الکبریٰ: 153/5)

مزید لکھتے ہیں:

لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ مَعْنَاهُ عَلٰى خِلَافِ مَا يَقِرُّ فِي الْقُلُوبِ السَّلِيمَةِ مِنَ الْأَهْوَاءِ، وَالْفِطْرَةِ الصَّحِيحَةِ مِنَ الْأَدْوَاءِ، لَوَجَبَ عَلَى الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنْ يُبَيِّنُوا أَنَّ اسْتِوَاءَ اللّٰهِ عَلٰى عَرْشِهٖ عَلٰى خِلَافِ مَا فَطَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ خَلْقَهٗ، وَجَبَلَهُمْ عَلَى اعْتِقَادِهٖ.

’’اگر عرش پر مستوی ہونے کا اصل معنی ہوائے نفس سے سالم دلوں میں اور بیماریوں سے پاک فطرتوں میں موجود معنی کے خلاف ہوتا، تو صحابہ و تابعین پر لازم ہوتا کہ وہ یہ وضاحت فرماتے کہ اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا وہ معنی نہیں، جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت و جبلت میں رکھا ہے۔‘‘

(کتاب العرش: 2/262-263)

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (792ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا ثُبُوتُهٗ بِالْفِطْرَةِ، فَإِنَّ الْخَلْقَ جَمِيعًا بِطِبَاعِهِمْ وَقُلُوبِهِمُ السَّلِيمَةِ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ وَيَقْصِدُونَ جِهَةَ الْعُلُوِّ بِقُلُوبِهِمْ عِنْدَ التَّضَرُّعِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى.

’’رہی بات ذات باری تعالیٰ کے بلند ہونے پر فطرت کے ثبوت کی، تو تمام مخلوق اپنی سلامت فطرتوں اور دُرست دلوں کے ساتھ دُعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو بلند کرتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کے وقت اپنے دلوں سے بھی بلندی کی طرف قصد کرتے ہیں۔‘‘(شرح العقیدۃ الطّحاویۃ، ص 291)

لیکن ملا علی قاری حنفی (1014ھ) اہل سنت کی مخالفت اور شارح عقیدہ طحاویہ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (792ھ) کے ردّ میں لکھتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ الشَّارِحَ يَقُولُ بِعُلُوِّ الْمَكَانِ مَعَ نَفْيِ التَّشْبِيهِ، وَتَبِعَ فِيهِ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْبِدْعَةِ.

”حاصل کلام یہ ہے کہ شارح (امام ابن ابی العز حنفی) تشبیہ کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بلندیٔ مکان کے قائل ہیں۔ اس بارے میں انھوں نے اہل بدعت کے ایک گروہ کی پیروی کی ہے۔“ (شرح الفقه الأكبر، ص 172)

چند سطروں بعد مزید لکھتے ہیں:

مِنَ الْغَرَائِبِ أَنَّهُ اسْتَدَلَّ عَلٰى مَذْهَبِهِ الْبَاطِلِ (أَيْ فِي الْعُلُوِّ) بِرَفْعِ الْأَيْدِي فِي الدُّعَاءِ، وَهُوَ مَرْدُودٌ.

”عجوبہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کی بابت اپنے باطل مذہب پر دعا میں ہاتھ اٹھانے سے دلیل لی ہے، حالاں کہ یہ مردود ہے۔“

(شرح الفقه الأكبر، ص 172)

قارئین کرام! خود فیصلہ فرمائیں کہ قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے صریح دلائل سے ثابت مذہب کو باطل اور مردود قرار دینا کیسا اسلام ہے؟

استوا کا معنی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○﴾ (طه: 5) ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾

(الأعراف: 54، یونس: 3، الرعد: 2، الفرقان: 59، السجدة: 4، الحدید: 4)

سلف صالحین اور ائمہ دین نے ان آیاتِ بینات کا معنی بیان کیا ہے کہ ''وہ عرش پر بلند ہوا۔'' جیسا کہ

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (449ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ: عَلَا، فَهُوَ صَحِيحٌ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَقِّ.

''جن لوگوں نے کہا ہے کہ (استوا علی العرش کا معنی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ بلند ہوا، ان کی بات صحیح ہے۔ اہل سنت اور اہل حق کا یہی مذہب ہے۔''

(شرح صحيح البخاري: 92/20)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) لکھتے ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ عَلٰى عَرْشِهِ ارْتَفَعَ وَعَلَا.

''اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہوا۔''(تفسیر الطّبري:18/270، 23/169)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ، فَلِلنَّاسِ فِي هٰذِهِ الْمَقَامِ مَقَالَاتٌ كَثِيرَةٌ جِدًّا، لَيْسَ هٰذَا مَوْضِعُ بَسْطِهَا، وَإِنَّمَا يُسْلَكُ فِي هٰذَا الْمَقَامِ مَذْهَبُ السَّلَفِ الصَّالِحِ: مَالِكٌ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَالثَّوْرِيُّ، وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ وَغَيْرُهُمْ، مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ قَدِيمًا وَّحَدِيثًا، وَّهُوَ إِمْرَارُهَا كَمَا جَاءَتْ مِنْ غَيْرِ تَكْيِيفٍ وَّلَا تَشْبِيهٍ وَّلَا تَعْطِيلٍ، وَالظَّاهِرُ الْمُتَبَادِرُ إِلٰى أَذْهَانِ الْمُشَبِّهِينَ مَنْفِيٌّ عَنِ اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُشْبِهُهُ شَيْءٌ مِّنْ خَلْقِهِ، وَ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشورى: 11) بَلِ الْأَمْرُ كَمَا قَالَ الْأَئِمَّةُ، مِنْهُمْ نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ الْخُزَاعِيُّ شَيْخُ الْبُخَارِيِّ: مَنْ شَبَّهَ اللّٰهُ بِخَلْقِهِ فَقَدْ كَفَرَ، وَمَنْ جَحَدَ مَا وَصَفَ اللّٰهُ بِهٖ نَفْسَهٗ فَقَدْ كَفَرَ، وَلَيْسَ فِيمَا وَصَفَ اللّٰهُ بِهٖ نَفْسَهٗ وَلَا رَسُولُهٗ تَشْبِيهٌ، فَمَنْ أَثْبَتَ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَا وَرَدَتْ بِهِ الْآيَاتُ الصَّرِيحَةُ وَالْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ، عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَلِيقُ بِجَلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَنَفٰى عَنِ اللّٰهِ تَعَالَى النَّقَائِصَ، فَقَدْ سَلَكَ سَبِيلَ الْهُدٰي.

''رہا اللہ کا یہ فرمان: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''پھر وہ عرش پر مستوی

ہوا۔'' تو اس کے بارے میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں۔ یہ جگہ ان کی تفصیل کی نہیں۔ اس مسئلے میں سلف صالحین کی راہ پر چلا جائے گا۔ امام مالک، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ وغیرہم رحمہم اللہ، جو کہ قدیم اور جدید دَور کے مسلمانوں کے امام ہیں، ان کا مذہب یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ کو اسی طرح تسلیم کیا جائے، جس طرح وہ بیان ہوئی ہیں۔ نہ ان کی کیفیت بیان کی جائے، نہ ان میں تعطیل کی جائے اور نہ ہی مخلوق کے ساتھ انھیں تشبیہ دی جائے۔ تشبیہ دینے والے لوگوں کے ذہن میں جو متبادر بات آتی ہے، اللہ اس سے بری ہے، کیونکہ مخلوق میں چیز اس کے مثل نہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ ﴾ (الشوری: 11) ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع وبصیر ہے۔'' بلکہ یہ معاملہ ایسے ہے، جیسے ائمہ دین نے فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ امام نعیم بن حماد رحمہ اللہ بھی ہیں، انھوں نے فرمایا کہ جو اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دے، وہ بھی کافر اور جو اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ صفات میں سے کسی کا انکار کرے، وہ بھی کافر (کتاب العرش للذهبی: 209، وسنده حسن) جو صفتِ باری تعالیٰ خود اللہ نے بیان کی ہے یا اس کے رسول نے بیان کی ہے، اس میں کوئی تشبیہ نہیں۔ لہٰذا جو شخص آیات بینات اور احادیث صحیحہ میں بیان کی گئی صفات کو اس طرح ثابت کرتا ہے، جیسے اللہ کی شان کو لائق ہیں اور اللہ سے تمام نقائص کی نفی کرتا ہے، وہ ہدایت کے راستے پر گامزن ہے۔'' (تفسير ابن كثير: 3/426-427، سلامة)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ، عَلَى الْعَرْشِ، مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ كَمَا قَالَتِ الْجَمَاعَةُ، وَهُوَ مِنْ حُجَّتِهِمْ عَلَى الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ فِي قَوْلِهِمْ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَلَيْسَ عَلَى الْعَرْشِ، وَالدَّلِيلُ عَلٰى صِحَّةِ مَا قَالُوهُ أَهْلُ الْحَقِّ فِي ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ ﴾ (طٰہٰ: 5)

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ اللہ ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے، جیسا کہ جماعت (اہل سنت) کا عقیدہ ہے۔ یہ حدیث معتزلہ اور جہمیہ کے خلاف اہل سنت کی دلیل ہے۔ جہمیہ اور معتزلہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ میں ہے، (صرف) عرش پر نہیں ہے۔ اہل حق کی دلیل یہ ہے: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ ﴾ ''رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔''

(التّمهيد لما في الموطّأ من المعاني والأسانيد: 129/7)

قَالَ الْإِمَامُ أَبُو أَحْمَدَ الْحَاكِمُ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ الثَّقَفِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا رِجَا قُتَيْبَةَ بْنَ سَعِيدٍ، قَالَ: هٰذَا قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الْمَأْخُوذُ فِي الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ، يُعْرَفُ اللّٰهُ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ عَلٰى عَرْشِهِ كَمَا قَالَ: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ ﴾ (طٰہٰ: 5)

''امام قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ائمہ کا اسلام اور سنت سے ماخوذ موقف یہ ہے کہ اللہ ساتویں آسمان کے اوپر اپنے عرش پر ہے، جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ ﴾ (طٰہٰ: 5) ''رحمٰن عرش

پر مستوی ہوا۔" (شِعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم: 12، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک تاویل

بعض نے لکھا ہے کہ

"ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت وشرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں، تا کہ کم فہم سمجھ لیں، مثلاً یہ کہ ممکن ہے کہ استوا سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت۔ تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔"

(المهند على المفند، ص48)

لیکن ان کی یہ تاویلات درست نہیں ہیں، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاویٰ: 17/374-379) نے بارہ اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (مختصر الصواعق المرسلہ: 1/152-226) نے بیالیس طریقوں سے ان تاویلات کو باطلہ قرار دیا ہے۔ وللہ الحمد!

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ وَسَلَفُ الْأُمَّةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ مَنْ تَأَوَّلَ اسْتَوٰى بِمَعْنَى اسْتَوْلٰى، أَوْ بِمَعْنًى آخَرَ، يَنْفِي أَنْ يَّكُونَ اللّٰهَ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ، فَهُوَ جَهْمِيٌّ ضَالٌّ.

"اہل سنت اور سلف امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص استوی کی تاویل استولیٰ یا کسی اور معنی سے کرتا ہے اور اس سے اللہ کے آسمانوں کے اوپر ہونے کی نفی کرتا ہے، وہ گمراہ جہمی ہے۔" (التّسعينيّة: 2/545)

مزید فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنْ يُّقَالَ: اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ، وَلَا يُقَالَ: اسْتَوْلٰى عَلٰى هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ.

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا اقرار کیا جائے گا۔ یہ معنی نہیں کیا جائے گا کہ اللہ ان چیزوں پر غالب ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ: 145/5)

نیز فرماتے ہیں:

فَسَّرُوا الْإِسْتِوَاءَ بِمَا يَتَضَمَّنُ الْإِرْتِفَاعَ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ.

''اہل سنت والجماعت نے استوا کا معنی آسمانوں کے اوپر بلند ہونے کا کیا ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ: 359/16)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ ظَاهِرَ الْإِسْتِوَاءِ وَحَقِيقَتَهٗ هُوَ الْعُلُوُّ وَالْإِرْتِفَاعُ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ جَمِيعُ أَهْلِ اللُّغَةِ وَالتَّفْسِيرِ الْمَقْبُولِ.

''استوا کا ظاہری اور حقیقی معنی بلند ہونا ہی ہے، جیسا کہ تمام اہل لغت اور اہل تفسیر نے صراحتاً بیان کیا ہے۔''(مختصر الصّواعق المرسلة:145/2)

نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ لَفْظَ الْإِسْتِوَاءِ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الَّذِي خَاطَبَنَا اللّٰهُ بِلُغَتِهِمْ وَأَنْزَلَ بِهٖ كَلَامَهٗ نَوْعَانِ: مُطْلَقٌ وَّمُقَيَّدٌ ...... هٰذِهٖ مَعَانِي الْإِسْتِوَاءِ الْمَعْقُولَةُ فِي كَلَامِهِمْ.

''کلامِ عرب، کہ جس زبان میں اللہ نے ہمیں مخاطب کیا ہے اور جس میں اپنی

کلام نازل فرمائی ہے، اس میں لفظِ استوا کی دو قسمیں ہیں: مطلق اور مقید......
استوا کے یہ معانی کلامِ عرب میں معقول ہیں۔''

(مختصر الصّواعق المُرسلة:2/126-127)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) لکھتے ہیں:

بَعْضُهُمْ يَقُولُ: اسْتَوٰى بِمَعْنَى اسْتَوْلٰى، وَيَحْتَجُّ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ:

حَتَّى اسْتَوٰى بِشْرٌ عَلَى الْعِرَاقِ مِنْ غَيْرِ سَيْفٍ وَّدَمٍ مُّهْرَاقِ

وَبِقَوْلِ الشَّاعِرِ أَيْضًا:

هُمَا اسْتَوَيَا بِفَضْلِهِمَا جَمِيعًا عَلٰى عَرْشِ الْمَلُوكِ بِغَيْرِ زَوْرِ

وَهٰذَا مُنْكَرٌ عِنْدَ اللُّغَوِيِّينَ، قَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ: الْعَرَبُ لَا تَعْرِفُ اسْتَوٰى بِمَعْنَى اسْتَوْلٰى، وَمَنْ قَالَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَعْظَمَ، قَالُوا: وَإِنَّمَا يُقَالُ: اسْتَوْلٰى فُلَانٌ عَلٰى كَذَا إِذَا كَانَ بَعِيدًا عَنْهُ غَيْرَ مُتَمَكِّنٍ مِنْهُ، ثُمَّ تَمَكَّنَ مِنْهُ، وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَزَلْ مُسْتَوْلِيًا عَلَى الْأَشْيَاءِ، وَالْبَيْتَانِ لَا يُعْرَفُ قَائِلُهُمَا، كَذَا قَالَ ابْنُ فَارِسٍ اللُّغَوِيِّ، وَلَوْ صَحَّا فَلَا حُجَّةَ فِيهِمَا لِمَا بَيَّنَّا مِنَ اسْتِيلَاءِ مَنْ لَمْ يَكُنْ مُسْتَوْلِيًا، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ تَعْطِيلِ الْمُلْحِدَةِ، وَتَشْبِيهِ الْمُجَسِّمَةِ.

''بعض لوگ استویٰ کا معنی استولیٰ کرتے ہیں اور دلیل شاعر کے اس قول سے لیتے ہیں: حَتَّى اسْتَوٰى بِشْرٌ عَلَى الْعِرَاقِ مِنْ غَيْرِ سَيْفٍ وَّدَمٍ مُّهْرَاقِ ''یہاں تک کہ بشر عراق پر بغیر تلوار چلائے اور خون بہائے غالب ہوگیا۔'' نیز شاعر کے اس قول کے ساتھ بھی:

هُمَا اسْتَوَيَا بِفَضْلِهِمَا جَمِيعًا عَلٰى عَرْشِ الْمَلُوكِ بِغَيْرِ زَوْرِ ''وہ دونوں اپنی فضیلت و منقبت کی وجہ سے بغیر غلط طریقہ استعمال کیے بادشاہوں کے تخت پر غالب ہوگئے۔'' حالانکہ یہ معنی لغویوں کے ہاں منکر ہے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ عرب استویٰ کا استولیٰ کے معنی میں ہونا نہیں جانتے۔ جو ایسا کہے گا، بڑی سخت بات کہے گا۔ پھر استولیٰ کا لفظ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے، جب کوئی چیز کسی سے دُور ہو اور وہ اس پر قادر نہ ہو، بعد میں قادر ہوگیا ہو، جب کہ اللہ تمام اشیا پر ازل سے قادر ہے۔ ابن الفارس لغوی کا کہنا ہے کہ یہ شعر ثابت ہی نہیں ہیں، اگر یہ دونوں شعر ثابت ہو بھی جائیں، تو ان میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ استولیٰ کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے، جب کوئی پہلے قادر و غالب نہ ہو، بعد میں ہوا ہو۔ ہم ملحدین کی تعطیل اور مجسمہ فرقہ والوں کی تشبیہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔'' (زاد المَسیر: 213/3)

فائدہ: یہ دونوں شعر لسان العرب (414/14، مادہ سوی) اور الصحاح للجوهری (238/6) میں مذکور ہیں، لیکن شاعر کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ نَقْلٌ صَحِيحٌ أَنَّهُ شِعْرٌ عَرَبِيٌّ، وَكَانَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَئِمَّةِ اللُّغَةِ أَنْكَرُوا، وَقَالُوا: إِنَّهُ بَيْتٌ مَّصْنُوعٌ، لَّا يُعْرَفُ فِي اللُّغَةِ.

''اس شعر کے عربی ہونے کے متعلق کوئی صحیح نقل ثابت نہیں ہوسکی۔ بہت سے ائمہ لغت نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خود ساختہ شعر ہے، لغتِ عرب میں نہیں ملتا۔'' (مجموع الفتاویٰ: 146/5، الصّواعق المرسلة لابن القيم، ص 388)

امام ابوعمر احمد بن محمد بن عبداللہ طلمنکی رحمہ اللہ (429ھ) اپنی کتاب اَلْوُصُولُ إِلٰی عِلْمِ الْأُصُولُ میں لکھتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ فِي قَوْلِهِ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ أَنَّ الْاسْتِوَاءَ مِنَ اللّٰهِ عَلٰى عَرْشِهٖ عَلَى الْحَقِيقَةِ لَا عَلَى الْمَجَازِ فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ لَا يَجُوزُ أَنْ يُّسَمَّى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهٰذِهِ الْأَسْمَاءِ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَيُسَمّٰى بِهَا الْمَخْلُوقُ، فَنَفَوْا عَنِ اللّٰهِ الْحَقَائِقَ مِنْ أَسْمَائِهٖ وَأَثْبَتُوهَا لِخَلْقِهٖ فَإِذَا سُئِلُوا مَا حَمَلَهُمْ عَلٰى هٰذَا الزَّيْغِ قَالُوا: الْإِجْتِمَاعُ فِي التَّسْمِيَةِ يُوجِبُ التَّشْبِيهَ، قُلْنَا: هٰذَا خُرُوجٌ عَنِ اللُّغَةِ الَّتِي خُوطِبْنَا بِهَا لِأَنَّ الْمَعْقُولَ فِي اللُّغَةِ أَنَّ الْاشْتِبَاهَ فِي اللُّغَة لَا تَحْصُلُ بِالتَّسْمِيَةِ وَإِنَّمَا تَشْبِيهُ الْأَشْيَاءِ بِأَنْفُسِهَا أَوْ بِهَيْئَاتٍ فِيهَا كَالْبَيَاضِ بِالْبَيَاضِ وَالسَّوَادِ بِالسَّوَادِ وَالطَّوِيلِ بِالطَّوِيلِ وَالْقَصِيرِ بِالْقَصِيرِ وَلَوْ كَانَتِ الْأَسْمَاءُ تُوجِبُ اشْتِبَاهًا لَّاشْتَبَهَتِ الْأَشْيَاءُ كُلُّهَا لِشُمُولِ اسْمِ الشَّيْءِ لَهَا وَعُمُومِ تَسْمِيَةِ الْأَشْيَاءِ بِهٖ فَنَسْأَلُهُمْ أَتَقُولُونَ إِنَّ اللّٰهَ مَوْجُودٌ، فَإِنْ قَالُوا: نَعَمْ، قِيلَ لَهُمْ: يَلْزَمُكُمْ عَلٰى دَعْوَاكُمْ أَنْ يَّكُونَ مُشَبَّهًا لِّلْمَوْجُودِينَ، وَإِنْ قَالُوا: مَوْجُودٌ وَّلَا يُوجِبُ وُجُودُهُ الْاشْتِبَاهَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمَوْجُودَاتِ، قُلْنَا: فَكَذٰلِكَ هُوَ حَيٌّ عَالِمٌ قَادِرٌ مُرِيدٌ سَمِيعٌ بَصِيرٌ مُتَكَلِّمٌ يَعْنِي وَلَا يَلْزَمُ اشْتِبَاهُهٗ بِمَنِ اتُّصِفَ بِهٰذِهِ الصِّفَاتِ.

”اہل سنت نے فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ: 5) (رحمٰن عرش پر مستوی ہوا) کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ کا عرش پر استوا حقیقی ہے، مجازی نہیں، جب کہ معتزلہ اور جہمیہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مخلوق کے نام ہوتے ہوئے اللہ کے لیے ان اسما کا اطلاق جائز نہیں۔ انھوں نے ان اسما کی حقیقت کو اللہ سے نفی کر دیا اور مخلوق کے لیے ثابت کر دیا۔ جب ان لوگوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ تمھیں اس گمراہی پر کس نے آمادہ کیا؟ تو کہتے ہیں کہ نام ایک ہونے سے تشبیہ لازم آتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات تو اس لغت کو ٹھکرانے کے مترادف ہے، جس میں ہمارے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔ لغت میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ناموں کے ساتھ مشابہت نہیں ہوتی، بلکہ چیزوں کی آپس میں تشبیہ خود ان چیزوں کی وجہ سے ہوتی ہے یا ان کی شکل وصورت کی وجہ سے ہوتی ہے، مثلاً سفیدی کی سفیدی کے ساتھ، سیاہی کی سیاہی کے ساتھ، لمبائی کی لمبائی کے ساتھ اور صغر کی صغر کے ساتھ تشبیہ ہوتی ہے۔ اگر ناموں کی وجہ سے چیزوں میں مشابہت ہونے لگے، تو پھر تمام چیزوں میں مشابہت پیدا ہو جائے، کیوں کہ سب کو 'چیز' کا نام دیا جاتا ہے اور عمومی طور پر سب اشیا کو اسی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہم ایسے لوگوں سے سوال کرتے ہیں کہ کیا تم اللہ وجود کے اقراری ہو؟ اگر وہ ہاں میں جواب دیں تو ہم انھیں کہیں گے کہ تمھارے کہنے کے مطابق تو اللہ تعالیٰ کی سب موجودات سے تشبیہ ہو گئی ہے۔ اگر وہ کہیں کہ اللہ موجود تو ہے، لیکن اس کے موجود ہونے سے دوسری موجودات سے تشبیہ لازم نہیں آتی تو ہم کہیں گے کہ اسی طرح اللہ حی، عالم،

قادر، مرید، سمیع، بصیر، متکلم ہے، یعنی ان صفات کی وجہ سے اللہ کی ان صفات سے موصوف مخلوق کے ساتھ مشابہت لازم نہیں آتی۔'' (العلوّ للذّهبي، ص 264)

امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (311ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ اسْتِوَاءِ خَالِقِنَا الْعَلِيِّ الْأَعْلَى الْفَعَّالِ لِمَا يَشَاءُ، عَلٰى عَرْشِهٖ فَكَانَ فَوْقَهٗ، وَفَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ عَالِيًا كَمَا أَخْبَرَ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا فِي قَوْلِهٖ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○﴾، وَقَالَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ: ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ وَقَالَ فِي تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾، فَنَحْنُ نُؤْمِنُ بِخَبَرِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا أَنَّ خَالِقَنَا مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ، لَا نُبَدِّلُ كَلَامَ اللّٰهِ، وَلَا نَقُولُ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَنَا، كَمَا قَالَتِ الْمُعَطِّلَةُ الْجَهْمِيَّةُ: إِنَّهٗ اسْتَوْلٰى عَلٰى عَرْشِهٖ، لَا اسْتَوٰى، فَبَدَّلُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ، كَفِعْلِ الْيَهُودِ كَمَا أُمِرُوا أَنْ يَقُولُوا: حِطَّةٌ، فَقَالُوا: حِنْطَةٌ، مُخَالِفِينَ لِأَمْرِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا كَذٰلِكَ الْجَهْمِيَّةُ.

''ہمارے بلند واعلیٰ خالق، ہر چیز پر قادر کے عرش پر مستوی ہونے کا بیان۔ اللہ عرش کے اوپر اور ہر چیز پر بلند ہے، جیسا کہ اس نے خبر دی ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ

عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○﴾ ''رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔'' نیز فرمایا: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''بے شک تمھارا رب وہ ہے، جس نے زمین وآسمان کو چھے دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔'' سورت حم السجدہ میں فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''اللہ وہ ذات ہے، جس نے آسمان وزمین اور اس کے درمیان جو ہے، سب کو چھے دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔'' نیز فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ ''اللہ وہ ذات ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھے دنوں میں پیدا کیا، تب اس کا عرش پانی پر تھا۔'' ہم اللہ کی اس خبر کے مطابق ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا خالق عرش پر مستوی ہے۔ ہم کلام الٰہی میں تبدیلی نہیں کرتے، نہ ہم ایسی بات کہتے ہیں، جو اللہ نے ہمیں بتائی ہی نہیں، معتزلہ اور جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ عرش پر غالب و مسلط ہوا ہے، مستوی نہیں ہوا۔ انھوں نے فرمان باری تعالیٰ کے خلاف نظریہ اپنا لیا ہے۔ یہی کام یہودیوں نے کیا تھا، جب انھیں حِطَّةٌ کہنے کا حکم دیا گیا، تو انھوں نے حکم الٰہی کی مخالفت کرتے ہوئے حِنْطَةٌ کہا۔''

(کتاب التّوحید:1/231-233)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَاتُ كُلُّهَا وَاضِحَاتٌ فِي إِبْطَالِ قَوْلِ الْمُعْتَزِلَةِ، وَأَمَّا ادِّعَائُهُمُ الْمَجَازَ فِي الْاِسْتِوَاءِ وَقَوْلُهُمْ فِي تَأْوِيلِ اسْتَوَى اسْتَوْلٰى

فَلَا مَعْنٰى لَهٗ، لِأَنَّهٗ غَيْرُ ظَاهِرٍ فِي اللُّغَةِ، وَمَعْنَى الْإِسْتِيلَاءِ فِي اللُّغَةِ الْمُغَالَبَةِ، وَاللّٰهُ لَا يُغَالِبُهٗ، وَلَا يَعْلُوهُ أَحَدٌ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ.

''یہ تمام آیات معتزلہ کے ردّ میں بہت واضح ہیں۔ رہا ان کا استوا کے معنی میں مجاز کا دعویٰ اور استویٰ میں استولٰی کی تاویل، تو یہ بے معنی ہے، کیوں کہ یہ چیز لغت میں معروف نہیں۔ پھر استیلا کا لغوی معنی مغالبہ (دوسرے سے غلبہ حاصل کرنا) ہے، حالانکہ اللہ سے کوئی غلبہ میں مقابلہ نہیں کرسکتا، نہ ہی کوئی اس سے بلند ہوسکتا ہے۔ وہ اکیلا اور بے نیاز ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد: 132/7)

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (324ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ قَالَ قَائِلُونَ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالْحَرُورِيَّةِ: إِنَّ مَعْنٰى قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طه:5) أَنَّهُ اسْتَوْلٰى وَمَلَكَ وَقَهَرَ وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي كُلِّ مَكَانٍ وَّجَحَدُوا أَنْ يَّكُونَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا قَالَ أَهْلُ الْحَقِّ، وَذَهَبُوا فِي الْإِسْتِوَاءِ إِلَى الْقُدْرَةِ.

''معتزلہ، جہمیہ اور حروریہ کہتے ہیں کہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طه: 5) ''رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب ہوا، مالک بنا اور اس نے تسلط حاصل کیا، ان کے خیال میں اللہ ہر جگہ ہے۔ انھوں نے اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار کر دیا ہے، جبکہ اہل حق اس کے قائل ہیں۔ اہل باطل استوا کی تاویل میں قدرت کی

طرف گئے ہیں۔'' (الإبانة عن أصول الدّيانة: 14)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (561ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ بِجِهَةِ الْعُلُوِّ مُسْتَوٍ عَلَى الْعَرْشِ، مُحْتَوٍ عَلَى الْمُلْكِ، مُحِيطٌ عِلْمُهُ بِالْأَشْيَاءِ: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾، ﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝﴾، وَلَا يَجُوزُ وَصْفُهُ بِأَنَّهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ، بَلْ يُقَالُ: إِنَّهُ فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا قَالَ: ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ۝﴾، وَيَنْبَغِي إِطْلَاقُ صِفَةِ الْاِسْتِوَاءِ مِنْ غَيْرِ تَأْوِيلٍ، وَأَنَّهُ اسْتِوَاءُ الذَّاتِ عَلَى الْعَرْشِ، وَكَوْنُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَلَى الْعَرْشِ مَذْكُورٌ فِي كُلِّ كِتَابٍ أَنْزَلَ عَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ أَرْسَلَ بِلَا كَيْفٍ.

''بلندی کے اعتبار سے اللہ عرش پر مستوی ہے، بادشاہت پر حاوی ہے، اس کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ ''اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور وہ عمل صالح کو بلند کرتا ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝﴾ ''وہ معاملات کی تدبیر آسمان سے زمین تک کرتا ہے، پھر اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ اس دن میں جس کی مقدار تمھاری گنتی کے مطابق ہزار سال ہے۔'' اللہ کو ہر جگہ قرار دینا جائز نہیں، بلکہ کہا جائے گا کہ اللہ عرش پر ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ۝﴾ ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔''

صفت استوا کا اطلاق بغیر تاویل کے کرنا ضروری ہے۔ عرش پر یہ استوا ذات کے اعتبار سے ہے۔ اللہ کا عرش پر ہونا بغیر کیفیت بیان کیے انبیا پر نازل ہونے والی ہر کتاب میں مذکور ہے۔" (غنية الطّالبين:1/54-57، طبع الحلبي)

تنبیہ: امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا نَزْعُ مَنْ نَزَعَ مِنْهُمْ بِحَدِيثٍ يَّرْوِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَاقِدٍ الْوَاسِطِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ عَلٰى جَمِيعِ بَرِيَّتِهٖ فَلَا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ فَالْجَوَابُ عَنْ هٰذَا أَنَّ هٰذَا حَدِيثٌ مُّنْكَرٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَنَقَلَتُهٗ مَجْهُولُونَ ضُعَفَاءُ، فَأَمَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ الْوَاسِطِيُّ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُجَاهِدٍ، فَضَعِيفَانِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ مَجْهُولٌ لَّا يُعْرَفُ وَهُمْ لَا يَقْبَلُونَ أَخْبَارَ الْآحَادِ الْعُدُولَ، فَكَيْفَ يَسُوغُ لَهُمُ الْإِحْتِجَاجُ بِمِثْلِ هٰذَا مِنَ الْحَدِيثِ لَوْ عَقَلُوا أَوْ أَنْصَفُوا أَمَا سَمِعُوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيْثُ يَقُولُ: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾ فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُولُ: إِلٰهِي فِي السَّمَاءِ وَفِرْعَوْنُ يَظُنُّهٗ كَاذِبًا.

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "وہ اپنی تمام مخلوق کے اوپر ہے۔ اس سے کوئی جگہ

خالی نہیں۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منکر ہے، اس کے راوی ضعیف اور مجہول ہیں۔ عبداللہ بن داؤد واسطی اور عبدالوہاب بن مجاہد دونوں ضعیف ہیں، ابراہیم بن عبدالصمد مجہول ہے۔ اس کی شناخت نہیں ہوسکی۔ یہ لوگ تو عادل راویوں کی اخبارِ آحاد قبول نہیں کرتے۔ اگر یہ لوگ عقل اور انصاف سے کام لیں، تو سوچیں کہ ان کے لیے اس روایت سے حجت لینا کیسے جائز ہے؟ کیا انھوں نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾ ''فرعون نے کہا: ہامان! تو میرے لیے ایک ایسا محل بنا کہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ جاؤں اور موسیٰ کے الٰہ کو جھانک کر دیکھوں، میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کہتے تھے کہ میرا الٰہ آسمانوں پر ہے، جب کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا سمجھتا تھا۔'' (التّمهيد لما في الموطّأ من المعاني والأسانيد: 132/7)

امام نعیم بن حماد رحمہ اللہ (228ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ شَبَّهَ اللّٰهَ بِشَيْءٍ مِّنْ خَلْقِهٖ، فَقَدْ كَفَرَ، وَمَنْ أَنْكَرَ مَا وَصَفَ اللّٰهُ بِهٖ نَفْسَهٗ، وَرَسُولُهٗ فَقَدْ كَفَرَ، وَلَيْسَ فِيْمَا وَصَفَ اللّٰهُ بِهٖ نَفْسَهٗ وَلَا رَسُولُهٗ تَشْبِيْهٌ.

''اللہ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دینے والا کافر ہے۔ جو اس وصف کا انکار کرے، جو اللہ نے اپنے لیے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے لیے بیان کیا، وہ کافر ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بیان کردہ وصف میں تشبیہ جائز نہیں۔“

(تاریخ ابن عساکر:163/62، وسندۂ حسنٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) لکھتے ہیں:

قُلْتُ: هٰذَا الْكَلَامُ حَقٌّ، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ التَّشْبِيْهِ، وَمِنْ إِنْكَارِ أَحَادِيْثِ الصِّفَاتِ، فَمَا يُنْكِرُ الثَّابِتَ مِنْهَا مَنْ فَقُهَ، وَإِنَّمَا بَعْدَ الْإِيْمَانِ بِهَا هُنَا مَقَامَانِ مَذْمُوْمَانِ، تَأْوِيْلُهَا وَصَرْفُهَا عَنْ مَوْضُوْعِ الْخِطَابِ، فَمَا أَوَّلَهَا السَّلَفُ، وَلَا حَرَّفُوا أَلْفَاظَهَا عَنْ مَّوَاضِعِهَا، بَلْ آمَنُوا بِهَا، وَأَمَرُّوْهَا كَمَا جَاءَ تْ، الْمَقَامُ الثَّانِي الْمُبَالَغَةُ فِي إِثْبَاتِهَا، وَتَصَوُّرُهَا مِنْ جِنْسِ صِفَاتِ الْبَشَرِ، وَتَشَكُّلُهَا فِي الذِّهْنِ، فَهٰذَا جَهْلٌ وَّضَلَالٌ، وَإِنَّمَا الصِّفَةُ تَابِعَةٌ لِّلْمَوْصُوفِ، فَإِذَا كَانَ الْمَوْصُوفُ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ نَرَهُ، وَلَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ عَايَنَهُ مَعَ قَوْلِهٖ لَنَا فِي تَنْزِيْلِهٖ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾، فَكَيْفَ بَقِيَ لِأَذْهَانِنَا مَجَالٌ فِي إِثْبَاتِ كَيْفِيَّةِ الْبَارِئِ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ فَكَذٰلِكَ صِفَاتُهُ الْمُقَدَّسَةُ، نُقِرُّ بِهَا وَنَعْتَقِدُ أَنَّهَا حَقٌّ، وَّلَا نُمَثِّلُهَا أَصْلًا وَّلَا نَتَشَكَّلُهَا.

”یہ بات حق ہے۔ تشبیہ اور احادیث صفات کے انکار سے ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ کسی سمجھدار نے ثابت صفت کا انکار نہیں کیا۔ ان پر ایمان لانے کے بعد دو مذموم مقام اور ہیں؛ ① ان کی تاویل کرنا اور حقیقی معنی سے پھیر دینا۔ سلف نے نہ ان کی تاویل کی اور نہ ہی لفظی تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں، بلکہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور جیسے وارد ہوئی ہیں، ایسے ہی گزار دیتے

ہیں۔ ② ان کے اثبات میں حد سے بڑھ جانا، انھیں بشر کی صفات کی قبیل سے خیال کرنا اور ذہن میں تصور بنانا۔ یہ نری جہالت وضلالت ہے۔ بلاشبہ صفات موصوف کے تابع ہوتی ہیں۔ جب ہم نے موصوف کو نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی نے اسے دیکھنے کا دعویٰ کیا، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔'' تو ہمارے ذہنوں کی کیا مجال کہ ہم باری تعالیٰ کی کیفیت بیان کریں۔ اللہ اس سے بلند ہے۔ یہی معاملہ صفات مقدسہ کا ہے۔ ہم ان کا اقرار کرتے ہیں اور انھیں حق سمجھتے ہیں، کوئی مثال بیان نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی تصور پیش کرتے ہیں۔''

(سیر أعلام النّبلاء: 10/611-612)

شبہات کا ازالہ

زمین وآسمان میں وہ رب ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام:3)

''اللہ ہی آسمان وزمین میں تمھاری پوشیدہ وظاہر باتوں اور عملوں کو جانتا ہے۔''

اس کا معنی کیا ہے؟

بعض حضرات اس کا معنی کرتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے، ان کی یہ دلیل درست نہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

اِخْتَلَفَ مُفَسِّرُوا هٰذِهِ الْآيَةِ عَلٰى أَقْوَالٍ، بَعْدَ الْاِتِّفَاقِ عَلٰى تَخْطِئَةِ قَوْلِ الْجَهْمِيَّةِ الْأُوَلِ الْقَائِلِينَ بِأَنَّهُ، تَعَالٰى عَنْ قَوْلِهِمْ عُلُوًّا كَبِيرًا، فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَهٰذَا إِخْتِيَارُ ابْنِ جَرِيرٍ.

''اس آیت میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں، لیکن سب کا اتفاق ہے کہ جہمیہ کی

یہ بات غلط ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ اللہ ان کی ایسی باتوں سے پاک ومنزہ ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ نے اسی کو پسند کیا ہے۔“

(تفسير القرآن العظيم:240/3، سلامة)

نماز میں اللہ کا سامنے ہونا

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهٖ، فَإِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ إِذَا صَلّٰى.

”نماز میں سامنے نہ تھوکیں، کیونکہ جب آپ نماز پڑھتے ہیں، اللہ آپ کے سامنے ہوتا ہے۔“ (صحيح البخاري:406، صحيح مسلم:547)

اسلاف امت کی تصریحات

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ نَزَعَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بَعْضُ مَنْ ذَهَبَ مَذْهَبَ الْمُعْتَزِلَةِ فِي أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَّلَيْسَ عَلَى الْعَرْشِ، وَهٰذَا جَهْلٌ مِّنْ قَائِلِهٖ، لِأَنَّ فِي الْحَدِيثِ الَّذِي جَاءَ فِيهِ النَّهْيُ عَنِ الْبُزَاقِ فِي الْقِبْلَةِ أَنَّهٗ يَبْزُقُ تَحْتَ قَدَمِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ، وَهٰذَا يَنْقُضُ مَا أَصَّلُوهُ فِي أَنَّهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ.

”بعض لوگ، جو معتزلہ کے مذہب کی طرف مائل ہیں، نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے، (صرف) عرش پر نہیں ہے۔ یہ بات

جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ جس حدیث میں قبلہ کی جانب تھوکنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے، اسی حدیث میں نمازی کے لیے اپنے پاؤں کے نیچے اور بائیں جانب تھوکنے کی اجازت بھی موجود ہے۔ یہ بات ان کی طرف سے اللہ کے ہر جگہ ہونے کے دعویٰ کی دلیل کا توڑ ہے۔"

(التّمهيد لما في المؤطأ من المعاني والأسانيد: 157/14)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

حَقٌّ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ وَهُوَ قِبَلَ وَجْهِ الْمُصَلِّي، بَلْ هٰذَا الْوَصْفُ يَثْبُتُ لِلْمَخْلُوقَاتِ، فَإِنَّ الْإِنْسَانَ لَوْ أَنَّهٗ يُنَاجِي السَّمَاءَ أَوْ يُنَاجِي الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَكَانَتْ السَّمَاءُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ فَوْقَهٗ وَكَانَتْ أَيْضًا قِبَلَ وَجْهِهٖ.

"یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر حق ہے۔ اللہ اپنے عرش پر ہونے کے ساتھ ساتھ نمازی کے سامنے بھی ہوتا ہے۔ یہ صفت تو مخلوقات کے لیے بھی ثابت ہے، جیسا کہ اگر انسان آسمان، سورج اور چاند سے سرگوشی کرے، تو آسمان، سورج اور چاند اس کے اوپر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے سامنے بھی ہوں گے۔" (الفتاوی الحموية الكبرىٰ: 118/2، مجموع الفتاوىٰ: 107/5)

نیز فرماتے ہیں:

جِمَاعُ الْأَمْرِ فِي ذٰلِكَ: أَنَّ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ يَحْصُلُ مِنْهُمَا كَمَالُ الْهُدٰى وَالنُّورِ لِمَنْ تَدَبَّرَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ وَقَصَدَ اتِّبَاعَ الْحَقِّ وَأَعْرَضَ عَنْ تَحْرِيفِ الْكَلِمِ عَنْ مَوَاضِعِهٖ وَالْإِلْحَادِ فِي أَسْمَاءِ

اللّٰهِ وَآيَاتِهِ، وَلَا يَحْسَبُ الْحَاسِبُ أَنَّ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ يُنَاقِضُ بَعْضَهُ بَعْضًا أَلْبَتَّةَ، مِثْلُ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُ: مَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ أَنَّ اللّٰهَ فَوْقَ الْعَرْشِ يُخَالِفُهُ الظَّاهِرُ مِنْ قَوْلِهِ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾، وَقَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَنَحْوُ ذٰلِكَ فَإِنَّ هٰذَا غَلَطٌ، وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ مَعَنَا حَقِيقَةً وَهُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ حَقِيقَةً كَمَا جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا فِي قَوْلِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى: ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾، فَأَخْبَرَ أَنَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ يَعْلَمُ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ مَعَنَا أَيْنَمَا كُنَّا كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ الْأَوْعَالِ: وَاللّٰهُ فَوْقَ الْعَرْشِ وَهُوَ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ، وَذٰلِكَ أَنَّ كَلِمَةَ «مَعَ» فِي اللُّغَةِ إِذَا أُطْلِقَتْ فَلَيْسَ ظَاهِرُهَا فِي اللُّغَةِ إِلَّا الْمُقَارَنَةَ الْمُطْلَقَةَ؛ مِنْ غَيْرِ وُجُوبِ مُمَاسَّةٍ أَوْ مُحَاذَاةٍ عَنْ يَّمِينٍ أَوْ شِمَالٍ، فَإِذَا قُيِّدَتْ بِمَعْنًى مِّنَ الْمَعَانِي دَلَّتْ عَلَى الْمُقَارَنَةِ فِي ذٰلِكَ الْمَعْنٰى، فَإِنَّهُ يُقَالُ: مَا زِلْنَا نَسِيرُ وَالْقَمَرَ مَعَنَا أَوْ وَالنَّجْمَ مَعَنَا، وَيُقَالُ: هٰذَا الْمَتَاعُ مَعِي لِمُجَامَعَتِهِ لَكَ، وَإِنْ كَانَ فَوْقَ رَأْسِكَ، فَاللّٰهُ مَعَ خَلْقِهِ حَقِيقَةً وَّهُوَ فَوْقَ عَرْشِهِ حَقِيقَةً، ثُمَّ

هٰذِهِ الْمَعِيَّةُ تَخْتَلِفُ أَحْكَامُهَا بِحَسَبِ الْمَوَارِدِ فَلَمَّا قَالَ: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾، دَلَّ ظَاهِرُ الْخِطَابِ عَلٰى أَنَّ حُكْمَ هٰذِهِ الْمَعِيَّةِ وَمُقْتَضَاهَا أَنَّهٗ مُطَّلِعٌ عَلَيْكُمْ، شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَمُهَيْمِنٌ عَالِمٌ بِكُمْ، وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِ السَّلَفِ: إِنَّهٗ مَعَهُمْ بِعِلْمِهٖ وَهٰذَا ظَاهِرُ الْخِطَابِ وَحَقِيقَتُهٗ.

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب وسنت سے مکمل ہدایت اور کامل نور اس شخص کو حاصل ہوتا ہے، جو قرآن وسنت پر تدبر کرتا ہے، حق کے اتباع کا ارادہ رکھتا ہے، کلمات میں تحریف اور اللہ تعالیٰ کے اسما وصفات میں الحاد سے اعراض کرتا ہے۔ کوئی یہ گمان نہ کر بیٹھے کہ اس میں سے کوئی بات ایک دوسرے سے متناقض ہے، مثلاً کوئی یہ کہے کہ قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا بیان اس فرمانِ الٰہی کے خلاف ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ ''آپ جہاں بھی ہو، اللہ آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔'' نیز اس فرمانِ نبوی کے بھی خلاف ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ یہ (تعارض والی) بات غلط ہے، کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ بھی حقیقی طور پر ہے اور عرش پر بھی حقیقی طور پر ہے۔ ان دونوں چیزوں کو اللہ نے یوں جمع کیا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

بَصِیْرٌ ○: ''وہی ذات ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا۔ وہ زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے نکلنے والی چیزوں، آسمان سے اُترنے اور چڑھنے والی چیزوں کو جانتا ہے اور وہ آپ کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی آپ ہوتے ہو۔ اللہ آپ کے اعمال کو بخوبی دیکھنے والا ہے۔'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ عرش پر ہر چیز کو جانتا ہے اور ہم جہاں بھی ہوتے ہیں، وہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔ حدیث اوعال میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ عرش کے اوپر ہے اور آپ کے اعمال کو جانتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عربی لغت میں ''مع'' کا کلمہ جب مطلق استعمال کیا جائے، تو اس سے مراد بغیر کسی سمت یا ملاپ کے مطلق مقارنہ ہوتا ہے۔ جب اسے کسی معنی کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جاتا ہے، تو اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہم چلتے ہیں تو ہمیشہ چاند اور ستارے ہمارے ساتھ ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سامان میرے ساتھ ہے۔ آپ یہ بات اس وقت بھی کہہ دیتے ہیں، جب سامان آپ کے سر پر ہو، اس لیے کہ وہ آپ کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ اپنے عرش پر حقیقی طور پر ہے اور اپنی مخلوق کے ساتھ بھی حقیقی طور پر ہے۔ پھر اس معیت کے احکام مختلف جگہوں کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں۔ جب اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ زمین میں داخل ہونے والی اور نکلنے والی سب چیزوں کو جانتا ہے اور پھر فرمایا کہ جہاں بھی آپ ہوتے ہو، وہ آپ کے ساتھ ہوتا ہے، تو اس معیت سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ پر مطلع رہتا ہے، آپ پر گواہ ہے، آپ پر نگہبان ہے اور آپ کے

متعلق خوب جاننے والا ہے۔ سلف صالحین کی یہی مراد ہے کہ اللہ علم کے اعتبار سے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ کا ظاہری اور حقیقی معنی یہی ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ: 102/5)

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (1421ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی قِبَلَ وَجْهِ الْمُصَلِّي، وَلَا يَلْزَمُ مِنَ الْمُقَابَلَةِ أَنْ يَّكُونَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ أَوِ السُّتْرَةِ الَّتِي يُصَلِّي إِلَيْهَا، فَهُوَ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَإِنْ كَانَ عَلٰی عَرْشِهٖ، وَمِثَالُ ذٰلِكَ: الشَّمْسُ حِيْنَ تَكُونُ فِي الْأُفُقِ عِنْدَ الشُّرُوقِ أَوِ الْغُرُوبِ فَإِنَّ مِنَ الْمُمْكِنِ أَنْ تَكُونَ قِبَلَ وَجْهِكَ وَهِيَ فِي الْعُلُوِّ.

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نمازی کے سامنے ہوتا ہے۔ اس سامنے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نمازی اور دیوار کے درمیان ہو یا نمازی اور اس سترے کے مابین ہو، جس کی طرف وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہو۔ اللہ اپنے عرش پر ہونے کے باوجود نمازی کے سامنے ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جب سورج طلوع یا غروب کے وقت افق میں ہوتا ہے، تو اس کا آپ کے سامنے ہونا ممکن ہوتا ہے، حالانکہ وہ بلندی پر ہوتا ہے۔'' (القول المفید: 6/2)

جس طرف بھی رخ کرو، اللہ کا چہرہ وہاں ہے

مذکورہ بحث سے آیت کریمہ: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ: 115) ''مشرق ومغرب اللہ ہی کے لیے ہے۔ آپ جس طرف بھی رُخ کرو

گے، وہیں اللہ کا چہرہ ہوگا۔'' کا معنی سمجھنے میں آسانی پیدا ہوگئی ہے۔

''وجہ اللہ'' کے یہ معانی بیان ہوئے ہیں:

1. قبلۃ اللہ۔

یہ امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ (الأسماء والصفات للبيهقي: 107/2، وسندهٗ حسنٌ، تفسير الطّبري: 534/2) اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاوىٰ: 6/14-17) کی تفسیر ہے۔

2. اللہ تعالیٰ کا حقیقی چہرہ مراد ہے۔

یہ اکثر ائمہ کرام کی تفسیر ہے اور یہی راجح اور صواب ہے۔ امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (311ھ) لکھتے ہیں:

أَثْبَتَ اللّٰهُ لِنَفْسِهٖ وَجْهًا وَّصَفَهٗ بِالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، وَحَكَمَ لِوَجْهِهٖ بِالْبَقَاءِ، وَنَفَى الْهَلَاكَ عَنْهُ فَنَحْنُ وَجَمِيعُ عُلَمَائِنَا مِنْ أَهْلِ الْحِجَازِ وَتِهَامَةَ وَالْيَمَنِ، وَالْعِرَاقِ وَالشَّامِ وَمِصْرَ، مَذْهَبُنَا: أَنَّا نُثْبِتُ لِلّٰهِ مَا أَثْبَتَهُ اللّٰهُ لِنَفْسِهٖ، نُقِرُّ بِذٰلِكَ بِأَلْسِنَتِنَا، وَنُصَدِّقُ ذٰلِكَ بِقُلُوبِنَا، مِنْ غَيْرِ أَنْ نُشَبِّهَ وَجْهَ خَالِقِنَا بِوَجْهِ أَحَدٍ مِّنَ الْمَخْلُوقِينَ، عَزَّ رَبُّنَا عَنْ أَنْ يُشْبِهَ الْمَخْلُوقِينَ، وَجَلَّ رَبُّنَا عَنْ مَقَالَةِ الْمُعَطِّلِينَ، وَعَزَّ أَنْ يَكُونَ عَدَمًا كَمَا قَالَهُ الْمُبْطِلُونَ، لِأَنَّ مَا لَا صِفَةَ لَهٗ عَدَمٌ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُ الْجَهْمِيُّونَ الَّذِينَ يُنْكِرُونَ صِفَاتِ خَالِقِنَا الَّذِي وَصَفَ بِهَا نَفْسَهٗ فِي مُحْكَمِ تَنْزِيلِهٖ، وَعَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ.

"اللہ نے اپنے لیے چہرہ ثابت کیا ہے، جسے جلال اور اکرام کے ساتھ متصف کیا ہے، اس کے لیے بقا کا فیصلہ سنایا ہے اور اس سے ہلاکت کی نفی کی ہے۔ ہمارا اور حجاز، تہامہ، یمن، عراق، شام اور مصر کے ہمارے تمام علماء کا مذہب ہے کہ ہم اللہ کے لیے وہ تمام صفات ثابت کرتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔ ہم اس بات کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرتے ہیں۔ ہم اپنے خالق کے چہرے کو مخلوق کے چہروں سے تشبیہ نہیں دیتے۔ ہمارا ربّ مخلوق کے ساتھ تشبیہ سے مبرا و منزہ ہے۔ صفات کا انکار کرنے والوں کے قول سے بہت بلند ہے، باطل پرستوں کے معدوم کہنے سے بھی پاک ہے، کیوں کہ جس چیز کی کوئی صفت نہ ہو، وہ معدوم ہوتی ہے۔ اللہ جہمیہ کی باتوں سے بھی پاک ہے، جو ہمارے خالق کی ان صفات کا انکار کرتے ہیں، جو اس نے اپنے لیے اپنی کتاب میں اور اپنے نبی کی زبان پر بیان فرمائیں۔"
(کتاب التّوحید:1/25-26)

قربِ باری تعالیٰ اور جہمی استدلالات

آیت نمبر 1

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝﴾ (ق: 16)

"ہم اس (قریب الموت) سے اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔"

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ﴾ (الواقعة:85)

''ہم تم سے زیادہ اس (مرنے والے) کے قریب ہیں۔''

ان آیات بینات کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، درست نہیں، سلف نے اس کا معنی کچھ یوں بیان کیا ہے:

فہم سلف سے آیت کا معنی

ان دو آیات کی تفسیر میں سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت والجماعت کی دو آرا ہیں: بعض نے اس سے مراد فرشتے اور بعض نے اللہ کا علم لیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ: ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۝﴾، يَعْنِي مَلَائِكَتَهُ تَعَالٰى أَقْرَبُ إِلَى الْإِنْسَانِ مِنْ حَبْلِ وَرِيدِهِ إِلَيْهِ وَمَنْ تَأَوَّلَهُ عَلَى الْعِلْمِ فَإِنَّمَا فَرَّ لِئَلَّا يَلْزَمَ حُلُولٌ أَوِ اتِّحَادٌ، وَهُمَا مَنْفِيَّانِ بِالْإِجْمَاعِ، تَعَالَى اللّٰهُ وَتَقَدَّسَ، وَلٰكِنَّ اللَّفْظَ لَا يَقْتَضِيهِ فَإِنَّهُ لَمْ يَقِلْ: وَأَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ، وَإِنَّمَا قَالَ: ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۝﴾ كَمَا قَالَ فِي الْمُحْتَضِرِ: ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ۝﴾، يَعْنِي مَلَائِكَتَهُ وَكَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾، فَالْمَلَائِكَةُ نَزَلَتْ بِالذِّكْرِ، وَهُوَ الْقُرْآنُ بِإِذْنِ اللّٰهِ، عَزَّوَجَلَّ وَكَذٰلِكَ الْمَلَائِكَةُ أَقْرَبُ إِلَى الْإِنْسَانِ مِنْ حَبْلِ وَرِيدِهِ إِلَيْهِ بِإِقْدَارِ اللّٰهِ لَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ.

''اس آیت سے مراد ہے کہ اللہ کے فرشتے قریب المرگ سے اس کی شہ رگ سے بھی قریب ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں نے جو اس آیت کی تاویل علم باری تعالیٰ سے کی ہے، تو انھوں نے (ظاہری معنی سے) خروج اس لیے اختیار کیا ہے کہ حلول اور اتحاد (وحدۃ الوجود) لازم نہ آئے۔ یہ دونوں عقیدے بالاتفاق غلط ہیں۔ اللہ ایسی باتوں سے پاک اور بلند ہے۔ البتہ آیت کریمہ کے لفظ اس (حلول اور اتحاد) کے متقاضی نہیں ہیں، اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں قریب الموت سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں، بل کہ فرمایا کہ ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی قریب ہوتے ہیں اور یہاں مراد اللہ کے فرشتے ہیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: 9) ''ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' چنانچہ فرشتے ہی اللہ کے حکم سے اس ذکر، یعنی قرآنِ کریم کو لے کر اترے تھے۔ اسی طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے قریب الموت انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر: 398/7، سلامة)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ لَا تَخْلُو، إِمَّا أَنْ يُرَادَ بِهَا قُرْبُهُ سُبْحَانَهُ، أَوْ قُرْبُ مَلَائِكَتِهِ، كَمَا قَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي ذٰلِكَ فَإِنْ أُرِيدَ بِهَا قُرْبُ الْمَلَائِكَةِ فَقَوْلُهُ: ﴿إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ﴾، فَيَكُونُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى قَدْ أَخْبَرَ بِعِلْمِهِ هُوَ سُبْحَانَهُ بِمَا فِي

نَفْسِ الْإِنْسَانِ وَأَخْبَرَ بِقُرْبِ الْمَلَائِكَةِ الْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ مِنْهُ، وَدَلِيلُ ذٰلِكَ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ○ إِذْ يَتَلَقَّى﴾، فَفُسِّرَ ذٰلِكَ بِالْقُرْبِ الَّذِي هُوَ حِينَ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ وَبِأَيِّ مَعْنًى فُسِّرَ؛ فَإِنَّ عِلْمَهُ وَقُدْرَتَهُ عَامُّ التَّعَلُّقِ وَكَذٰلِكَ نَفْسُهُ سُبْحَانَهُ لَا يَخْتَصُّ بِهٰذَا الْوَقْتِ وَتَكُونُ هٰذِهِ الْآيَةُ مِثْلَ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ ۚ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ○﴾ وَمِنْهُ قَوْلُهُ فِي أَوَّلِ السُّورَةِ: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيظٌ ○﴾ وَعَلٰى هٰذَا فَالْقُرْبُ لَا مَجَازَ فِيهِ، وَإِنَّمَا الْكَلَامُ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ﴾، حَيْثُ عَبَّرَ بِهَا عَنْ مَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ أَوْ عَبَّرَ بِهَا عَنْ نَفْسِهِ أَوْ عَنْ مَلَائِكَتِهِ وَلٰكِنَّ قُرْبَ كُلٍّ بِحَسَبِهِ، فَقُرْبُ الْمَلَائِكَةِ مِنْهُ تِلْكَ السَّاعَةِ وَقُرْبُ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْهُ مُطْلَقٌ؛ كَالْوَجْهِ الثَّانِي إِذَا أُرِيدَ بِهِ اللّٰهُ تَعَالٰى أَيْ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ، فَيَرْجِعُ هٰذَا إِلَى الْقُرْبِ الذَّاتِيِّ اللَّازِمِ، وَفِيهِ الْقَوْلَانِ: أَحَدُهُمَا: إِثْبَاتُ ذٰلِكَ، وَهُوَ قَوْلُ طَائِفَةٍ مِّنَ الْمُتَكَلِّمِينَ وَالصُّوفِيَّةِ، وَالثَّانِي : أَنَّ الْقُرْبَ هُنَا بِعِلْمِهِ، لِأَنَّهُ قَدْ قَالَ: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ○﴾، فَذِكْرُ لَفْظِ الْعِلْمِ هُنَا دَلَّ عَلَى الْقُرْبِ بِالْعِلْمِ، وَمِثْلُ هٰذِهِ الْآيَةِ حَدِيثُ أَبِي مُوسٰى: إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا

غَائِبًا إِنَّمَا تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا إِنَّ الَّذِي تَدْعُونَهُ أَقْرَبُ إِلٰى أَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ، فَالْآيَةُ لَا تَحْتَاجُ إِلٰى تَأْوِيلِ الْقُرْبِ فِي حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى إِلَّا عَلٰى هٰذَا الْقَوْلِ وَحِينَئِذٍ فَالسِّيَاقُ دَلَّ عَلَيْهِ وَمِمَّا دَلَّ عَلَيْهِ السِّيَاقُ هُوَ ظَاهِرُ الْخِطَابِ، فَلَا يَكُونُ مِنْ مَوَارِدِ النِّزَاعِ، وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّا لَا نَذُمُّ كُلَّ مَا يُسَمّٰى تَأْوِيلًا مِمَّا فِيهِ كِفَايَةٌ وَّإِنَّمَا نَذُمُّ تَحْرِيفَ الْكَلِمِ عَنْ مَوَاضِعِهٖ وَمُخَالَفَةَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْقَوْلَ فِي الْقُرْآنِ بِالرَّأْيِ.

''اس آیت سے مراد اللہ کا قرب ہے یا فرشتوں کا۔ اس میں اختلاف ہے۔ اگر یہاں فرشتوں کا قرب مراد ہو، تو فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ﴾ ''جب اس کی دائیں بائیں جانب بیٹھے، دو لکھنے والے لکھتے ہیں۔'' یہاں اللہ نے خبر دی ہے کہ وہ انسان کے دل کی بات جانتا ہے، نیز یہ بتایا ہے کہ کراماً کاتبین فرشتے اس کے قریب ہیں۔ اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ''ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں جب لکھتے ہیں..........'' اس کی توضیح یہ کی گئی ہے کہ یہ قرب اس وقت ہوتا ہے جب دو لکھنے والے لکھ رہے ہوتے ہیں۔ جس معنی میں بھی تفسیر کی جائے، اللہ کا علم اور اس کی قدرت کا تعلق انسان کے ساتھ عام (ہمہ وقتی) ہوتا ہے، نیز اللہ کی ذات اس وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے (بل کہ وہ ہر وقت موجود ہے) یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿اَمْ يَحْسَبُوْنَ

﴿اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝﴾ ''کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی خفیہ باتیں اور سرگوشیاں نہیں سن رہے، کیوں نہیں! ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہوتے ہیں۔''

سورت (ق) کے شروع میں اللہ کا یہ فرمان اسی طرز کا ہے: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝﴾ ''جو کچھ زمین ان میں سے کم کرتی ہے، یقیناً ہمیں اس کا علم ہے اور ہمارے پاس ایک حفاظت کرنے والی کتاب ہے۔'' اس بنا پر اس قرب میں کوئی مجاز نہیں۔ بات اس فرمانِ باری تعالیٰ کے بارے میں ہے: ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ﴾ ''اور ہم اس سے زیادہ قریب ہیں۔'' یہاں اللہ نے اپنے فرشتوں کو مراد لیا ہے یا اپنے آپ کو، لیکن ہر ایک کا قرب اس کے حسبِ حال ہے۔ فرشتوں کا قریب الموت شخص سے قرب اسی وقت ہوتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کا اس سے قرب مطلق (ہر حال میں) ہوتا ہے۔ اس آیت میں جب ذات باری تعالیٰ مراد لی جائے، تو اس سے ذاتی قرب لازم آئے گا۔ اس میں دو قول ہیں: ایک قول گروہ متکلمین اور صوفیوں کا ہے کہ وہ اس کا اثبات کرتے ہیں، جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝﴾ ''ہم انسان کے خالق ہیں اور اس کے دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو جانتے ہیں اور ہم اس سے شہ رگ سے بھی قریب ہیں۔'' یہاں علم کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں قرب سے مراد علم کا قرب ہے۔ اسی

آیت کی طرح سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ''تم کسی بہری یا غائب ذات کو نہیں پکار رہے، بل کہ تم تو سمیع اور قریب ذات کو پکار رہے ہو۔ تم جس ذات کو پکارتے ہو، وہ تمھاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔'' اس آیت کریمہ میں قرب کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ صرف اسی قول (علم) کے مطابق ہوسکتی ہے۔ ایسا مراد لینے پر سیاق دلالت کرتا ہے اور جس بات پر سیاق دلالت کرے، وہ ظاہر خطاب ہوتا ہے، لہٰذا اس میں کوئی نزاع نہیں۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ ہم ہر اس چیز کی مذمت نہیں کرتے، جسے تاویل کا نام دیا جائے اور اس میں کفایت ہو۔ ہم تو کلمات کی تحریف اور کتاب وسنت کی مخالفت اور قرآن کی اپنی رائے سے تفسیر کی مذمت کرتے ہیں۔'' (مجموع الفتاویٰ: 19/6، 20)

نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا مَنْ ظَنَّ أَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِكَ قُرْبُ ذَاتِ الرَّبِّ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ أَوْ أَنَّ ذَاتَهٗ أَقْرَبُ إِلَى الْمَيِّتِ مِنْ أَهْلِهِ، فَهٰذَا فِي غَايَةِ الضَّعْفِ، وَذٰلِكَ أَنَّ الَّذِينَ يَقُولُونَ: إِنَّهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ أَوْ أَنَّهٗ قَرِيبٌ مِّنْ كُلِّ شَيْءٍ بِذَاتِهٖ لَا يَخُصُّونَ بِذٰلِكَ شَيْئًا دُونَ شَيْءٍ وَّلَا يُمْكِنُ مُسْلِمًا أَنْ يَّقُولَ: إِنَّ اللّٰهَ قَرِيبٌ مِّنَ الْمَيِّتِ دُونَ أَهْلِهٖ وَلَا إِنَّهٗ قَرِيبٌ مِّنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ دُونَ سَائِرِ الْأَعْضَاءِ،وَكَيْفَ يَصِحُّ هٰذَا الْكَلَامُ عَلٰى أَصْلِهِمْ وَهُوَ عِنْدَهُمْ فِي جَمِيعِ بَدَنِ الْإِنْسَانِ، أَوْ قَرِيبٌ مِّنْ جَمِيعِ بَدَنِ الْإِنْسَانِ أَوْ هُوَ فِي أَهْلِ الْمَيِّتِ كَمَا هُوَ فِي الْمَيِّتِ، فَكَيْفَ

يَقُولُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ إِذَا كَانَ مَعَهُ وَمَعَهُمْ عَلٰى وَجْهٍ وَّاحِدٍ وَّهَلْ يَكُونُ أَقْرَبَ إِلٰى نَفْسِهٖ مِنْ نَفْسِهٖ، وَسِيَاقُ الْآيَتَيْنِ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ الْمَلَائِكَةُ، فَإِنَّهُ قَالَ: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝﴾ ﴿إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝﴾ ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝﴾، فَقَيَّدَ الْقُرْبَ بِهٰذَا الزَّمَانِ وَهُوَ زَمَانُ تَلَقِّي الْمُتَلَقِّيَيْنِ قَعِيدٌ عَنِ الْيَمِينِ وَقَعِيدٌ عَنِ الشِّمَالِ وَهُمَا الْمَلَكَانِ الْحَافِظَانِ اللَّذَانِ يَكْتُبَانِ كَمَا قَالَ: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝﴾، وَمَعْلُومٌ أَنَّهُ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ قُرْبَ ذَاتِ الرَّبِّ لَمْ يَخْتَصَّ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْحَالِ وَلَمْ يَكُنْ لِذِكْرِ الْقَعِيدَيْنِ وَالرَّقِيبِ وَالْعَتِيدِ مَعْنًى مُّنَاسِبٌ، وَكَذٰلِكَ قَوْلُهُ فِي الْآيَةِ الْأُخْرٰى: ﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۝﴾ ﴿وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ ۝﴾ ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُونَ ۝﴾، فَلَوْ أَرَادَ قُرْبَ ذَاتِهٖ لَمْ يَخُصَّ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْحَالِ وَلَا قَالَ: ﴿وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُونَ ۝﴾.

”جن لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اس آیت سے ذات الٰہی کا شہ رگ سے زیادہ قریب ہونا مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ مرنے والے کے گھر والوں سے اللہ زیادہ قریب ہوتا ہے، ان کی یہ بات بہت کمزور بات ہے۔ وہ اس لیے کہ وہی لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے یا وہ اپنی ذات کے ساتھ ہر چیز کے قریب ہے۔ وہ اس سلسلے میں کسی چیز کو خاص نہیں کرتے۔ کسی مسلمان کے لیے یہ کہنا

ممکن نہیں کہ اللہ میت کے قریب ہے، اس کے گھر والوں کے قریب نہیں، نہ ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ شہ رگ سے قریب ہے۔ باقی اعضا سے قریب نہیں۔ ان لوگوں کے قاعدے کے مطابق یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے، حالاں کہ ان کے نزدیک (معاذ اللہ!) اللہ انسان کے تمام بدن میں ہوتا ہے یا پورے جسم سے زیادہ قریب ہوتا ہے یا وہ گھر والوں میں بھی ہوتا ہے، جیسا کہ میت میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میت کے ساتھ اور گھر والوں کے ساتھ ایک ہی طرح ہونے کے باوجود کیسے فرما سکتا ہے کہ وہ میت سے گھر والوں کی نسبت زیادہ قریب ہے۔ کیا اللہ مرنے والے سے اپنی ذات کی نسبت بھی قرب ہے؟ پھر دونوں آیات کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں فرشتے مراد ہیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''ہم اس مرنے والے سے شہ رگ سے بھی قریب ہیں، جب دو لکھنے والے دائیں اور بائیں جانب بیٹھے ہوئے لکھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ انسان جو بات بھی کرتا ہے، اس کے پاس ایک نگران تیار ہوتا ہے۔'' قرب کو ایک زمانے، یعنی دو دائیں بائیں سے لکھنے والے فرشتوں کے لکھنے سے مقید کیا گیا ہے، فرمانِ الٰہی ہے: ''وہ جو بات بھی کرتا ہے، اس کے پاس ایک نگران تیار فرشتہ ہوتا ہے۔'' یہ بات معلوم ہے کہ اگر یہاں ذات الٰہی کا قرب مراد ہو، تو یہ قرب اس حالت کے ساتھ خاص نہ ہو اور دو تیار اور محافظ فرشتوں کے ذکر کی کوئی مناسبت نہیں بنتی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''پھر کیوں نہیں (تم روح کو واپس لوٹا لیتے)، جب وہ حلق تک پہنچ جاتی ہے اور آپ اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم اس مرنے والے کے آپ کی نسبت زیادہ

قریب ہوتے ہیں۔'' یہاں اللہ اپنی ذات کا قرب مراد لیتا، تو اس قرب کو اس حالت کے ساتھ خاص نہ کرتا، نہ یہ فرماتا کہ تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔''
(مجموع الفتاویٰ: 507/5)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

قِيلَ: هٰذِهِ الْآيَةُ فِيهَا قَوْلَانِ لِلنَّاسِ: أَحَدُهُمَا أَنَّهُ قُرْبُهُ بِعِلْمِهِ، وَلِهٰذَا قَرَنَهُ بِعِلْمِهِ بِوَسْوَسَةِ نَفْسِ الْإِنْسَانِ ...... وَالْقَوْلُ الثَّانِي: أَنَّهُ قُرْبُهُ مِنَ الْعَبْدِ بِمَلَائِكَتِهِ الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلٰى قَلْبِهِ، فَيَكُونُ أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ الْعِرْقِ، اخْتَارَهُ شَيْخُنَا.

''کہا گیا ہے کہ اس آیت میں کی دو آرا ہیں: ایک یہ کہ اللہ اپنے علم کے اعتبار سے قریب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اس قرب کے ساتھ انسان کے دل کے وسوسے کو بھی جاننے کا ذکر کیا ہے...... دوسرا یہ ہے کہ اللہ کا قرب اس کے ان فرشتوں کے ذریعے ہوتا ہے، جو اس انسان کے دل تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے اللہ شہ رگ سے بھی قریب ہوتا ہے۔ ہمارے شیخ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔'' (مَدارِج السّالکین، ص 290)

مزید فرماتے ہیں:

اَلتَّصْرِيحُ بِتَنْزِيلِ الْكِتَابِ مِنْهُ كَقَوْلِهِ: ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ (الزُّمَر: 1)، ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ (فُصّلت: 42)، ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى

لِلْمُسْلِمِيْنَ ○﴾ (النحل: 102)، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى شَيْئَيْنِ: عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ ظَهَرَ مِنْهُ، لَا مِنْ غَيْرِهٖ، وَأَنَّهُ الَّذِي تَكَلَّمَ بِهٖ لَا غَيْرِهٖ، الثَّانِي: عَلٰى عُلُوِّهٖ عَلٰى خَلْقِهٖ، وَأَنَّ كَلَامَهُ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ مِنْ عِنْدِهٖ مِنْ أَعْلٰى مَكَانٍ إِلٰى رَسُولِهٖ.

قرآنِ کریم میں اللہ کی طرف سے کتاب نازل ہونے کی صراحت ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''یہ کتاب غالب اور حکمت والے اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔'' (الزمر: 1)، نیز فرمایا: ''یہ قرآن حکمت والے اور قابلِ تعریف اللہ کا نازل کردہ ہے'' (فصلت: 42)، ایک مقام پر ارشاد ہے: ''(نبی!) فرما دیجیے کہ اس قرآن کو تیرے ربّ کی طرف سے روح القدس نے نازل کیا ہے۔'' (النحل: 102) ان فرامین الٰہی سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں: پہلی یہ کہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے، کسی اور کی طرف سے نہیں، نیز اللہ نے ہی اس کی کلام کی ہے، کسی اور نے نہیں۔ دوسری یہ کہ اللہ اپنی مخلوق سے بلند ہے اور اس کی کلام روح الامین اس کے پاس سے ایک بلند مقام سے لے کر اس کے رسول کی طرف نازل ہوتے رہے ہیں۔'' (إعلام المؤقعين عن ربّ العالمين: 282/2)

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (792ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّصْرِيحُ بِتَنْزِيلِ الْكِتَابِ مِنْهُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○﴾ (غافر: 2)

''اللہ کی طرف سے تصریح موجود ہے کہ قرآن اوپر سے نازل ہوتا ہے، فرمانِ

الٰہی ہے: ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝﴾ (غافر: 2) ''یہ کتاب غالب اور علم والے اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 285)

علامہ آلوسی حنفی (1270ھ) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لَا مَجَالَ لِحَمْلِهٖ عَلَى الْقُرْبِ الْمَكَانِيِّ لِتَنَزُّهِهٖ سُبْحَانَهٗ عَنْ ذٰلِكَ، وَكَلَامُ أَهْلِ الْوَحْدَةِ مِمَّا يَشُقُّ فَهْمُهٗ عَلٰى غَيْرِ ذِي الْأَحْوَالِ.

''اس آیت کو قرب مکانی (ذات الٰہی کے شہ رگ سے قریب ہونے) پر محمول کرنے کا کوئی جواز نہیں، کیوں کہ اللہ اس سے پاک ہے۔ وحدة الوجود کی کلام غیر ذی الاحوال نہیں سمجھ سکتے۔'' (روح المعاني: 178/26)

تنبیہ ①: ذی الاحوال سے موصوف کی مراد صوفیا ہیں، جو نام نہاد ''حال'' اور ''جذب'' جیسی اصطلاحات استعمال کر کے اسلامی احکام سے جان چھڑانے کا حیلہ کرتے ہیں۔ جب اس آیت سے مراد ذات الٰہی کا قرب مراد لیا ہی نہیں جا سکتا، تو یہ ذی الاحوال ایسا معنی کیوں کرتے ہیں؟

تنبیہ ②: مذکورہ بالا بحث سے اس آیت کا معنی بھی واضح ہو جاتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ ۖ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾

(البقرة: 186)

''میرے بندے میری بابت پوچھتے ہیں، تو میں قریب ہوں اور پکارنے والا جب بھی مجھے پکارتا ہے، اس کا جواب دیتا ہوں۔''

آیت نمبر 2

جہمیہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پیش کرتے ہیں:

﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾ (الزّخرف:84)

''اللہ وہ ذات ہے، جو آسمان میں بھی معبود ہے، زمین میں بھی۔ وہ حکمت والا، خوب علم والا ہے۔''

فہم سلف امت

اس سے مراد ہے کہ وہ اللہ جو آسمان و زمین میں معبود ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

وَجَبَ حَمْلُ هٰذِهِ الْآيَاتِ عَلَى الْمَعْنَى الصَّحِيحِ الْمُجْتَمَعِ عَلَيْهِ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ مَّعْبُودٌ مِّنْ أَهْلِ السَّمَاءِ، وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ مَّعْبُودٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، وَكَذٰلِكَ قَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالتَّفْسِيرِ.

''اس آیت کو صحیح اتفاقی معنی پر محمول کرنا ضروری ہے اور وہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں آسمان والی مخلوق کا معبود ہے اور زمین میں زمین والی مخلوق کا معبود ہے (یعنی زمین ہو یا آسمان عبادت اسی کی ہے) اسی طرح مفسرین کرام نے کہا ہے۔'' (التّمهد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد: 134/7)

امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (360ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا يُلَبِّسُونَ بِهِ عَلٰى مَنْ لَّا عِلْمَ مَعَهُ احْتَجُّوا بِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ:

﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ﴾، وَبِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ﴾، وَهٰذَا كُلُّهُ إِنَّمَا يَطْلُبُونَ بِهِ الْفِتْنَةَ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ﴾، وَعِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْحَقِّ: ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ﴾، فَهُوَ كَمَا قَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِمَّا جَاءَتْ بِهِ السُّنَنُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى عَرْشِهِ، وَعِلْمُهُ مُحِيطٌ بِجَمِيعِ خَلْقِهِ، يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ، يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ، وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ﴾، فَمَعْنَاهُ: أَنَّهُ جَلَّ ذِكْرُهُ إِلٰهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ، وَإِلٰهُ مَنْ فِي الْأَرْضِ، إِلٰهٌ يُعْبَدُ فِي السَّمَاوَاتِ، وَإِلٰهٌ يُعْبَدُ فِي الْأَرْضِ، هٰكَذَا فَسَّرَهُ الْعُلَمَاءُ.

''جن چیزوں کے ساتھ جہمیہ جاہل لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، ان میں سے ایک یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اللہ آسمانوں میں بھی اللہ ہے اور زمین میں بھی۔'' نیز فرمان الٰہی ہے: ''وہی اللہ آسمانوں میں الہ ہے اور زمین میں الہ ہے۔'' ان سب باتوں سے ان کا مقصد لوگوں کو دھوکہ دینا ہوتا ہے، اللہ فرماتے ہیں: ''وہ لوگ متشابہ آیات کے پیچھے اس لیے پڑتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیں اور ان کی تاویلات تلاش کریں۔'' اہل حق اہل علم کے ہاں ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ آپ کی پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا

ہے، جیسا کہ احادیث میں صراحت آ گئی ہے کہ اللہ اپنے عرش پر مستوی ہے، جبکہ اس کا علم تمام مخلوقات کو محیط ہے۔ وہ ظاہری و مخفی تمام باتوں کو جانتا ہے۔ اس فرمان الٰہی: ''وہی آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں الٰہ ہے۔'' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ آسمان والوں کا بھی الٰہ ہے اور زمین والوں کا بھی الٰہ ہے۔ آسمانوں میں بھی اسی کی عبادت کی جاتی ہے اور زمین میں بھی اسی کی عبادت کی جاتی ہے۔ اہل علم نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔'' (كتاب الشّريعة: 1102/3)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرمان باری تعالیٰ:

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾ (الانعام: 3)

''وہ اللہ ہی زمین و آسمان میں (معبود) ہے، جو آپ کے ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے اور آپ کے اعمال واقوال سے بھی واقف ہے۔''

کے تحت لکھتے ہیں:

اِخْتَلَفَ مُفَسِّرُو هٰذِهِ الْآيَةِ عَلٰى أَقْوَالٍ، بَعْدَ اتِّفَاقِهِمْ عَلٰى تَخْطِئَةِ قَوْلِ الْجَهْمِيَّةِ الْقَائِلِينَ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ قَوْلِهِمْ عُلُوًّا كَبِيرًا بِأَنَّهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ، حَيْثُ حَمَلُوا الْآيَةَ عَلٰى ذٰلِكَ، فَالْأَصَحُّ مِنَ الْأَقْوَالِ أَنَّهُ الْمَدْعُوُّ اللّٰهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ، أَيْ يَعْبُدُهُ وَيُوَحِّدُهُ وَيُقِرُّ لَهُ بِالْإِلٰهِيَّةِ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَيُسَمُّونَهُ اللّٰهَ، وَيَدْعُونَهُ رَغَبًا وَّرَهَبًا، إِلَّا مَنْ كَفَرَ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَهٰذِهِ الْآيَةُ عَلٰى هٰذَا

الْقَوْلِ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَّفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ﴾ أَيْ هُوَ إِلٰهُ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَإِلٰهُ مَنْ فِي الْأَرْضِ، وَعَلٰى هٰذَا فَيَكُونُ قَوْلُهُ: ﴿يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ﴾ خَبَرًا أَوْ حَالًا، وَالْقَوْلُ الثَّانِي: أَنَّ الْمُرَادَ أَنَّهُ اللّٰهُ الَّذِي يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ، مِنْ سِرٍّ وَّجَهْرٍ، فَيَكُونُ قَوْلُهُ: ﴿يَعْلَمُ﴾ مُتَعَلِّقًا بِقَوْلِهِ: ﴿فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ﴾ تَقْدِيرُهُ: وَهُوَ اللّٰهُ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ فِي السَّمٰوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ، وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ.

''اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں، لیکن وہ جہمیہ کی اس بات کو بالاتفاق غلط قرار دیتے ہیں کہ نعوذ باللہ اللہ ہر جگہ موجود ہے، انھوں نے اس آیت کو اس معنی میں لیا ہے۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جس ذات کو اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے، وہ اللہ ہی کی ذات ہے، یعنی آسمانوں و زمین کی تمام مخلوق اس کی عبادت کرتی ہے، اس کی توحید کا اقرار کرتی ہے، اس کی الوہیت کی اقراری ہے اور اس کا نام اللہ رکھتی ہے، اس سے ڈرتے ہوئے یا رغبت سے اسے پکارتی ہے، سوائے ان جنوں اور انسانوں کے جنھوں نے کفر کیا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس فرمان باری تعالی کی طرح ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَّفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ﴾ ''وہی ذات ہے، جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔'' یعنی زمین و آسمان کی مخلوق کا وہی معبود ہے۔ اس طرح یہ: ﴿يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ﴾ کے الفاظ خبر یا حال

ہوں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں سے مراد یہ ہے کہ اللہ زمین و آسمان میں جو بھی پوشیدہ و ظاہر چیز ہے، اسے جانتا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے ﴿يَعْلَمُ﴾ کے الفاظ ﴿فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ﴾ کے متعلق ہوں گے۔ اصل عبارت یوں ہوگی: وَهُوَ اللّٰهُ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ فِي السَّمٰوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ. ”وہی اللہ ہے، جو زمین و آسمان میں مخفی و ظاہری چیزوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اسے بھی جانتا ہے۔“

(تفسير ابن كثير: 240/3)

بعض احادیث اور جہمی استدلالات

حدیث نمبر 1

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بلندی پر چڑھتے وقت بآواز بلند اللہ اکبر کہتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ، اِرْبِعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ.

”لوگو! تحمل سے کام لیں، آپ کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے، کیونکہ وہ (اللہ) تمھارے ساتھ ہے اور وہ خوب سننے والا اور قریب ہے۔“

(صحيح البخاري: 2992، صحيح مسلم: 2704)

سنن ترمذی (3374، وسندہ صحیح) کے الفاظ ہیں:

إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَصَمَّ وَلَا غَائِبٍ، هُوَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رُؤُوسِ رِحَالِكُمْ.

''آپ کا رب بہرا یا غائب نہیں ہے، بلکہ وہ آپ اور آپ کی سواریوں کی گردنوں کے مابین ہے۔''

اس کا معنی اسلاف کے فہم سے

امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مَعْنٰى قَوْلِهِ: بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رُؤُوسِ رِحَالِكُمْ، إِنَّمَا يَعْنِي عِلْمَهُ وَقُدْرَتَهُ.

''اس فرمان نبوی کی مراد یہ ہے کہ اللہ کا علم اور قدرت تمھارے ساتھ ہے۔''

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْهَمُونَ مِنْ هٰذِهِ النُّصُوصِ غَيْرَ الْمَعْنَى الصَّحِيحِ الْمُرَادِ بِهَا، يَسْتَفِيدُونَ بِذٰلِكَ مَعْرِفَةَ عَظْمَةِ اللّٰهِ وَجَلَالِهِ، وَإِطْلَاعِهِ عَلٰى عِبَادِهِ وَإِحَاطَتِهِ بِهِمْ، وَقُرْبِهِ مِنْ عَابِدِيهِ، وَإِجَابَتِهِ لَدُعَائِهِمْ، فَيَزْدَادُونَ بِهِ خَشْيَةً لِّلّٰهِ وَتَعْظِيمًا وَّإِجْلَالًا وَّمُهَابَةً وَّمُرَاقَبَةً وَّاسْتِحْيَاءً، وَّيَعْبُدُونَهُ كَأَنَّهُمْ يَرَوْنَهُ، ثُمَّ حَدَثَ بَعْدَهُمْ مَنْ قَلَّ وَرَعُهُ، وَسَاءَ فَهْمُهُ وَقَصْدُهُ، وَضَعُفَتْ عَظْمَةُ اللّٰهِ وَهَيْبَتُهُ فِي صَدْرِهِ، وَأَرَادَ أَنْ يُّرِيَ النَّاسَ امْتِيَازَهُ عَلَيْهِمْ بِدِقَّةِ الْفَهْمِ وَقُوَّةِ النَّظْرِ، فَزَعَمَ أَنَّ هٰذِهِ النُّصُوصَ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ بِذَاتِهِ فِي كُلِّ مَكَانٍ، كَمَا يُحْكٰى ذٰلِكَ عَنْ طَوَائِفَ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَمَنْ وَّافَقَهُمْ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا، وَهٰذَا شَيْءٌ مَّا خَطَرَ لِمَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ مِنَ

الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَهٰؤُلَاءِ مِمَّنْ يَتَّبِعُ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ، وَقَدْ حَذَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ مِنْهُمْ فِي حَدِيثِ عَائِشَةَ الصَّحِيحِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ، وَتَعَلَّقُوا أَيْضًا بِمَا فَهِمُوهُ بِفَهْمِهِمُ الْقَاصِرِ مَعَ قَصْدِهِمُ الْفَاسِدِ بِآيَاتٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مِثْلَ قَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحديد: 4)، وَقَوْلِهِ: ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ (المجادلة: 7)، فَقَالَ مَنْ قَالَ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ حِينَئِذٍ: إِنَّمَا أَرَادَ أَنَّهُ مَعَهُمْ بِعِلْمِهِ، وَقَصَدُوا بِذٰلِكَ إِبْطَالَ مَا قَالَهُ أُولٰئِكَ، مِمَّا لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ قَبْلَهُمْ قَالَهُ وَلَا فَهِمَهُ مِنَ الْقُرْآنِ.

”رسول اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ان آیات سے یہاں مراد صحیح معنی کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتے تھے، وہ ان آیات سے اللہ کی عظمت و جلال، اپنے بندوں پر اطلاع، ان کے احاطہ، اپنے عبادت گزاروں سے قرب اور ان کی دعاؤں کی قبولیت کی معرفت حاصل کرتے تھے، پھر وہ اللہ کے ڈر، تعظیم، ہیبت، خیال اور حیا میں بڑھ جاتے تھے اور اس کی عبادت ایسے کرتے تھے، جیسے اسے دیکھ رہے ہوں۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کا تقویٰ کم ہو گیا اور قصد و فہم برا ہو گیا اور ان کے سینے میں اللہ کی ہیبت اور عظمت ماند پڑ گئی، انھوں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو اپنی منفرد دقت فہم اور قوت استدلال دکھائیں، تو یہ دعویٰ کر دیا کہ اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے، جیسا کہ جہمیہ،

معتزلہ اور ان کے ہم نواؤں سے بیان کیا جاتا ہے۔ اللہ ان کی باتوں سے منزہ ومبرا ہیں۔ یہ بات ان سے پہلے صحابہ کو سمجھ نہیں آئی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو قرآن میں سے متشابہ آیات کے پیچھے پڑتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیں اور ان میں تاویلات تلاش کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔"

(فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن رجب:331/2)

حدیث نمبر 2

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ رَجُلًا بِحَبْلٍ إِلَى الْأَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ.

"اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر ایک شخص کو آپ رسی سے نچلی زمین کی طرف لٹکاؤ تو وہ اللہ کے اوپر گرے گا۔"

(سنن الترمذي:3298)

سند "ضعیف" ہے، کیونکہ

1. امام حسن بصری رحمہ اللہ "مدلس" ہیں اور سماع کی تصریح ثابت نہیں ہو سکی۔
2. جمہور کے نزدیک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن بصری رحمہ اللہ کا سماع ثابت نہیں۔

(عمدة القاري للعيني:271/1)

امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيثَ، فَقَالُوا: إِنَّمَا هَبَطَ عَلٰى عِلْمِ

اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ وَسُلْطَانِهِ، وَعِلْمُ اللّٰهِ وَقُدْرَتُهُ وَسُلْطَانُهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَّهُوَ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا وَصَفَ فِي كِتَابِهِ.

''بعض اہل علم نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ شخص اللہ کے علم، قدرت اور بادشاہت پر گرے گا۔ اللہ کا علم، قدرت اور بادشاہت ہر جگہ میں ہے اور وہ خود اپنے عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے۔'' (سنن الترمذي، تحت الحديث: 2398)

معیتِ باری تعالیٰ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

(الحدید: 3)

''وہ اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی اور باطن بھی۔ نیز وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْس بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ.

''اے اللہ تو اوّل ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور تُو آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہ ہوگی، تو ظاہر (بلند) ہے، تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو باطن ہے، تجھ سے پوشیدہ کوئی چیز نہیں۔'' (صحیح مسلم: 2713)

امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (360ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا يَحْتَجُّ بِهِ الْحُلُولِيَّةُ مِمَّا يُلَبِّسُونَ بِهِ عَلٰى مَنْ لَّا عِلْمَ مَعَهٗ،

يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ (الحديد: 3)، وَقَدْ فَسَّرَ أَهْلُ الْعِلْمِ هٰذِهِ الْآيَةَ: هُوَ الْأَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ حَيَاةٍ وَّمَوْتٍ، وَّالْآخِرُ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ بَعْدَ الْخَلْقِ، وَهُوَ الظَّاهِرُ فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ، يَعْنِي مَا فِي السَّمَاوَاتِ، وَهُوَ الْبَاطِنُ دُونَ كُلِّ شَيْءٍ يَّعْلَمُ مَا تَحْتَ الْأَرَضِينَ، وَدَلَّ عَلٰى هٰذَا آخِرُ الْآيَةِ: ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○﴾ (الحديد: 3)

''حلولیہ کی ایک دلیل، جس سے جاہل لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، یہ آیت کریمہ ہے: ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ (الحديد: 3) ''وہ اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے اور باطن ہے۔'' حالانکہ اہل علم نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ کے اوّل ہونے سے مراد اس کا ہر چیز، یعنی زندگی اور موت سے پہلے ہونا ہے اور اس کے آخر ہونے سے مراد تمام مخلوقات کے ختم ہونے کے بعد باقی رہنا ہے۔ اس کے ظاہر ہونے سے مراد آسمانوں کی ہر مخلوق سے اوپر اور بلند ہونا ہے اور اس کے باطن ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ زمینوں کے نیچے موجود چیزوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ اس کی دلیل اسی آیت کا آخری ٹکڑا ہے، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○﴾ (الحديد: 3) ''وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (كتاب الشّريعة: 1100/3)

آیت نمبر 1

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ (الحدید: 4)

''وہی ذات ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھے دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، وہ زمین میں داخل ہونے والی، اس سے نکلنے والی، آسمان سے اترنے والی اور اس میں چڑھنے والی (سب) چیزوں کو جانتا ہے۔ جہاں بھی آپ ہوتے ہو، وہ آپ کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ آپ کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔''

آیت نمبر 2

﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (المجادلة: 7)

''کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسے جانتا ہے۔ تین آدمی جب سرگوشی کر رہے ہوتے ہیں، تو وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے، پانچ آدمی جب سرگوشی کر رہے ہوتے ہیں، تو وہ ان کا پانچواں ہوتا ہے۔ نہ کوئی پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں، مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے، نہ اس سے کم تعداد میں اور نہ اس سے زیادہ تعداد میں سرگوشی کرتے ہیں، مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں۔ پھر وہ قیامت کے دن ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

آیت نمبر 3

﴿ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ○﴾ (النساء: 108)

''وہ لوگوں سے چھپتے ہیں، لیکن اللہ سے نہیں چھپ سکتے، وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جب وہ رات کے پہر ناپسندیدہ باتیں بناتے ہیں، اللہ ان کے اعمال کا (بذریعہ علم) احاطہ کرنے والا ہے۔''

آیات کا معنی و مفہوم

ان آیات کا معنی یہ ہے اللہ کا علم جمیع مخلوقات کے ساتھ ہے۔ وہ ان کے حالات وواقعات سے باخبر ہے۔ معیت کی اس نوع کو ''معیت عامہ'' کہتے ہیں۔ ایک معیت خاصہ بھی ہوتی ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ دلیل ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○﴾ (النّحل: 127)

''بے شک اللہ تعالیٰ متقی اور نیک کردار لوگوں کے ساتھ ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التّوبۃ: 40)

''نبی ﷺ دو میں سے ایک تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب آپ ﷺ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ ڈرو نہیں، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

یہاں معیت خاصہ مراد ہے اور اس کا مطلب نصرت وتائید ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ (1376ھ) فرماتے ہیں:

مَعِيَّةُ اللّٰهِ الَّتِي ذَكَرَهَا فِي كِتَابِهٖ، نَوْعَانِ: مَعِيَّةُ الْعِلْمِ وَالْإِحَاطَةِ، وَهِيَ: الْمَعِيَّةُ الْعَامَّةُ، فَإِنَّهٗ مَعَ عِبَادِهٖ أَيْنَمَا كَانُوا، وَمَعِيَّةٌ خَاصَّةٌ، وَهِيَ: مَعِيَّتُهٗ مَعَ خَوَاصِّ خَلْقِهٖ بِالنُّصْرَةِ، وَاللُّطْفِ، وَالتَّأْيِيدِ.

''وہ معیت، جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ایک تو علم و احاطہ کی معیت ہے، یہ معیت عامہ ہے، اللہ اپنے بندوں کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی وہ ہوتے ہیں۔ دوسری قسم معیت خاصہ ہے، یہ معیت اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے خاص لوگوں کے ساتھ نصرت، شفقت اور تائید کی صورت میں ہوتی ہے۔'' (تفسير السّعدي: 14)

ائمہ اہل سنت اس کا معنی کیا کرتے ہیں؟

1. امام ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾ (المجادلة: 7) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ وَعِلْمُهٗ مَعَهُمْ أَيْنَمَا كَانُوا.

''وہ عرش کے اوپر ہے، لیکن اس کا علم ان کے ساتھ ہوتا ہے، وہ جہاں بھی ہوں۔''

(مسائل الإمام أبي داود: ص 263، تفسير الطّبري: 28/12-13، الشّريعة للآجري: 655، الأسماء والصّفات للبيهقي: 2/341-342، ح: 909، التّمهيد لابن عبدالبر: 7/139، وسندهٗ حسنٌ)

2. امام مقاتل بن حیان رحمہ اللہ (م قبل: 150) فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ (المجادلة: 7) ''کوئی تین شخص سرگوشی نہیں کرتے، مگر اللہ تعالیٰ

ان کا چوتھا ہوتا ہے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هُوَ عَلَى الْعَرْشِ، وَعِلْمُهُ مَعَهُمْ.

''اللہ تعالیٰ عرش پر ہی ہے، لیکن اس کا علم ان کے ساتھ ہے۔''

(تفسير الطّبري: 12/28، الشّريعة للآجري: 655، وسندهٗ صحيحٌ)

③ امام عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ رحمہ اللہ (276ھ) لکھتے ہیں:

نَحْنُ نَقُولُ فِي قَوْلِهِ: ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا﴾: إِنَّهُ مَعَهُمْ بِالْعِلْمِ بِمَا هُمْ عَلَيْهِ، كَمَا تَقُولُ لِلرَّجُلِ وَجَّهْتَهُ إِلٰى بَلَدٍ شَاسِعٍ، وَوَكَّلْتَهُ بِأَمْرٍ مِّنْ أُمُورِكَ، احْذَرِ التَّقْصِيرَ وَالْإِغْفَالَ لِشَيْءٍ مِّمَّا تَقَدَّمْتُ فِيهِ إِلَيْكَ فَإِنِّي مَعَكَ، تُرِيدُ أَنَّهُ لَا يَخْفٰى عَلَيَّ تَقْصِيرُكَ أَوْ جِدُّكَ لِلْإِشْرَافِ عَلَيْكَ، وَالْبَحْثِ عَنْ أُمُورِكَ، وَإِذَا جَازَ هٰذَا فِي الْمَخْلُوقِ الَّذِي لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ، فَهُوَ فِي الْخَالِقِ الَّذِي يَعْلَمُ الْغَيْبَ أَجْوَزُ، وَكَذٰلِكَ هُوَ بِكُلِّ مَكَانٍ، يُرَادُ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّمَّا فِي الْأَمَاكِنِ، فَهُوَ فِيهَا بِالْعِلْمِ بِهَا وَالْإِحَاطَةِ، وَكَيْفَ يَسُوغُ لِأَحَدٍ أَنْ يَّقُولَ: إِنَّهُ بِكُلِّ مَكَانٍ عَلَى الْحُلُولِ مَعَ قَوْلِهِ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾، أَيْ: اسْتَقَرَّ، كَمَا قَالَ: ﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ﴾، أَيْ: اسْتَقْرَرْتَ، وَمَا قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾،

وَكَيْفَ يَصْعَدُ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَّهُوَ مَعَهُ؟ أَوْ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلٌ وَّهُوَ عِنْدَهُ؟ وَكَيْفَ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ وَتَعْرُجُ بِمَعْنٰى تَصْعَدُ، يُقَالُ: عَرَجَ إِلَى السَّمَاءِ إِذَا صَعِدَ، وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ذُو الْمَعَارِجِ، وَالْمَعَارِجُ، الدَّرَجُ فَمَا هٰذِهِ الدَّرَجُ؟ وَإِلٰى مَنْ تُؤَدِّي الْأَعْمَالَ الْمَلَائِكَةُ، إِذَا كَانَ بِالْمَحَلِّ الْأَعْلٰى، مِثْلَهُ بِالْمَحَلِّ الْأَدْنٰى؟ وَلَوْ أَنَّ هٰؤُلَاءِ رَجَعُوا إِلٰى فِطَرِهِمْ وَمَا رُكِّبَتْ عَلَيْهِ خِلْقَتُهُمْ مِنْ مَعْرِفَةِ الْخَالِقِ سُبْحَانَهُ، لَعَلِمُوا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى هُوَ الْعَلِيُّ، وَهُوَ الْأَعْلٰى، وَهُوَ بِالْمَكَانِ الرَّفِيعِ، وَإِنَّ الْقُلُوبَ عِنْدَ الذِّكْرِ تَسْمُو نَحْوَهُ، وَالْأَيْدِي تُرْفَعُ بِالدُّعَاءِ إِلَيْهِ، وَمِنَ الْعُلُوِّ يُرْجَى الْفَرَجُ، وَيُتَوَقَّعُ النَّصْرُ، وَيُنْزَلُ الرِّزْقُ، وَهُنَالِكَ الْكُرْسِيُّ وَالْعَرْشُ وَالْحُجُبُ وَالْمَلَائِكَةُ يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ۝﴾ وَقَالَ فِي الشُّهَدَاءِ: ﴿اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۝﴾، قِيلَ لَهُمْ شُهَدَاءُ؛ لِأَنَّهُمْ يَشْهَدُونَ مَلَكُوتَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَاحِدُهُمْ: شَهِيدٌ، كَمَا يُقَالُ عَلِيمٌ، وَعُلَمَاءُ، وَكَفِيلٌ، وَكُفَلَاءُ وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ﴾، أَيْ: لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ امْرَأَةً وَّوَلَدًا، لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ عِنْدَنَا لَا عِنْدَكُمْ؛ لِأَنَّ زَوْجَ الرَّجُلِ وَوَلَدَهُ، يَكُونَانِ عِنْدَهُ وَبِحَضْرَتِهٖ، لَا عِنْدَ غَيْرِهٖ، وَالْأُمَمُ كُلُّهَا عَرَبِيُّهَا وَعَجَمِيُّهَا،

تَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی فِي السَّمَاءِ مَا تُرِكَتْ عَلٰی فِطَرِهَا ......

''ہم فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ علم کے اعتبار سے ان کے ساتھ ہوتا ہے، جیسا کہ آپ اس آدمی سے کہیں، جو دور کے علاقے کی طرف جا رہا ہو اور آپ نے اسے اپنے امور میں سے کوئی امر سپرد کیا ہو: جو کام میں نے تیرے سپرد کیا ہے، اس میں سستی و کوتاہی سے بچنا، میں تمھارے ساتھ ہوں۔ آپ کی مراد یہ ہوتی ہے کہ تیری کوتاہی مجھ سے مخفی نہیں رہے گی، میں پوری نگرانی اور معاملات کی پڑتال کروں گا۔ جب یہ کام اس مخلوق کے لیے ممکن ہے، جو غیب نہیں جانتی تو اس خالق کے لیے زیادہ ممکن ہے، جو عالم الغیب ہے۔ لہٰذا اللہ کے ہر جگہ ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی جگہ کا کوئی امر اس سے مخفی نہیں، وہ علم و کنٹرول کے اعتبار سے ہر جگہ ہے۔ یہ کہنا کیسے ممکن ہے کہ وہ حلول کے ساتھ ہر جگہ ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○﴾ ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔'' یعنی مستقر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ﴾ ''اے نوح! جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر مستقر ہو جائیں۔'' اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ ''اسی کی طرف پاکیزہ کلمات اور نیک عمل چڑھتے ہیں اور وہ نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔'' اگر اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ساتھ ہے، تو وہ اس کی طرف کیسے بلند ہوتی

ہے؟ اور نیک عمل اس کی طرف کیسے چڑھتا ہے؟ اور قیامت کے دن فرشتے اور روح الامین اس کی طرف کیسے چڑھیں گے، چڑھنے کا معنی اوپر کو جانا ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان کی طرف چڑھا، جب وہ آسمان کی طرف اوپر کو جائے۔ اللہ ذو المعارج (سیڑھیوں والا) ہے۔ یہ سیڑھیاں کیا ہیں؟ جب اللہ اوپر اور نیچے برابر ہے، تو فرشتے اعمال لے کر کس کو پہنچاتے ہیں؟

اگر یہ لوگ اپنی فطرت اور اپنی تخلیقی بناوٹ سے حاصل ہونے والی معرفت الٰہی کی طرف لوٹ آئیں، تو انھیں معلوم ہوگا کہ اللہ بلند ہے اور بلند جگہ پر ہے۔ ذکر کے وقت دل اوپر کی طرف بلند ہوتے ہیں، دعا کے وقت ہاتھ اوپر کی طرف ہی اٹھتے ہیں۔ اوپر کی طرف سے ہی فراخی و نصرت کی توقع کی جاتی ہے اور وہیں سے رزق نازل ہوتا ہے۔ اوپر ہی کرسی، عرش، حجب اور فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۝ ﴾ ”جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے اعراض نہیں کرتے، نہ ہی تھکتے ہیں۔ وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے نہیں تھکتے۔“

شہدا کے بارے میں اللہ نے فرمایا: ﴿ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ ﴾ ”وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔“ ان کو شہدا اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے گواہ ہوتے ہیں۔ شہدا کی واحد شہید ہے، جیسا کہ علیم سے علما اور کفیل سے کفلا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَوْ

اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ﴾ ''اگر ہم ارادہ کرتے کہ ہم بیوی بنائیں، تو اسے اپنے پاس سے بناتے۔'' یعنی اگر ہم بیوی اور اولاد بنانے کا ارادہ کرتے، تو اپنے پاس سے (حور عین سے) رکھتے، تمھارے پاس سے نہیں، کیونکہ کسی کی اولاد اور بیوی اسی کے پاس سے ہوتی ہے، کسی اور کے پاس سے نہیں۔ عرب اور عجم کی تمام قومیں جب تک اپنی فطرت پر قائم رہیں، یہی کہیں گی کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے۔''

(تاویل مختلف الحدیث، ص 182-183)

④ امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (280ھ) لکھتے ہیں:

اِحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِيهِ بِكَلِمَةِ زَنْدَقَةٍ أَسْتَوْحِشُ مِنْ ذِكْرِهَا، وَتَسَتَّرَ آخَرُ مِنْ زَنْدَقَةِ صَاحِبِهِ فَقَالَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (المجادلة: 7) قُلْنَا: هٰذِهِ الْآيَةُ لَنَا عَلَيْكُمْ، لَا لَكُمْ، إِنَّمَا يَعْنِي أَنَّهُ حَاضِرُ كُلِّ نَجْوٰى، وَمَعَ كُلِّ أَحَدٍ مِّنْ فَوْقِ الْعَرْشِ بِعِلْمِهِ، لِأَنَّ عِلْمَهُ بِهِمْ مُحِيطٌ، وَبَصَرَهُ فِيهِمْ نَافِذٌ، لَا يَحْجُبُهُ شَيْءٌ عَنْ عِلْمِهِ وَبَصَرِهِ، وَلَا يَتَوَارَوْنَ مِنْهُ بِشَيْءٍ، وَهُوَ بِكَمَالِهِ فَوْقَ الْعَرْشِ، بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهِ، ﴿يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى﴾ (طه: 7) أَقْرَبُ إِلٰى أَحَدِهِمْ مِنْ فَوْقِ الْعَرْشِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ، قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يَّكُونَ لَهُ ذٰلِكَ، لِأَنَّهُ لَا يَبْعُدُ عَنْهُ شَيْءٌ، وَّلَا تَخْفٰى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ

فِي السَّمٰوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ، فَهُوَ كَذٰلِكَ رَابِعُهُمْ، وَخَامِسُهُمْ، وَسَادِسُهُمْ، لَا أَنَّهُ مَعَهُمْ بِنَفْسِهِ فِي الْأَرْضِ كَمَا ادَّعَيْتُمْ، وَكَذٰلِكَ فَسَّرَتْهُ الْعُلَمَاءُ.

''اس سلسلہ میں ان (جہمیوں) میں سے ایک نے بہت زندیقانہ بات کہی، اسے ذکر کرنے سے مجھے ڈر محسوس ہوتا ہے، ایک دوسرے (جہمی) نے اپنے ساتھی کی بے دینی پر پردہ ڈالنے کے لیے اس قرآنی آیت سے دلیل لینا چاہی:

﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝﴾ (المجادلة : 7) ہم نے جواب دیا کہ یہ آیت ہماری دلیل ہے، تمھاری نہیں، یہ تو تمھارے خلاف ہے، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر رہتے ہوئے ہر سرگوشی کو حاضر اور ہر شخص کے ساتھ ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ان کو محیط اور اس کی بصر ان میں نافذ ہے، کوئی چیز اس کے سمع و بصر کے آگے آڑ نہیں بن سکتی۔ لوگ کسی بھی چیز کے ساتھ اس سے چھپ نہیں سکتے۔ وہ اپنے کمال کے ساتھ اپنے عرش کے اوپر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے، پوشیدہ اور چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے۔ اپنے عرش کے اوپر سے کسی کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ ان تمام چیزوں پر قادر ہے، کیونکہ اس سے کوئی چیز دور نہیں اور آسمان و زمین میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ تین سرگوشی کرنے والوں کا چوتھا، چار کا پانچواں اور پانچ کا چھٹا ہوتا ہے، نہ کہ وہ اپنی

ذات کے ساتھ ان کے ساتھ زمین میں ہوتا ہے، جیسا کہ تم نے دعویٰ کیا ہے۔ علمانے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے (جو ہم نے بیان کی ہے۔)''

(الرّد علی الجهمية:1/42-43)

5 امام محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (297ھ) لکھتے ہیں:

فَسَّرَتِ الْعُلَمَاءُ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ يَعْنِي بِعِلْمِهِ، تَوَافَرَتِ الْأَخْبَارُ أَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْعَرْشَ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ بِذَاتِهِ فَهُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهِ، مُتَخَلِّصًا مِّنْ خَلْقِهِ بَائِنًا مِّنْهُمْ، عِلْمُهٗ فِي خَلْقِهِ، لَا يَخْرُجُونَ مِنْ عِلْمِهِ.

''علما نے فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ ''وہ تمھارے ساتھ ہے۔'' کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے علم کے ساتھ تمھارے ساتھ ہے، کیونکہ اس بارے میں احادیث بہت زیادہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا، پھر اپنی ذات کے ساتھ اس پر مستوی ہوا، پس وہ اپنی ذات کے ساتھ اپنے عرش کے اوپر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے، ان سے علیحدہ ہے۔ اس کا علم اس کی مخلوق میں موجود ہے، وہ اس کے علم سے باہر نہیں نکل سکتے۔''

(کتاب العرش، ص276-292)

6 سنی امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) سورت الحدید کی آیت نمبر 4 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يَقُولُ: وَهُوَ شَاهِدٌ لَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ أَيْنَمَا كُنْتُمْ يَعْلَمُكُمْ، وَيَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ، وَمُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ، وَهُوَ عَلٰى عَرْشِهِ فَوْقَ سَمٰوَاتِهِ.

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو! تم جہاں بھی ہوتے ہو، وہ تمھارے اوپر گواہ ہوتا ہے، وہ تمھیں تمھارے اعمال، تمھارے ٹھکانے اور تمھارے لوٹنے کی جگہ کو جانتا ہے، وہ اپنے سات آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے۔''

(تفسير الطّبري: 216/27)

نیز سورت المجادلہ آیت نمبر 7 کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

عَنٰى بِقَوْلِهٖ: ﴿هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ بِمَعْنٰى مَشَاهِدِهِمْ بِعِلْمِهٖ، وَهُوَ عَلٰى عَرْشِهٖ.

''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ ان (تین سرگوشی کرنے والوں) کا چوتھا ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ اپنے عرش پر ہونے کے باوجود اپنے علم کے اعتبار سے ان کے پاس حاضر ہوتا ہے۔''

(تفسير الطّبري: 12/28)

7 امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ (324ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفٰى مِنَ السِّرِّ، وَلَا يَغِيبُ عَنْهُ شَيْءٌ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتّٰى كَأَنَّهٗ حَاضِرٌ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ، وَقَدْ دَلَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ بِقَوْلِهٖ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾، وَفَسَّرَ ذٰلِكَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالتَّأْوِيلِ أَنَّ عِلْمَهٗ مُحِيطٌ بِهِمْ حَيْثُ كَانُوا.

''اور اللہ تعالیٰ مخفی اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیزوں کو بھی جانتا ہے، اس سے آسمانوں اور زمین کو کوئی چیز غائب نہیں ہوسکتی، گویا کہ وہ ہر چیز کے ساتھ حاضر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اظہار یوں فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ

مَا كُنتُمْ ﴾ ''اور وہ تمھارے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی تم ہوتے ہو۔'' مفسرین کرام نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ان کو محیط ہوتا ہے، وہ جہاں بھی ہوں۔'' (رسالة أهل الثغر:234)

8 امام ابوبکر محمد بن حسین الآجری رحمہ اللہ (360ھ) لکھتے ہیں:

اَلَّذِي يَذْهَبُ إِلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ سُبْحَانَهٗ عَلٰى عَرْشِهٖ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ، وَعِلْمُهٗ مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ قَدْ أَحَاطَ عِلْمُهٗ بِجَمِيعِ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاوَاتِ الْعُلَا، وَبِجَمِيعِ مَا فِي سَبْعِ أَرَضِينَ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى، يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفٰى وَيَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ، وَيَعْلَمُ الْخَطْرَةَ وَالْهَمَّةَ، وَيَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ النُّفُوسُ يَسْمَعُ وَيَرٰى، وَلَا يَعْزُبُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرَضِينَ وَمَا بَيْنَهُنَّ، إِلَّا وَقَدْ أَحَاطَ عِلْمُهٗ بِهٖ فَهُوَ عَلٰى عَرْشِهٖ سُبْحَانَهُ الْعَلِيُّ الْأَعْلٰى تُرْفَعُ إِلَيْهِ أَعْمَالُ الْعِبَادِ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ الَّذِينَ يَرْفَعُونَهَا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَإِيشْ مَعْنٰى قَوْلِهٖ: ﴿ مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ ﴾، اَلْآيَةُ الَّتِي بِهَا يَحْتَجُّونَ؟ قِيلَ لَهٗ: عِلْمُهٗ عَزَّ وَجَلَّ وَاللّٰهُ عَلٰى عَرْشِهٖ، وَعِلْمُهٗ مُحِيطٌ بِهِمْ، وَبِكُلِّ شَيْءٍ مِّنْ خَلْقِهٖ، كَذَا فَسَّرَهٗ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْآيَةُ يَدُلُّ أَوَّلُهَا وَآخِرُهَا عَلٰى أَنَّهُ الْعِلْمُ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: كَيْفَ؟ قِيلَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ اَلَمْ

تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ﴾ إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ: ﴿ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ وَابْتَدَأَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْآيَةَ بِالْعِلْمِ وَخَتَمَهَا بِالْعِلْمِ، فَعِلْمُهُ عَزَّ وَجَلَّ مُحِيطٌ بِجَمِيعِ خَلْقِهِ، وَهُوَ عَلٰى عَرْشِهِ، وَهٰذَا قَوْلُ الْمُسْلِمِينَ.

''اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ بلند آسمانوں کے اوپر، ساتوں زمینوں کے اندر، زمین و آسمان کے درمیان اور زمین کے نیچے اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے، وہ اس کے علم کے احاطے میں ہے۔ وہ مخفی اور پوشیدہ تر چیز کو جانتا ہے، وہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ وہ خیالات اور گمانوں کو بھی جانتا ہے، وہ نفسوں کے اندر پیدا ہونے والے وسوسوں کو بھی سنتا اور خوب جانتا ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی کوئی چیز اس سے غائب نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کا علم اس کو محیط ہے۔ چنانچہ وہ سبحانہ وتعالیٰ وا پنے عرش کے اوپر ہے، اس کی طرف بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور وہ اعمال کو اٹھا کر لے جانے والے فرشتوں سے بڑھ کر ان اعمال کو جانتا ہوتا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ وہ آیت جس سے وہ (جہمی لوگ) دلیل لیتے ہیں، اس آیت:

﴿ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ ﴾

کا کیا معنی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا علم مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے، جبکہ اس کا علم ان (سرگوشی کرنے والوں) کو اور

اس کی تمام مخلوق کو محیط ہوتا ہے۔ اہل علم نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور اس آیت کریمہ کا آغاز و اختتام اس بات پر دلیل ہے کہ یہاں مراد علم ہے۔ اگر کوئی چھپے کہ کیسے؟ تو جواب یہ ہے کہ آغاز میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ﴾ اور آخر میں فرمایا: ﴿ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو علم سے ہی شروع کیا اور علم پر ہی ختم کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کا علم تمام مخلوق کو محیط ہے اور وہ خود اپنے عرش پر ہے۔ یہی (سنی) مسلمانوں کا قول ہے۔“

(كتاب الشّريعة:3/1075-1076)

⑨ امام ثعلبی رحمہ اللہ (427ھ) فرمان باری تعالیٰ: ﴿ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ ﴾ کا معنی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

بِالْعِلْمِ يَسْمَعُ نَجْوَاهُمْ وَيَعْلَمُ فَحْوَاهُمْ.

”اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ساتھ ان کی سرگوشی سنتا اور ان کی بات کو سمجھتا ہے۔“

(الكشف والبيان في تفسير القرآن:9/256)

⑩ امام ابوعمر احمد بن محمد بن عبداللہ طلمنکی (429ھ) اپنی کتاب اَلْوُصُولُ إِلٰی عِلْمِ الْأُصُولِ میں لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ، عَلٰى أَنَّ مَعْنٰى ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾ وَنَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الْقُرْآنِ، أَنَّ ذٰلِكَ عِلْمُهُ، وَأَنَّ اللّٰهَ فَوْقَ السَّمٰوَاتِ بِذَاتِهِ، مُسْتَوِيًا عَلٰى عَرْشِهِ كَيْفَ شَاءَ.

''اہل سنت والجماعت کے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ اور اس طرح کی دوسری آیات قرآنی سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے، نیز اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے، جیسے اس کو لائق ہے۔''

(تلبيس الجهمية لابن تيمية: 38/2، اجتماع جيوش الإسلامية لابن القيم، ص 142، العلوّ للذّهبي: 264)

⑪ امام ابوزکریا یحییٰ بن عمار سجستانی رحمہ اللہ (422ھ) ''الرسالہ'' میں لکھتے ہیں:

لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ الْجَهْمِيَّةُ: إِنَّهٗ دَاخِلٌ لِّلْأَمْكِنَةِ، وَمُمَازِجٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ، وَّلَا نَعْلَمُ أَيْنَ هُوَ، بَلْ هُوَ بِذَاتِهٖ عَلَى الْعَرْشِ، وَعِلْمُهٗ مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ، وَعِلْمُهٗ وَسَمْعُهٗ وَبَصَرُهٗ وَقُدْرَتُهٗ مُدْرِكَةٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ، وَهُوَ مَعْنٰى قَوْلِهٖ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾، وَهُوَ بِذَاتِهٖ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ، وَكَمَا قَالَ رَسُولُهٗ.

''ہم جہمیہ کی طرح نہیں کہتے کہ اللہ تمام جگہوں میں دخول کیے ہوئے ہے اور ہر چیز کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ بل کہ (ہمارا عقیدہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس کا علم، سمع، بصر اور اس کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے۔ اس فرمانِ باری تعالیٰ کا یہی معنی ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾ ''اور جہاں بھی تم ہوتے ہو، وہ تمھارے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے عملوں کو دیکھنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار

سے عرش پر ہے، جیسا کہ خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔''
(العرش للذهبي 2/445-446)

⑫ امام بیہقی رحمہ اللہ (458ھ) لکھتے ہیں:

فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْآيَاتِ دَلَالَةٌ عَلٰى إِبْطَالِ قَوْلِ مَنْ زَعَمَ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى بِذَاتِهِ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾، إِنَّمَا أَرَادَ بِهِ بِعِلْمِهِ لَا بِذَاتِهِ.

''جہمیہ کے اس قول کہ اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے ہر جگہ میں ہے، کا رد بہت سی آیات قرآنیہ میں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ کی مراد یہی ہے کہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے تمھارے ساتھ ہے، نہ کہ اپنی ذات کے اعتبار سے۔'' (الإعتقاد، ص 112)

⑬ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا احْتِجَاجُهُمْ بِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا﴾، فَلَا حُجَّةَ لَهُمْ فِي ظَاهِرِ هٰذِهِ الْآيَةِ، لِأَنَّ عُلَمَاءَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ الَّذِينَ حَمَلْتُ عَنْهُمُ التَّأْوِيلَ فِي الْقُرْآنِ قَالُوا فِي تَأْوِيلِ هٰذِهِ الْآيَةِ هُوَ عَلَى الْعَرْشِ وَعِلْمُهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَمَا خَالَفَهُمْ فِي ذٰلِكَ أَحَدٌ يُّحْتَجُّ بِقَوْلِهِ.

''رہا ان کا فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ

مَا كَانُوْا سے دلیل لینا، تو اس میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں، کیونکہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان سے تفسیر قرآن سیکھنے والے تابعین عظام رحمہم اللہ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ میں ہے۔ اس بارے میں صحابہ و تابعین کی مخالفت کسی ایسے شخص نے نہیں کی، جس کی بات کو دلیل بنایا جا سکتا ہو۔"

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد:7/138-139)

14 حافظ بغوی رحمہ اللہ (510ھ) سورت الحدید آیت نمبر 4 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فِي الْعِلْمِ. "علم میں (اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے)۔"

(تفسير البغوي:4/207)

15 قوام السنہ، امام ابوالقاسم اصبہانی رحمہ اللہ (535ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ قِيلَ: قَدْ تَأَوَّلْتُمْ قَوْلَهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ وَحَمَلْتُمُوهُ عَلَى الْعِلْمِ، قُلْنَا: مَا تَأَوَّلْنَا ذٰلِكَ، وَإِنَّمَا الْآيَةُ دَلَّتْ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِكَ الْعِلْمُ، لِأَنَّهُ قَالَ فِي آخِرِهَا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝﴾.

"اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ میں تاویل کی ہے اور اسے علم پر محمول کیا ہے، تو ہم کہیں گے کہ ہم نے یہ تاویل نہیں کی، بلکہ آیت کریمہ ہی بتاتی ہے کہ یہاں مراد علم ہے، کیونکہ اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝﴾ "اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔" (الحجّة في بيان المحجّة:2/291)

⑯ مفسر کبیر، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) سورت الحدید آیت نمبر 4 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أَيْ يَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ يَسْمَعُ كَلَامَهُمْ وَسِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ، وَرُسُلُهُ أَيْضًا مَعَ ذٰلِكَ تَكْتُبُ مَا يَتَنَاجَوْنَ بِهِ مَعَ عِلْمِ اللّٰهِ بِهِ وَسَمْعِهِ لَهُ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾، ﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾، وَلِهٰذَا حَكٰى غَيْرُ وَاحِدٍ الْإِجْمَاعَ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ مَعِيَّةُ عِلْمِهِ تَعَالٰى وَلَا شَكَّ فِي إِرَادَةِ ذٰلِكَ.

''یعنی اللہ ان پر مطلع ہے، ان کی کلام، راز اور سرگوشی کو سنتا ہے، اس کے فرشتے بھی لوگوں کی سرگوشیاں لکھتے ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ ''کیا وہ جانتے نہیں اللہ ان کے رازوں اور ان کی سرگوشیوں کو جانتا ہے، وہ پوشیدہ چیزوں کو خوب جاننے والا ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ ''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور سرگوشیاں نہیں سنتے، کیوں نہیں! ہمارے فرشتے بھی ان کے پاس ان کی باتیں لکھتے ہیں۔'' یہی وجہ ہے کہ کئی علما نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت میں معیت سے مراد اللہ کا علم ہے اور اس مراد میں کوئی شک نہیں۔''(تفسیر القرآن العظیم: 42/8)

17۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ دَخَلَ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ مِنَ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ: الْإِيمَانُ بِمَا أَخْبَرَ اللّٰهُ بِهِ فِي كِتَابِهِ وَتَوَاتَرَ عَنْ رَّسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ سَلَفُ الْأُمَّةِ، مِنْ أَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ فَوْقَ سَمٰوَاتِهٖ عَلٰى عَرْشِهٖ عَلِيٌّ عَلٰى خَلْقِهٖ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ مَعَهُمْ أَيْنَمَا كَانُوا يَعْلَمُ مَا هُمْ عَامِلُونَ كَمَا جَمَعَ بَيْنَ ذٰلِكَ فِي قَوْلِهٖ: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝﴾ (الحدید: 4)

”ہم نے جو ایمان باللہ کا ذکر کیا ہے، اس میں اس چیز پر ایمان بھی داخل ہے، جو اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہے اور اس کے رسول ﷺ سے متواتر ہم تک پہنچی ہے اور سلف صالحین نے اس پر اجماع کیا ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے، وہ اپنی مخلوق سے بلند ہے، وہ جہاں بھی ہوتے ہیں، ان کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی جو وہ کرتے ہیں، اس کو جانتا ہے، جیسا کہ ان سب باتوں کو اللہ نے اپنے اس فرمان میں جمع کر دیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝﴾ (الحدید: 4)

”وہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، وہ زمین میں داخل ہونے والی، اس سے نکلنے والی، آسمان سے اترنے والی اور اس میں چڑھنے والی (سب) چیزوں کو جانتا ہے۔ جہاں بھی تم ہوتے ہو، وہ تمھارے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ تمھارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔“

(مجموع الفتاویٰ:142/3)

⑱ مفسر علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) فرماتے ہیں:

[وَهُوَ مَعَهُمْ] أَيْ بِالْعِلْمِ وَالرُّؤْيَةِ وَالسَّمْعِ، هٰذَا قَوْلُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَقَالَتِ الْجَهْمِيَّةُ وَالْقَدْرِيَّةُ وَالْمُعْتَزِلَةُ: هُوَ بِكُلِّ مَكَانٍ.

”فرمانِ باری تعالیٰ: ”اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔“ کا مطلب ہے کہ وہ علم، رؤیت اور سمع کے اعتبار سے ان کے ساتھ ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہی موقف ہے، جب کہ جہمیہ، قدریہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے۔“

(تفسیر القرطبي:379/5)

سورت حدید کی آیت نمبر 4 کو پڑھیں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی ابتدا علم سے کی اور خاتمہ بھی علم کے ساتھ کیا۔ اہل سنت والجماعت اجماعی طور پر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ علم کے اعتبار سے ہے۔ اس تفسیر پر امام ابن عبدالبر (التمهيد: 138/7)، امام ابو عمر طلمنکی (اجتماع الجیوش الاسلامیہ ابن قیم: 142)، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اجماع نقل کیا ہے۔

ائمہ اہل سنت کے خلاف اہل بدعت اپنی تفسیر کرتے ہیں، پھر بھی وہ اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں۔ عقل اور دیانت کا کیا تقاضا ہے؟ فیصلہ قارئین خود کریں!

ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت پر بات کو ختم کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا، أَئِمَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالدِّينِ مِنْ شُيُوخِ الْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ؛ فَإِنَّهُمْ أَثْبَتُوا وَآمَنُوا بِجَمِيعِ مَا جَاءَ بِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ لِّلْكَلِمِ عَنْ مَّوَاضِعِهِ؛ أَثْبَتُوا أَنَّ اللّٰهَ فَوْقَ سَمٰوَاتِهِ عَلٰى عَرْشِهِ؛ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهِ وَهُمْ بَائِنُونَ مِنْهُ، وَهُوَ أَيْضًا مَّعَ الْعِبَادِ عُمُومًا بِعِلْمِهِ وَمَعَ أَنْبِيَائِهِ وَأَوْلِيَائِهِ بِالنَّصْرِ وَالتَّأْيِيدِ وَالْكِفَايَةِ وَهُوَ أَيْضًا قَرِيبٌ مُّجِيبٌ، فَفِي آيَةِ النَّجْوٰى دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ عَالِمٌ بِهِمْ.

”امت کے اسلاف اور ائمہ کرام، یعنی علم و عبارت کے ماہرین نے کتاب وسنت میں وارد ہونے والی تمام باتوں کا بغیر تحریف کے اثبات کیا ہے اور ان پر ایمان لائے ہیں، انھوں نے اثبات کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے اور مخلوق اس سے جدا ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنے علم کے اعتبار سے عمومی طور پر سب بندوں کے ساتھ ہے اور نصرت و تائید کے اعتبار سے خصوصی طور پر اپنے انبیا اور اولیا کے ساتھ ہے۔ وہ قریب و مجیب بھی ہے۔ آیت نجویٰ (المجادلہ: 7) میں اس کی دلیل موجود ہے۔“

نیز فرماتے ہیں:

كَثِيرٌ مِّمَّنْ يَّكُونُ قَدْ وَضَعَ دِينَهٗ بِرَأْيِهِ أَوْ ذَوْقِهِ يَحْتَجُّ مِنَ الْقُرْآنِ بِمَا يَتَأَوَّلُهٗ عَلٰى غَيْرِ تَأْوِيلِهِ، وَيَجْعَلُ ذٰلِكَ حُجَّةً لَّا عُمْدَةً،

وَّعُمْدَتُهٗ فِي الْبَاطِنِ عَلٰى رَأْيِهٖ، كَالْجَهْمِيَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ فِي الصِّفَاتِ وَالْأَفْعَالِ.

''بہت سے ایسے لوگ، جو اپنا دین اپنی رائے اور ذوق کے مطابق بناتے ہیں، وہ قرآن کریم سے دلیل لیتے ہیں اور اس کی تفسیر ایسی کرتے ہیں، جو حقیقت میں اس کی تفسیر نہیں اور وہ اس تفسیر کو اپنے بڑے بڑے عقائد کی دلیل بناتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں ان کا اعتماد اپنی رائے پر ہی ہوتا ہے، جیسا کہ جہمی اور معتزلہ لوگ صفات وافعال باری تعالیٰ میں کرتے ہیں۔'' (النبوّات، ص 129)

فائدہ: اگر کوئی کہے کہ فرمان نبوی ہے:

أَنْ يَّعْلَمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مَعَهٗ حَيْثُ كَانَ.

''(ہر آدمی) جان لے کہ اللہ اس کے ساتھ ہے، وہ جہاں کہیں بھی ہو۔''

(المعجم الصّغير للطّبراني: 555، الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم: 1062/2، وسندهٗ صحيحٌ)

امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ (258ھ) فرماتے ہیں:

يُرِيدُ أَنَّ اللّٰهَ عِلْمَهٗ مُحِيطٌ بِكُلِّ مَا كَانَ وَاللّٰهُ عَلَى الْعَرْشِ.

''اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کا علم تمام اشیا کو محیط ہے اور اللہ عرش پر ہے۔''

(العلوّ للعليّ الغفّار للذّهبي: 1147/2، وسندهٗ حسنٌ)

نزول باری تعالیٰ

اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر اترتا ہے۔ یہ اترنا حقیقی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت برحق ہے، یہ عقیدہ احادیث صحیحہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ ائمہ محدثین رحمہم اللہ کی تصریحات اس پر شاہد ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، فَيَقُولُ: مَنْ يَّدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهٗ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِي، فَأُعْطِيَهٗ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِي، فَأَغْفِرَ لَهٗ؟

”ہر رات جب آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، تو ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: کون ہے، جو مجھے پکارے، میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے، جو مجھ سے مانگے، میں اس کی دست گیری کروں؟ کون ہے، جو مجھ سے معافی مانگے، میں اسے معاف کر دوں؟“

(صحيح البخاري: 1145، صحيح مسلم: 758)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَخْتَلِفْ أَهْلُ الْحَدِيثِ فِي صِحَّتِهِ.

''اس حدیث کی صحت میں محدثین کرام کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(التّمهيد لما في الموطإ من المَعاني والأسانيد:134/7)

نزولِ باری تعالیٰ کے متعلق احادیث مندرجہ ذیل صحابہ سے بھی مروی ہیں:

1. سیدنا ابو سعید اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما (صحیح مسلم:172/758)
2. سیدنا علی رضی اللہ عنہ (مسند الامام احمد:210/1، وسندہ حسن)

حافظ منذری رحمہ اللہ (الترغیب والترھیب: 165/1) اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد: 221/1) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

3. سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ (مسند الامام احمد: 81/4، مسند الدارمی: 1488، السنہ لعبد اللّٰہ بن احمد بن حنبل: 1199، وسندہ صحیح)
4. رفاعہ بن عرابہ جہنی رضی اللہ عنہ (مسند الامام احمد: 16/4، مسند الطیالسی: ص 182، النزول للدارقطنی: 68، وسندہ صحیح)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة:284/3)

5. سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (النزول للدارقطنی: 100، وسندہ صحیح)

احادیثِ نزولِ باری تعالیٰ کو درجِ ذیل ائمہ دین اور علمائے کرام رحمہم اللہ نے ''متواتر'' قرار دیا ہے:

1. حافظ ذہبی رحمہ اللہ (العلو، ص 110، 116)
2. حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (الصارم المنکی، ص 220)
3. علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (شرح حدیث النزول، ص 107)

4 حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (مختصر الصواعق:248/2)

5 حافظ سخاوی رحمہ اللہ (فتح المغیث:43/3)

6 علامہ کتانی (نظم المتناثر، ص 114-115 عن السیوطی موافقا له)

فائدہ: علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

اَلنُّزُولُ الْمَذْكُورُ فِي الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ عَلٰى قَائِلِهٖ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ الَّذِي اتَّفَقَ عَلَيْهِ الشَّيْخَانِ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ، وَاتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْحَدِيثِ عَلٰى صِحَّتِهٖ، هُوَ (إِذَا بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ) وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رِّوَايَةِ جَمَاعَةٍ كَثِيرَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ كَمَا ذَكَرْنَا قَبْلَ هٰذَا، فَهُوَ حَدِيثٌ مُّتَوَاتِرٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، وَالَّذِي لَا شَكَّ فِيهِ إِذَا بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، فَإِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَ النُّزُولَ أَيْضًا إِذَا مَضٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ، وَإِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ، فَقَوْلُهٗ حَقٌّ، وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ، وَيَكُونُ النُّزُولُ أَنْوَاعًا ثَلَاثَةً، أَلْأَوَّلُ: إِذَا مَضٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ، ثُمَّ إِذَا انْتَصَفَ وَهُوَ أَبْلَغُ، ثُمَّ إِذَا بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، وَهُوَ أَبْلَغُ الْأَنْوَاعِ الثَّلَاثَةِ.

''بخاری و مسلم کی صحیح حدیث علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام میں جس نزول کا ذکر ہے، وہ تب ہوتا ہے، جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جائے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، لہٰذا یہ حدیث

محدثین کرام ﷭ کے نزدیک متواتر ہے۔ نزول کے بارے میں رات کے آخری تہائی حصے والی بات شک وشبہ سے بالاتر ہے، اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے رات کے پہلے تہائی حصے کے گزرنے اور آدھی رات کے گزرنے کے بعد بھی نزولِ باری تعالیٰ کا ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ صادق ومصدوق ہیں، آپ کی بات حق ہے، چنانچہ نزول تین طرح کا ہے۔ ایک وہ، جو رات کے پہلے تہائی حصے کے گزرنے پر ہوتا ہے، دوسرا وہ جو آدھی رات کے گزرنے پر ہوتا ہے، یہ پہلے کی نسبت زیادہ بلیغ ہوتا ہے اور تیسرا، جو رات کے آخری تہائی حصہ کے باقی رہ جانے کے وقت ہوتا ہے، یہ سب سے زیادہ بلیغ ہے۔" (مجموع الفتاویٰ: 470/5)

شیخ الاسلام امام اسحاق بن راہویہ ؒ (238ھ) فرماتے ہیں:

جَمَعَنِي وَهٰذَا الْمُبْتَدِعَ، يَعْنِي إِبْرَاهِيمَ بْنَ أَبِي صَالِحٍ، مَجْلِسُ الْأَمِيرِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاهِرٍ، فَسَأَلَنِي الْأَمِيرُ عَنْ أَخْبَارِ النُّزُولِ، فَسَرَدتُّهَا، فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: كَفَرْتَ بِرَبٍّ يَّنْزِلُ مِنْ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ، فَقُلْتُ: آمَنْتُ بِرَبٍّ يَّفْعَلُ مَا يَشَاءُ.

"میں اور یہ بدعتی یعنی ابراہیم بن ابی صالح، امیر عبداللہ بن طاہر کی مجلس میں جمع ہوئے۔ انھوں نے مجھ سے نزولِ باری تعالیٰ کی احادیث پوچھیں۔ میں نے بیان کر دیں۔ ابراہیم کہنے لگا: میں ایسے رب کا کفر کرتا ہوں، جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف نزول کرتا ہے۔ میں نے کہا: میں اس رب پر ایمان لاتا ہوں، جو جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔"

(الأسماء والصّفات للبيهقي: 197/2، وفي نسخة: 375/2-376، ح: 951، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ (279ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَمَا يُشْبِهُ هٰذَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنَ الصِّفَاتِ وَنُزُولِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالُوا: قَدْ تَثْبُتُ الرِّوَايَاتُ فِي هٰذَا، وَيُؤْمَنُ بِهَا، وَلَا يُتَوَهَّمُ، وَلَا يُقَالُ: كَيْفَ؟ هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُمْ قَالُوا فِي هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ: أَمِرُّوهَا بِلَا كَيْفٍ، هٰكَذَا قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَأَمَّا الْجَهْمِيَّةُ فَأَنْكَرَتْ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ، وَقَالُوا: هٰذَا تَشْبِيهٌ.

”بہت سے اہل علم نے اس حدیث اور صفات باری تعالیٰ اور ہر رات اللہ تعالیٰ کے نزول وغیرہ پر مشتمل دوسری احادیث کی بابت فرمایا ہے کہ اس بارے میں وارد ہونے والی روایات کو ثابت سمجھا جائے، ان پر ایمان لایا جائے، وہم نہ کیا جائے اور ان کی کیفیت کے بارے میں سوال نہ کیا جائے۔ امام مالک بن انس، امام سفیان بن عیینہ اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ سے یہی منقول ہے کہ انھوں نے ان صفات والی احادیث کے بارے میں فرمایا: ان کو بلا کیفیت تسلیم کریں۔ علمائے اہل سنت والجماعت کا بھی یہی قول ہے۔ رہے جہمیہ حضرات، تو انھوں نے ان روایات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ (صفات الٰہی کا اثبات) تو (خالق کی مخلوق کے ساتھ) تشبیہ دینا ہے۔“

(جامع التّرمذي، تحت الحديث:662)

امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (311ھ) لکھتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ أَخْبَارٍ ثَابِتَةِ السَّنَدِ صَحِيحَةِ الْقَوَامِ، رَوَاهَا عُلَمَاءُ الْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نُزُولِ الرَّبِّ جَلَّ وَعَلَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ، نَشْهَدُ شَهَادَةَ مُقِرٍّ بِلِسَانِهٖ، مُصَدِّقٍ بِقَلْبِهٖ، مُسْتَيْقِنٍ بِمَا فِي هٰذِهِ الْأَخْبَارِ مِنْ ذِكْرِ نُزُولِ الرَّبِّ مِنْ غَيْرِ أَنْ نَصِفَ الْكَيْفِيَّةَ، لِأَنَّ نَبِيَّنَا الْمُصْطَفٰى لَمْ يَصِفْ لَنَا كَيْفِيَّةَ نُزُولِ خَالِقِنَا إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا، وَأَعْلَمَنَا أَنَّهٗ يَنْزِلُ، وَاللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا لَمْ يَتْرُكْ وَلَا نَبِيَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيَانَ مَا بِالْمُسْلِمِينَ الْحَاجَةَ إِلَيْهِ مِنْ أَمْرِ دِينِهِمْ، فَنَحْنُ قَائِلُونَ مُصَدِّقُونَ بِمَا فِي هٰذِهِ الْأَخْبَارِ مِنْ ذِكْرِ النُّزُولِ غَيْرَ مُتَكَلِّفِينَ الْقَوْلَ بِصِفَتِهٖ أَوْ بِصِفَةِ الْكَيْفِيَّةِ، إِذِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَصِفْ لَنَا كَيْفِيَّةَ النُّزُولِ.

”ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ باری تعالیٰ کے بارے میں ان احادیث کا بیان، جن کی سند ثابت ہے اور ان کی اصل صحیح ہے۔ ہم زبان کے اقرار، دل کی تصدیق اور یقین کے ساتھ ان احادیث میں موجود نزولِ باری تعالیٰ کے عقیدے کی بغیر کیفیت بیان کیے گواہی دیتے ہیں، کیوں کہ ہمارے نبی مصطفیٰ ﷺ نے ہمارے خالق کے نزول کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی، پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ نے کسی ایسی بات کی وضاحت نہیں چھوڑی، جس کی مسلمانوں کو دینی معاملات میں ضرورت تھی، چنانچہ ہم

ان احادیث میں موجود نزول باری تعالیٰ کے قائل ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں، نزول کی کیفیت بیان کرنے کا تکلف نہیں کرتے، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نزول کی کیفیت بیان نہیں کی۔" (کتاب التوحید:1/289-290)

امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ (324ھ) لکھتے ہیں:

يُصَدِّقُونَ بِالْأَحَادِيثِ الَّتِي جَاءَتْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ، كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ.

"اہل سنت اللہ کے رسول ﷺ کی ان تمام احادیث کی تصدیق کرتے ہیں، جن میں آیا ہے کہ اللہ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: ہے کوئی معافی مانگنے والا؟ جیسا کہ حدیث میں ہے۔" (مقالات الإسلاميّين:1/295)

امام ابوبکر محمد بن الحسین آجری رحمہ اللہ (360ھ) کہتے ہیں:

بَابُ الْإِيْمَانِ وَالتَّصْدِيقِ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ، الْإِيْمَانُ بِهٰذَا وَاجِبٌ، وَلَا يَسَعُ الْمُسْلِمَ الْعَاقِلَ أَنْ يَقُولَ: كَيْفَ يَنْزِلُ؟ وَلَا يَرِدُ هٰذَا إِلَّا الْمُعْتَزِلَةُ.

"اس پر ایمان وتصدیق کا بیان کہ اللہ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ کسی عاقل مسلمان کے لیے یہ کہنا روا نہیں کہ اللہ کس طرح نزول فرماتا ہے؟ اس کا انکار معتزلہ کرتے ہیں۔"

(كتاب الشّريعة:3/1126)

امام ابوسعید عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (280ھ) لکھتے ہیں:

مِمَّا يُعْتَبَرُ بِهٖ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي النُّزُولِ، وَيُحْتَجُّ بِهٖ عَلٰى مَنْ أَنْكَرَهٗ، قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (البقرة: 210)، فَالَّذِي يَقْدِرُ عَلَى النُّزُولِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ السَّمَاوَاتِ كُلِّهَا، لِيَفْصِلَ بَيْنَ عِبَادِهٖ، قَادِرٌ أَنْ يَّنْزِلَ كُلَّ لَيْلَةٍ مِّنْ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ، فَإِنْ رَدُّوا قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النُّزُولِ، فَمَا يَصْنَعُونَ بِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى.

''جن آیات سے نزولِ باری تعالیٰ کا اثبات اور مخالفین کا رد ہوتا ہے، ان میں سے ایک یہ فرمان ہے: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (البقرة: 210) ''کیا وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس اللہ اور اس کے فرشتے بادلوں کے سایوں میں ان کا فیصلہ کرنے کے لیے آ جائیں؟، اللہ جو قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے آسمانوں سے نزول فرما سکتا ہے، وہ ہر رات ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف نزول فرمانے پر بھی قادر ہے۔ اگر وہ (منکرین نزولِ باری تعالیٰ) اللہ کے رسول ﷺ کی بات کو ٹھکرا دیں گے، تو اس فرمانِ الٰہی کا کیا جواب دیں گے؟'' (الرّد على الجهمية، ص 74)

امام عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل صابونی رحمہ اللہ (449ھ) فرماتے ہیں:

يُثْبِتُ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ نُزُولَ الرَّبِّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا مِنْ غَيْرِ تَشْبِيهٍ لَّهٗ بِنُزُولِ الْمَخْلُوقِينَ، وَلَا

تَمْثِيلٍ، وَلَا تَكْيِيفٍ، بَلْ يُثْبِتُونَ مَا أَثْبَتَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَنْتَهُونَ فِيهِ إِلَيْهِ، وَيُمِرُّونَ الْخَبَرَ الصَّحِيحَ الْوَارِدَ بِذِكْرِهٖ عَلٰى ظَاهِرِهٖ، وَيَكِلُونَ عِلْمَهُ إِلَى اللّٰهِ.

''محدثین ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کے نزول کو ثابت کرتے ہیں، بغیر مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیے، بغیر مثال وکیفیت بیان کیے، بل کہ وہ ہر اس چیز کو ثابت کرتے ہیں، جسے رسول اللہ ﷺ نے ثابت کیا ہے اور اس بارے میں انھی پر اکتفا کرتے ہیں، نیز نزولِ الٰہی کے بارے میں وارد ہونے والی صحیح حدیث کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں (کوئی تاویل نہیں کرتے) اور اس (کی کیفیت وغیرہ) کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔''

(عقيدة السّلف وأصحاب الحديث، ص 40)

نیز لکھتے ہیں:

لَمَّا صَحَّ خَبَرُ النُّزُولِ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَرَّ بِهٖ أَهْلُ السُّنَّةِ، وَقَبِلُوا الْخَبَرَ، وَأَثْبَتُوا النُّزُولَ عَلٰى مَا قَالَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَعْتَقِدُوا تَشْبِيهًا لَّهُ بِنُزُولِ خَلْقِهٖ، وَلَمْ يَبْحَثُوا عَنْ كَيْفِيَّتِهٖ، إِذْ لَا سَبِيلَ إِلَيْهَا بِحَالٍ، وَعَلِمُوا، وَتَحَقَّقُوا، وَاعْتَقَدُوا أَنَّ صِفَاتِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى لَا تُشْبِهُ صِفَاتِ الْخَلْقِ، كَمَا أَنَّ ذَاتَهُ لَا تُشْبِهُ ذَوَاتِ الْخَلْقِ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُ الْمُشَبِّهَةُ، وَالْمُعَطِّلَةُ عُلُوًّا كَبِيرًا، وَلَعَنَهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا.

''جب رسول اللہ ﷺ سے نزولِ باری سے متعلق حدیث صحیح ثابت ہوگئی ہے،

تو اہل سنت نے اس کا اقرار کر لیا اور فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق نزول کا اثبات کیا، اس میں مخلوق کے ساتھ تشبیہ کا اعتقاد رکھا، نہ کیفیت کے بارے میں بحث کی ہے، کیونکہ اس کی معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں ہے۔ انھوں نے اس بات کا علم ویقین حاصل کیا اور عقیدہ بنا لیا کہ اللہ کی صفات مخلوق کی صفات سے مشابہت نہیں رکھتیں، جیسا کہ اس کی ذات مخلوق کی ذات سے مشابہت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ مشبہہ (صفات الٰہی کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے والوں) اور معطلہ (صفات الٰہی کا انکار کرنے والوں) کی باتوں سے بہت بلند ہے۔''

(عقيدة السّلف وأصحاب الحديث، ص 58)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

اَلَّذِي عَلَيْهِ جُمْهُورُ أَئِمَّةِ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ: يَنْزِلُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُصَدِّقُونَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، وَلَا يُكَيِّفُونَ، وَالْقَوْلُ فِي كَيْفِيَّةِ النُّزُولِ كَالْقَوْلِ فِي كَيْفِيَّةِ الْاِسْتِوَاءِ وَالْمَجِيءِ، وَالْحُجَّةُ فِي ذَالِكَ وَاحِدَةٌ.

''جمہور ائمہ اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نزول فرماتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے۔ اہل سنت اس حدیث کی تصدیق کرتے ہیں، لیکن کیفیت بیان نہیں کرتے۔ کیفیتِ نزول کی بابت وہی بات کی جائے گی، جو استوا علی العرش اور مجی (روز قیامت بندوں کے فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ کے آنے) والی صفات میں کی جاتی ہے (کہ ان کی کیفیت نہ ہمیں بتائی گئی ہے اور نہ ہی اس کا سوال کیا جائے گا)، اس بارے میں دلیل ایک ہی ہے۔''

(التّمهيد لما في الموطإ من المعاني والأسانيد: 143/7)

امام ابو القاسم اصبہانی رحمہ اللہ (535ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ مِذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ: الْإِيمَانُ بِجَمِيعِ مَا ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَحَدِيثِ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا.

''اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ میں نبی کریم ﷺ سے جو کچھ ثابت ہے، سب پر ایمان لایا جائے، مثلاً ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ باری تعالیٰ کی حدیث۔'' (الحجّة في بيان المحجة:2/290)

نیز لکھتے ہیں:

ذِكْرُ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ الْحَرْبِيِّ فِي كِتَابِ السُّنَّةِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُقَالَ: كَيْفَ؟ فَإِنْ قِيلَ: يَنْزِلُ أَوْ يُنْزِلُ، قِيلَ: يَنْزِلُ، بِفَتْحِ الْيَاءِ وَكَسْرِ الزَّايِ، وَمَنْ قَالَ: يُنْزِلُ، بِضَمِّ الْيَاءِ، فَقَدِ ابْتَدَعَ، وَمَنْ قَالَ: يُنْزِلُ نُورًا وَّضِيَاءً، فَهٰذَا أَيْضًا بِدْعَةٌ، وَرَدٌّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''علی بن عمر حربی رحمہ اللہ نے كِتَابُ السُّنَّةِ میں لکھا ہے کہ اللہ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اسے نبی اکرم ﷺ نے بغیر کسی کیفیت کے بیان فرمایا ہے، اگر کہا جائے کہ وہ نازل ہوتا ہے یا نازل کرتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اللہ نازل ہوتا ہے، جو کہے کہ وہ نازل کرتا ہے، بدعتی ہے اور جو کہے

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نور اور روشنی نازل کرتا ہے، تو وہ بھی بدعتی ہے اور نبی کریم ﷺ کا مخالف ہے۔"

(الحجّة في بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السّنّة 1/248-249)

امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (280ھ) لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ قَدْ جَاءَتْ كُلُّهَا وَأَكْثَرُ مِنْهَا فِي نُزُولِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ، وَعَلٰى تَصْدِيقِهَا وَالْإِيمَانِ بِهَا أَدْرَكْنَا أَهْلَ الْفِقْهِ وَالْبَصَرِ مِنْ مَشَايِخِنَا، لَا يُنْكِرُهَا مِنْهُمْ أَحَدٌ، وَلَا يَمْتَنِعُ مِنْ رِوَايَتِهَا، حَتّٰى ظَهَرَتْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ، فَعَارَضَتْ آثَارَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَدٍّ وَتَشَمَّرُوا لِدَفْعِهَا بِجَدٍّ، فَقَالُوا: كَيْفَ نُزُولُهُ هٰذَا؟ قُلْنَا: لَمْ نُكَلَّفْ مَعْرِفَةَ كَيْفِيَّةِ نُزُولِهِ فِي دِينِنَا، وَلَا تَعْقِلُهُ قُلُوبُنَا، وَلَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ مِّنْ خَلْقِهِ، فَنُشَبِّهُ مِنْهُ فِعْلًا أَوْ صِفَةً بِفَعَالِهِمْ وَصِفَتِهِمْ، وَلٰكِنْ يَّنْزِلُ بِقُدْرَتِهِ وَلُطْفِ رُبُوبِيَّتِهِ كَيْفَ يَشَاءُ، وَالْكَيْفُ مِنْهُ غَيْرُ مَعْقُولٍ، وَالْإِيمَانُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نُزُولِهِ وَاجِبٌ، وَلَا يُسْأَلُ الرَّبُّ عَمَّا يَفْعَلُ، كَيْفَ يَفْعَلُ، وَهُمْ يُسْأَلُونَ، لِأَنَّهُ الْقَادِرُ عَلٰى مَا يَشَاءُ أَنْ يَّفْعَلَهُ كَيْفَ يَشَاءُ، وَإِنَّمَا يُقَالُ لِفِعْلِ الْمَخْلُوقِ الضَّعِيفِ الَّذِي لَا قُدْرَةَ لَهٗ إِلَّا مَا أَقْدَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ كَيْفَ يَصْنَعُ بِهٖ؟ وَكَيْفَ قَدَرَ؟ وَلَوْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاسْتِوَاءِ الرَّبِّ عَلٰى عَرْشِهٖ وَارْتِفَاعِهٖ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ بَدْءًا إِذَا خَلَقَهَا كَإِيمَانِ الْمُصَلِّينَ بِهٖ لَقُلْنَا لَكُمْ: لَيْسَ

نُزُولُهُ مِنْ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ بِأَشَدَّ عَلَيْهِ وَلَا بِأَعْجَبَ مِنِ اسْتِوَائِهِ عَلَيْهَا إِذْ خَلَقَهَا بَدْءً ا، فَكَمَا قَدَرَ عَلَى الْأُولٰى مِنْهُمَا كَيْفَ يَشَاءُ، فَكَذٰلِكَ يَقْدِرُ عَلَى الْأُخْرٰى كَيْفَ يَشَاءُ، وَلَيْسَ قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نُزُولِهِ بِأَعْجَبَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (البقرة: 210)، وَمِنْ قَوْلِهِ: ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر: 22)، فَكَمَا يَقْدِرُ عَلٰى هٰذَا يَقْدِرُ عَلٰى ذَاكَ، فَهٰذَا النَّاطِقُ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَذَاكَ الْمَحْفُوظُ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخْبَارٍ لَّيْسَ عَلَيْهَا غُبَارٌ، فَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُؤْمِنِينَ لَزِمَكُمُ الْإِيمَانُ بِهَا كَمَا آمَنَ بِهَا الْمُؤْمِنُونَ، وَإِلَّا فَصَرِّحُوا كَمَا تُضْمِرُونَ، وَدَعُوْا هٰذِهِ الْأُغْلُوطَاتِ الَّتِي تَلْوُونَ بِهَا أَلْسِنَتِكُمْ، فَلَئِنْ كَانَ أَهْلُ الْجَهْلِ فِي شَكٍّ مِّنْ أَمْرِكُمْ، أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ مِنْ أَمْرِكُمْ لَعَلٰى يَقِينٍ.

’’ان مقامات پر یہ تمام احادیث اللہ کے نزول سے متعلق ہیں، ہم نے اپنے اہل فقہ و بصیرت اساتذہ کو ان کی تصدیق کرتے اور ان پر ایمان لاتے ہی دیکھا ہے۔ ان میں سے کوئی ان کا انکار کرتا تھا، نہ انھیں بیان کرنے سے گریز کرتا تھا۔ تا وقتیکہ یہ گروہ ظاہر ہو گیا۔ انھوں نے احادیث نبویہ کو رد کیا اور بنا تنگ دہل مخالفت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس نزول کی کیفیت کیا ہے؟ ہم

کہتے ہیں کہ ہمیں دین میں اس کی کیفیت جاننے کا مکلّف نہیں بنایا گیا، نہ ہی ہماری عقلیں اس کو سمجھ سکتی ہیں، نہ ہی مخلوق میں سے کوئی اس سے مشابہ ہے کہ ہم اللہ کے فعل و صفت میں ان کے افعال و صفات میں تشبیہ ہی دے سکیں، البتہ (ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ) وہ اپنی قدرت اور کمال ربوبیت سے جیسے چاہتا ہے، نزول فرماتا ہے۔ اس کی کیفیت انسانی عقل سے ماورا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر ایمان لانا واجب ہے۔ رب تعالیٰ سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیسے کرتا ہے؟ ہاں بندوں سے پوچھا جائے گا، کیوں کہ وہ جسے چاہے، جیسے چاہے کرنے پر قادر ہے۔ کیسے کرنے اور کس طرح قدرت پانے کا سوال تو اس کمزور مخلوق کے بارے میں کیا جائے گا، جس کے پاس کوئی قدرت و طاقت نہیں، سوائے اس قدرت کے، جو اللہ تعالیٰ اسے دے۔ (اے جہمی گروہ!) اگر تم مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کو پیدا کرتے وقت عرش پر مستوی ہونے اور شروع سے ہی ساتویں آسمان پر بلند ہونے پر ایمان لاتے ہو، تو ہم تم سے کہتے ہیں کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف نزول آسمانوں کو پیدا کرتے وقت عرش پر مستوی ہونے سے زیادہ مشکل اور زیادہ تعجب خیز نہیں ہے۔ جس طرح اللہ پہلے معاملہ (استوا) پر اپنی چاہت کے مطابق قادر ہو گیا، اسی طرح دوسرے معاملہ (نزول) پر اپنی چاہت کے مطابق قادر ہو گیا، رسولِ کریم ﷺ کا نزولِ باری تعالیٰ والا فرمان اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان دو فرامین سے زیادہ قابل تعجب نہیں:

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾

(البقرة: 210) ''وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ اور اس کے فرشتے بادلوں کے سایوں میں آجائیں۔'' ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر: 22) ''اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف در صف آئیں گے۔'' جس طرح اللہ ان افعال پر قادر ہے، بعینہٖ اس نزول پر بھی قادر ہے۔ اُدھر آپ اللہ کے حکم کے ساتھ بولتے ہیں اور اِدھر یہ حدیث آپ ﷺ سے ایسی سندوں کے ساتھ منقول ہے کہ جن پر کوئی اعتراض نہیں۔ جہمیو! اگر تم اللہ کے مومن بندوں میں سے ہو، تو تمھارے لیے ان احادیث پر اسی طرح ایمان لانا واجب ہے، جیسے ان پر مومن ایمان لائے ہیں، ورنہ جو (کفر) دلوں میں چھپائے پھرتے ہو، اسے ظاہر کر دو اور اپنی زبانوں کے ساتھ کی جانے والی ان باطل اور جھوٹی تاویلوں کو چھوڑ دو۔ اگر جاہل لوگ تمھارے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، تو اہل علم تو تمھارے معاملہ (گمراہی) میں یقین پر ہیں۔''

(الرّد علی الجهمية، ص93-94)

نیز فرماتے ہیں:

اِدَّعَى الْمُعَارِضُ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَنْزِلُ بِنَفْسِهٖ، إِنَّمَا يُنْزِلُ أَمْرَهٗ وَرَحْمَتَهٗ، وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ، وَبِكُلِّ مَكَانٍ مِّنْ غَيْرِ زَوَالٍ، لِّأَنَّهُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ، وَالْقَيُّومُ بِزَعْمِهٖ مَنْ لَّا يَزُولُ، فَيُقَالُ لِهٰذَا الْمُعَارِضِ: وَهٰذَا أَيْضًا مِّنْ حُجَجِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَمَنْ لَّيْسَ عِنْدَهٗ بَيَانٌ، وَلَا مَذْهَبَهٗ بُرْهَانٌ، لِأَنَّ أَمْرَ اللّٰهِ وَرَحْمَتَهٗ يَنْزِلُ فِي كُلِّ سَاعَةٍ وَّوَقْتٍ وَأَوَانٍ، فَمَا بَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُدُّ لِنُزُولِهِ اللَّيْلَ دُونَ

النَّهَارِ؟ وَبِوَقْتٍ مِّنَ اللَّيْلِ شَطْرِهِ أَوِ الْأَسْحَارِ، أَفَأَمْرُهُ وَرَحْمَتُهُ يَدْعُوَانِ الْعِبَادَ إِلَى الْإِسْتِغْفَارِ، أَوْ يُقَدِّرُ الْأَمْرُ والرَّحْمَةُ أَنْ يَّتَكَلَّمَا دُونَهُ، فَيَقُولَا: هَلْ مِنْ دَاعٍ، فَأُجِيبَ؟ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ، فَأَغْفِرَ لَهُ؟ هَلْ مِنْ سَائِلٍ، فَأُعْطِيَهُ؟ فَإِنْ قَرَّرْتَ مَذْهَبَكَ لَزِمَكَ أَنْ تَدَّعِيَ أَنَّ الرَّحْمَةَ وَالْأَمْرَ هُمَا اللَّذَانِ يَدْعُوَانِ إِلَى الْإِجَابَةِ وَالْإِسْتِغْفَارِ بِكَلَامِهِمَا دُونَ اللّٰهِ؟ وَهٰذَا مَحَالٌ عِنْدَ السُّفَهَاءِ، فَكَيْفَ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ؟ قَدْ عَلِمْتُمْ ذٰلِكَ، وَلٰكِنْ تَكَابَرُونَ، وَمَا بَالُ رَحْمَتِهِ وَأَمْرِهِ يَنْزِلَانِ مِنْ عِنْدِهِ شَطْرَ اللَّيْلِ، ثُمَّ لَا يَمْكُثَانِ إِلَّا إِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَرْفَعَانِ، لِأَنَّ رِفَاعَةَ يَرْوِيهِ، يَقُولُ فِي حَدِيثِهِ: حَتّٰى يَنْفَجِرُ الْفَجْرُ، قَدْ عَلِمْتُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنَّ هٰذَا التَّأْوِيلَ أَبطلُ بَاطِلٍ، لَا يَقْبَلُهُ إِلَّا كُلُّ جَاهِلٍ.

”مخالف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود نزول نہیں فرماتا، بل کہ وہ خود عرش پر اور ہر جگہ رہتے ہوئے، بغیر اپنی جگہ چھوڑے اپنا حکم اور رحمت نازل فرماتا ہے، کیوں کہ وہ زندہ اور قیوم ہے۔ اس کے خیال میں قیوم وہ ہوتا ہے، جو اپنی جگہ نہ چھوڑے۔ اس مخالف کو کہا جائے گا کہ یہ بھی زنانہ و بچگانہ دلیل ہے، نیز یہ اس کی دلیل ہے، جسے بات کرنی نہ آتی ہو اور نہ ہی اس کا مذہب میں دلیل کی کوئی حیثیت ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی رحمت تو ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہے، پھر کیا بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس کے نزول

کو دن کی بجائے رات کے ساتھ خاص فرما رہے ہیں، نیز رات کا بھی نصف یا سحری کا وقت اس کے لیے مخصوص کر رہے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا امر لوگوں کو استغفار کا حکم دیتے ہیں اور کیا وہ دونوں چیزیں ذاتِ الٰہی کے بغیر بولنے کی طاقت رکھتی ہیں کہ وہ کہیں: کیا کوئی پکارنے والا ہے، میں اس کی پکار قبول کروں؟ کیا کوئی معافی کا طلب گار ہے کہ میں اسے معاف کر دوں؟ کیا کوئی سوالی ہے کہ میں اسے عطا کروں؟ اپنے مذہب پر ثابت رہنے کے لیے یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ امر اور رحمت دونوں بول کر اجابت اور استغفار کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ یہ بات کرنا تو بیوقوفوں کے حق میں بھی ناممکن ہے، چہ جائیکہ عقل مند ایسی بات کریں؟ تم اس بات سے بخوبی آشنا ہو، لیکن تکبر کا شکار ہو چکے ہو۔ یہ کیا ہے کہ اس کا امر اور اس کی رحمت رات کے ایک حصے میں اترتے ہیں، پھر صرف فجر طلوع ہونے تک ٹھہر کر اٹھا لیے جاتے ہیں؟ اس حدیث کے راوی سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نزول کا یہ معاملہ طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔ اللہ کی توفیق سے آپ نے جان ہی لیا ہوگا کہ یہ تاویل ابطل الاباطیل ہے، اسے جاہل ہی قبول کر سکتا ہے۔''

(الرّد علی المریسي، ص51-52)

امام ابو عمرو، احمد بن محمد بن عبد اللہ، طلمنکی رحمہ اللہ (429ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا، عَلٰى مَا أَتَتْ بِهِ الْآثَارُ، كَيْفَ شَاءَ، لَا يَحُدُّونَ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا.

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا

ہے، جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔ یہ نزول اسی طرح ہے، جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، مسلمان اس بارے میں کسی (کیفیت کی) تعیین نہیں کرتے۔‘‘

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة:5/577)

جدید جہمیہ اللہ کے شایانِ شان نزول کا انکار کرتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ اللہ خصوصی رحمت بھیجتا ہے یا حکم نازل فرماتا ہے یا فرشتہ بھیجتا ہے یا نزولِ اجلال کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہ تاویل قرآن، حدیث، اجماعِ امت اور ائمہ محدثین وسلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف ہے، لہٰذا نا قابل التفات ہے۔

تنبیہ: اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جب نزول فرماتے ہیں، تو کیا اس وقت عرش خالی ہو جاتا ہے؟ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ یہ سوال بدعت ہے۔ اس نزول کی کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جس کے متعلق شریعت خاموش ہے، ہم بھی خاموش رہیں گے، صحابہ اور محدثین اس پر سکوت کرتے ہیں، ہم بھی سکوت کرتے ہیں۔ وللہ الحمد!

فائدہ: احادیث نزولِ باری تعالیٰ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ عرش پر بلند ہے، ہر جگہ موجود نہیں، امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ، كَمَا قَالَ الْجَمَاعَةُ، وَهُوَ مِنْ حُجَّتِهِمْ عَلَى الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ فِي قَوْلِهِمْ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَلَيْسَ عَلَى الْعَرْشِ.

’’نزولِ باری تعالیٰ کے بارے میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ دلیل ہے کہ اللہ

عزوجل ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر بلند ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اس کے برعکس معتزلہ اور جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، عرش پر بلند نہیں ہے، یہ حدیث اہل سنت کی ان کے خلاف (زبردست) دلیل ہے۔'' (التّمهيد: 129/7)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

عَلٰى هٰذَا أَهْلُ الْحَقِّ.

''اہل حق کا یہی عقیدہ ہے (کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے، ہر جگہ نہیں)۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد: 80/22)

یعنی جو اللہ تعالیٰ کو عرش کی بجائے ہر جگہ مانتا ہے، وہ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ، بلکہ تمام محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک حق پر نہیں ہے۔ والحمد للہ علی ذلک!

الحاصل

نزولِ باری تعالیٰ صفات باری تعالیٰ میں سے ایک صفت فعلیہ ہے اور یہ نزول حقیقی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے۔

حسین بن منصور حلاج

حسین بن منصور حلاج (309ھ) زندیق اور حلولی تھا۔ اس کے کفر و الحاد پر علمائے حق کا اجماع و اتفاق ہے۔ اس کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ اللہ ہر چیز میں حلول کر گئے ہیں۔ یہ عقیدۂ وحدۃ الوجود کا بانی تھا۔ اس کے کفر و الحاد کی وجہ سے علما نے اس کا خون جائز قرار دیا تھا اور اسے قتل کر دیا گیا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) لکھتے ہیں:

لَا أَرٰی یَتَعَصَّبُ لِلْحَلَّاجِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِقَوْلِهِ الَّذِي ذُکَرَ أَنَّهٗ عَیَّنَ الْجَمْعَ، فَهٰذَا هُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْوَحْدَةِ الْمُطْلَقَةِ، وَلِهٰذَا تَرَی ابْنَ عَرَبِيٍّ صَاحِبَ «الْفُصُوصِ» یُعَظِّمُهٗ وَیَقَعُ فِي الْجَنِیدِ.

''میں حلاج کے حق میں اسی شخص کو تعصب رکھتے دیکھتا ہوں، جو اسی کے جیسا عقیدہ رکھتا ہے۔اس سے ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے (خالق ومخلوق کے درمیان) جمع کو لازم کیا تھا۔ یہی وحدتِ مطلقہ (وحدت الوجود) والوں کا عقیدہ ہے۔اسی لیے آپ ''الفصوص'' کے مصنف ابن عربی کو دیکھیں گے کہ وہ اس کی تعظیم کرتا ہے اور جنید کی گستاخی کرتا ہے۔'' (لسان المیزان: 315/2)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) لکھتے ہیں:

اِتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْعَصْرِ عَلٰی إِبَاحَةِ دَمِ الْحَلَّاجِ.

''اس زمانہ کے تمام علما حلاج کے خون کے مباح ہونے پر متفق ہو گئے تھے۔''

(تلبیس إبلیس:154/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (773ھ) لکھتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ عُلَمَاءُ بَغْدَادَ عَلٰی كُفْرِ الْحَلَّاجِ وَزَنْدَقَتِهٖ، وَأَجْمَعُوا عَلٰی قَتْلِهٖ وَصُلْبِهٖ، وَكَانَ عُلَمَاءُ بَغْدَادَ إِذْ ذَاكَ هُمْ عُلَمَاءُ الدُّنْيَا.

''بغداد کے علما حلاج کے کافر و زندیق ہونے پر متفق ہو گئے تھے اور انھوں نے اسے قتل کرنے اور سولی پر لٹکانے پر اجماع کر لیا تھا اور اس وقت علمائے بغداد ہی دنیا کے (کبار) علما شمار ہوتے تھے۔'' (البداية والنّهاية:832/14، هجر)

ابو حامد علامہ غزالی رحمہ اللہ (505ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا الشَّطْحُ، فَنَعْنِي بِهٖ صِنْفَيْنِ مِنَ الْكَلَامِ أَحْدَثَهٗ بَعْضُ الصُّوفِيَّةِ، أَحَدُهُمَا الدَّعَاوِي الطَّوِيلَةُ الْعَرِيضَةُ فِي الْعِشْقِ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْوِصَالِ الْمُغْنِي عَنِ الْأَعْمَالِ الظَّاهِرَةِ حَتّٰی يَنْتَهِيَ قَوْمٌ إِلٰی دَعْوَى الْإِتِّحَادِ وَارْتِفَاعِ الْحِجَابِ وَالْمُشَاهَدَةِ بِالرُّؤْيَةِ وَالْمُشَافَهَةِ بِالْخِطَابِ، فَيَقُولُونَ: قِيلَ لَنَا كَذَا وَقُلْنَا كَذَا، وَيَتَشَبَّهُونَ فِيهِ بِالْحُسَيْنِ بْنِ مَنْصُورٍ الْحَلَّاجِ الَّذِي صُلِبَ لِأَجْلِ إِطْلَاقِهٖ كَلِمَاتٍ مِّنْ هٰذَا الْجِنْسِ، وَيَسْتَشْهِدُونَ بِقَوْلِهٖ: أَنَا الْحَقُّ، وَبِمَا حُكِيَ عَنْ أَبِي يَزِيدَ الْبَسْطَامِيِّ أَنَّهٗ قَالَ: سُبْحَانِي، سُبْحَانِي، وَهٰذَا فَنٌّ مِّنَ

الْكَلَامِ عَظِيمٌ ضَرَرُهُ فِي الْعَوَّامِّ حَتّٰى تَرَكَ جَمَاعَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْفَلَاحَةِ فَلَاحَتَهُمْ وَأَظْهَرُوا مِثْلَ هٰذِهِ الدَّعَاوِي، فَإِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ يَسْتَلَذُّهُ الطَّبْعُ إِذْ فِيهِ الْبَطَالَةُ مِنَ الْأَعْمَالِ مَعَ تَزْكِيَةِ النَّفْسِ بِدَرْكِ الْمُقَامَاتِ وَالْأَحْوَالِ، فَلَا تَعْجِزُ الْأَغْنِيَاءُ عَنْ دَعْوٰى ذٰلِكَ لِأَنْفُسِهِمْ وَلَا عَنْ تَلَقُّفِ كَلِمَاتٍ مُخْبِطَةٍ مُزَخْرِفَةٍ، وَمَهْمَا أُنْكِرَ عَلَيْهِمْ ذٰلِكَ لَمْ يَعْجِزُوا عَنْ أَنْ يَّقُولُوا هٰذَا إِنْكَارٌ مَصْدِرُهُ الْعِلْمُ وَالْجِدَالُ، وَالْعِلْمُ حِجَابٌ، وَّالْجَدَلُ عَمَلُ النَّفْسِ، وَهٰذَا الْحَدِيثُ لَا يَلُوحُ إِلَّا مِنَ الْبَاطِنِ بِمُكَاشَفَةِ نُورِ الْحَقِّ، فَهٰذَا وَمِثْلُهُ مِمَّا قَدِ اسْتَطَارَ فِي الْبِلَادِ شَرَرُهُ وَعَظُمَ فِي الْعَوَّامِّ ضَرَرُهُ، حَتّٰى مَنْ نَطَقَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ، فَقَتْلُهُ أَفْضَلُ فِي دِينِ اللّٰهِ مِنْ إِحْيَاءِ عَشْرَةٍ.

''شطح سے مراد ہم دو طرح کا علم کلام لیتے ہیں، جسے بعض صوفیا نے گھڑا ہے۔ ان میں سے ایک تو اللہ کے ساتھ عشق اور اس وصال کے بلند بانگ دعوی ہے، جو ظاہری اعمال (نماز، روزہ وغیرہ) سے مستغنی کر دیتا ہے، حتی کہ کئی لوگ اتحاد (وحدت الوجود)، (خالق و مخلوق کے درمیان) پردے اٹھ جانے، اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور بلاواسطہ کلام کے دعوؤں تک پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یوں کہا گیا اور ہم نے یوں کہا۔ اس بارے میں وہ حسین بن منصور حلاج سے مشابہت کرتے ہیں، جسے اس جیسی باتیں کرنے کی وجہ سے سولی پر لٹکا دیا گیا تھا اور وہ دلیل میں اسی

منصور کا أَنَا الْحَقُّ ''میں ہی اللہ ہوں۔'' والا قول پیش کرتے ہیں، اسی طرح ابو یزید بسطامی کا وہ قول بھی اپنی دلیل بناتے ہیں کہ اس نے کہا: سُبْحَانِي سُبْحَانِي ''میں پاک ہوں، میں پاک ہوں۔'' علم کلام کی یہ قسم لوگوں میں بہت نقصان دہ ثابت ہوئی ہے، یہاں تک کہ فلاح کی راہ پر چلنے والے لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے اپنی راہِ فلاح چھوڑ دی اور اس طرح کے دعاوی شروع کر دیے، وجہ یہ ہے کہ علمِ کلام کی اس قسم کو طبیعت بہت پسند کرتی ہے، کیونکہ اس میں اعمال کو چھوڑنے کے باوجود مقامات واحوال کے ساتھ تزکیہ نفس (کا دعویٰ) موجود ہے۔ ان بد دماغ لوگوں کو اپنے لیے اس طرح کے دعاوی کرنے سے اور بے وقوفی پر مبنی چکنے چپڑے کلمات کہنے سے آپ نہیں روک سکتے۔ جب بھی ان پر اس بات کا اعتراض کیا گیا، تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اس انکار کا مبدا علم وجدال ہے، علم پردہ ہے اور جدال عمل نفس ہے اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے نور کے مکاشفہ کے ذریعے باطن سے نکلتی ہیں۔ یہ اور اس طرح کی دیگر خرافات کا شر علاقوں میں پھیل گیا ہے اور عوام میں ان کا نقصان بہت بڑھ گیا ہے، یہاں تک کہ جو اس طرح کی بکواس کرے، اسے قتل کرنا دینِ اسلام میں دس افراد کی جان بچانے سے بہتر ہے۔'' (إحياء علوم الدّين: 36/1)

نیز لکھتے ہیں:

مِنْ هُنَا نَشَأَ خَيَالُ مَنِ ادَّعَى الْحُلُولَ وَالِاتِّحَادَ وَقَالَ: أَنَا الْحَقُّ، وَحَوْلَهُ يُدَنْدِنُ كَلَامُ النَّصَارٰى فِي دَعْوَى اتِّحَادِ اللَّاهُوتِ وَالنَّاسُوتِ أَوْ تَدَرُّعِهَا بِهَا أَوْ حُلُولِهَا فِيهَا عَلٰى مَا اخْتَلَفَ فِيهِمْ

عِبَارَتُهُمْ، وَهُوَ غَلَطٌ مَّحْضٌ.

”یہاں سے اس شخص کا خیال جنم لیتا ہے، جو حلول واتحاد کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ لاہوت کے ناسوت میں متحد ہو جانے یا اس میں چھپ جانے یا اس میں حلول کر جانے کے بارے میں نصاریٰ کی کلام بھی اسی کے لگ بھگ ہے، اگرچہ اس بارے میں ان کی عبارات مختلف ہیں۔ یہ عقیدہ سراسر غلط ہے۔“ (إحياء علوم الدّين:292/2)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) لکھتے ہیں:

تَدبَّرْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ، نَحْلَةُ الْحَلَّاجِ الَّذِي هُوَ مِنْ رُؤُوسِ الْقَرَامِطَةِ، وَدُعَاةِ الزَّنْدِقَةِ، وَأَنْصِفْ، وَتَوَرَّعْ، وَاتَّقِ ذٰلِكَ، وَحَاسِبْ نَفْسَكَ، فَإِنْ تَبَرْهَنَ لَكَ أَنَّ شَمَائِلَ هٰذَا الْمَرْءِ شَمَائِلُ عَدُوٍّ لِّلْإِسْلَامِ، مُحِبٍّ لِّلرِّئَاسَةِ، حَرِيصٍ عَلَى الظُّهُورِ بِبَاطِلٍ وَّبِحَقٍّ، فَتَبَرَّأْ مِنْ نَحْلَتِهٖ، وَإِنْ تَبَرْهَنَ لَكَ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ أَنَّهٗ كَانَ، وَالْحَالَةُ هٰذِهٖ. مُحِقًّا، هَادِيًا، مَّهْدِيًّا، فَجَدِّدْ إِسْلَامَكَ، وَاسْتَغِثْ بِرَبِّكَ أَنْ يُّوَفِّقَكَ لِلْحَقِّ، وَأَنْ يُّثَبِّتَ قَلْبَكَ عَلٰى دِينِهٖ، فَإِنَّمَا الْهُدٰى نُورٌ يَّقْذِفُهُ اللّٰهُ فِي قَلْبِ عَبْدِهِ الْمُسْلِمِ، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

”اللہ کے بندے! آپ حلاج کے مذہب پر غور کریں، جو کہ قرامطہ (غالی اور خطرناک قسم کے رافضی لوگوں) کا ایک سردار اور الحاد و بے دینی کا زبردست داعی تھا۔ آپ انصاف وغیر جانبداری سے کام لیں، اس سے بچ جائیں اور

اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔ اگر واضح ہو جائے کہ اس شخص کے خصائل اسلام دشمن، حکومت پسند اور باطل وحق کے اختلاط کے ساتھ غلبہ حاصل کرنے کے خواہش مند شخص کے خصائل ہیں، تو فوراً اس کے مذہب سے دستبردار ہو جائیے! اور اللہ نہ کرے، اگر اس صورت حال کے باوجود آپ کو وہ حق بجانب، ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ نظر آئے، تو تجدید اسلام کیجیے اور اپنے ربّ سے مدد مانگیے کہ وہ آپ کو حق کی توفیق دے اور آپ کے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھے، کیونکہ ہدایت تو ایک نور ہے، جسے اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندے کے دل میں جاگزیں کر دیتا ہے۔ گمراہی سے بچنے اور حق کو پانے کی قوت وطاقت صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔'' (سیر أعلام النّبلاء: 345/14)

اس عقیدہ کا دفاع

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''جیسے شجرۂ طور بلا اختیار کلمہ إِنِّي أَنَا اللّٰهُ کا مظہر تصرفِ حق سے ہو گیا، اسی طرح منصور بھی بلا اختیار کلمہ أَنَا الْحَقُّ کا مظہر تصرفِ حق سے ہو گیا۔''

(بوادر النوادر، ص 398)

نیز لکھتے ہیں:

''دوسرے معنی محتمل یہ ہے کہ میں نے یہ راز ظاہر نہیں کیا، خود محبوب ہی نے ظاہر کیا، یعنی أَنَا الْحَقُّ کے ساتھ وہی متکلم ہیں، جیسا شجرۂ طور سے کلامِ حق إِنِّي أَنَا اللّٰهُ کا ظہور ہوا۔'' (اشعار الغیور بما فی اشعار ابن منصور، ص 143)

مزید لکھتے ہیں:

''اسی ظہور کے ایک درجہ کو تجلی بھی کہتے ہیں، جیسے شجرۂ طور میں بھی تجلی تھی۔ اگر کسی انسانِ کامل میں کلام کی تجلی ہو جائے، تو بُعد کیا ہے؟'' (ایضا، ص 147)

نیز کہتے ہیں:

''شجرہ موسیٰ علیہ السلام سے أَنَا الْحَقُّ کی آواز آئی، تو اس پر کسی نے انکار نہیں کیا اور حضرت منصور پر انکار کیا؟'' (الکلام الحسن، حصہ دوئم، ص 61)

آپ نے سورت قصص کی آیت نمبر 30 کا ترجمہ کیا ہے:

''اس مبارک مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں اللہ رب العالمین ہوں۔''

تھانوی صاحب کے استاذ جناب محمد یعقوب نانوتوی صاحب کہتے ہیں:

''یہی غلبہ تو شجرہ طور پر ہو گیا تھا، جو مظہر ہو گیا إِنِّي أَنَا اللّٰهُ کا۔''

(معارف الاکابر از محمد اقبال قریشی، ص 373)

مولانا ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں:

''ایک تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت ابن منصور کی زبان کلامِ حق کی ترجمان تھی۔ ان کی زبان سے اسی طرح أَنَا الْحَقُّ نکلا تھا، جیسا کہ شجرۂ موسیٰ سے إِنِّي أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ کی آواز آئی تھی۔ ظاہر ہے کہ درخت نے اپنے کو اللہ رب العالمین نہیں کہا تھا، بلکہ اس وقت وہ کلامِ الٰہی کا ترجمان تھا۔ اسی طرح ابن منصور کے متعلق بھی خیال کیا جا سکتا ہے اور غلبۂ حالات وواردات میں بارہا ایسا ہوتا ہے کہ عارف کی زبان سے اللہ تعالیٰ تکلم فرماتے ہیں، جس کو سالکین اصحابِ حال سمجھ سکتے ہیں۔ پس یہ تو مسلم ہو سکتا ہے کہ

ابن منصور کی زبان سے أَنَا الْحَقّ نکلا ہو، مگر یہ مسلم نہیں کہ ابن منصور نے خود أَنَا الْحَقّ کہا تھا۔'' (سیرت منصور حلاج، ص 50)

مولانا انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

إِنَّهُ إِذَا صَحَّ لِلشَّجَرَةِ أَنْ يُنَادٰى (يُنَافٰى) فِيهَا بِـ ﴿إِنِّيٓ أَنَا اللّٰهُ﴾، فَمَا بَالُ الْمُتَقَرِّبِ بِالنَّوَافِلِ أَنْ لَّا يَكُونَ اللّٰهُ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ كَيْفَ وَأَنَّ ابْنَ آدَمَ الَّذِي خُلِقَ عَلٰى صُورَةِ الرَّحْمٰنِ لَيْسَ بِأَدْوَنَ مِنْ شَجَرَةِ مُوسٰى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

''جب درخت میں ﴿إِنِّيٓ أَنَا اللّٰهُ﴾ ''میں ہی اللہ ہوں۔'' کے الفاظ کے ساتھ ندا لگائی جا سکتی ہے، تو نوافل کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنے والے شخص کے متعلق ایسا کیونکر نہیں ہوسکتا کہ اللہ اس کا کان اور آنکھ بن جائے، کیونکہ ابن آدم، جس کی تخلیق رحمٰن کی صورت کے مطابق ہوئی ہے، موسیٰ علیہ السلام کے درخت سے حقیر نہیں ہے!'' (فيض الباري على صحيح البخاري: 429/4)

اس پر اتنا ہی کہوں گا کہ اہل سنت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ اس کی تاویل سے کہیں بہتر تھا کہ سلف امت کی راہ اپنا لی جاتی۔

1. امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (324ھ) لکھتے ہیں:

زَعَمَتِ الْجَهْمِيَّةُ كَمَا زَعَمَتِ النَّصَارٰى أَنَّ كَلِمَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَوَاهَا بَطْنُ مَرْيَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَزَادَتِ الْجَهْمِيَّةُ عَلَيْهِمْ، فَزَعَمَتْ أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ مَخْلُوقٌ حَلَّ فِي شَجَرَةٍ، وَكَانَتِ الشَّجَرَةُ حَاوِيَةً لَّهُ، فَلَزِمَهُمْ أَنْ تَكُونَ الشَّجَرَةُ بِذٰلِكَ الْكَلَامِ مُتَكَلِّمَةً،

وَوَجَبَ عَلَيْهِمْ أَنَّ مُخْلُوقًا مِّنَ الْمُخْلُوقِينَ كَلَّمَ مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ الشَّجَرَةَ قَالَتْ: يَا مُوسٰى إِنِّي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي، فَلَوْ كَانَ كَلَامُ اللّٰهِ مَخْلُوقًا فِي شَجَرَةٍ لَّكَانَ الْمَخْلُوقُ قَالَ: يَا مُوسٰى إِنِّي أَنَا اللّٰهُ أَنَا فَاعْبُدْنِي، وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○﴾، وَكَلَامُ اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَّكُونَ كَلَامُهُ الَّذِي هُوَ مِنْهُ مَخْلُوقًا فِي شَجَرَةٍ مَّخْلُوقَةٍ، كَمَا لَا يَجُوزُ أَنْ يَّكُونَ عِلْمُهُ الَّذِي هُوَ مِنْهُ مَخْلُوقًا فِي غَيْرِهٖ، تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا.

''نصاریٰ کی طرح جہمیہ نے بھی خیال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو مریم علیہا السلام نے اپنے پیٹ میں سمولیا تھا۔ جہمی لوگوں نے اس سے بڑھ کر یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی کلام مخلوق تھی، جو کہ ایک درخت میں داخل ہوگئی تھی اور اس درخت نے اس کلام کو اپنے اندر سمولیا تھا۔ اس طرح جہمی لوگوں پر یہ کہنا لازم آتا ہے کہ درخت ہی اس کلام کے ساتھ متکلم تھا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ایک مخلوق نے ہی کلام کی تھی اور درخت ہی نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! میں ہی الٰہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، چنانچہ میری ہی عبادت کرو۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی کلام درخت میں پیدا کردی گئی تھی، تو پھر مخلوق نے ہی موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○﴾ ''لیکن میری بات ثابت ہوگئی ہے کہ میں

جہنم کو انسانوں اور جنوں سے بھر دوں گا۔" کلام اللہ، اللہ تعالیٰ ہی سے ہے، چنانچہ یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ کلام جو اللہ کی طرف سے تھی، وہ ایک مخلوق درخت میں پیدا کر دی گئی تھی، جیسا کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وہ علم، جو اسی سے ہے، وہ کسی غیر میں پیدا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان خرافات سے بہت بلند ہے۔" (الإبانة عن أصول الدّيانة، ص 68)

نیز لکھتے ہیں:

قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ﴾، فَلَوْ كَانَ كَلَامُ اللّٰهِ لَا يُوجَدُ إِلَّا مَخْلُوقًا فِي شَيْءٍ مَّخْلُوقٍ لَّمْ يَكُنْ لِاشْتِرَاطِ هٰذِهِ الْوُجُوهِ مَعْنًى، لِأَنَّ الْكَلَامَ قَدْ سَمِعَهُ جَمِيعُ الْخَلْقِ وَوَجَدُوهُ ـ بِزَعْمِ الْجَهْمِيَّةِ ـ مَخْلُوقًا فِي غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالىٰ، وَهٰذَا يُوجِبُ إِسْقَاطَ مَرْتَبَةِ النَّبِيِّينَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ.

وَيَجِبُ عَلَيْهِمْ إِذَا زَعَمُوا أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ لِمُوسٰى خَلَقَهُ فِي شَجَرَةٍ أَنْ يَّكُونَ مَنْ سَمِعَ كَلَامَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ مَلَكٍ أَوْ مِنْ نَبِيٍّ أَتٰى بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ أَفْضَلَ مَرْتَبَةٍ مِّنْ سَمَاعِ الْكَلَامِ مِنْ مُّوسٰى، لِأَنَّهُمْ سَمِعُوهُ مِنْ نَبِيٍّ، وَلَمْ يَسْمَعْهُ مُوسٰى مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ شَجَرَةٍ، وَأَنْ يَزْعَمُوا أَنَّ الْيَهُودِيَّ إِذَا سَمِعَ كَلَامَ اللّٰهِ مِنَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَفْضَلَ مَرْتَبَةٍ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى مِنْ

مُوسٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّ الْيَهُودِيَّ سَمِعَهٗ مِنْ نَبِيٍّ مِّنْ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ، وَمُوسٰی سَمِعَهٗ مَخْلُوقًا فِي شَجَرَةٍ، وَلَوْ كَانَ مَخْلُوقًا فِي شَجَرَةٍ لَّمْ يَكُنْ مُّكَلِّمًا لِّمُوسٰی مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ، لِأَنَّ مَنْ حَضَرَ الشَّجَرَةَ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ قَدْ سَمِعُوا الْكَلَامَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ، وَكَانَ سَبِيلُ مُوسٰی وَغَيْرِهٖ فِي ذٰلِكَ سَوَاءً فِي أَنَّهٗ لَيْسَ كَلَامُ اللّٰهِ لَهٗ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ.

ثُمَّ يُقَالُ لَهُمْ: إِذَا زَعَمْتُمْ أَنَّ مَعْنٰی أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ كَلَّمَ مُوسٰی: أَنَّهٗ خَلَقَ كَلَامًا كَلَّمَهٗ بِهٖ فِي الشَّجَرَةِ، وَقَدْ خَلَقَ اللّٰهُ عِنْدَكُمْ فِي الذِّرَاعِ كَلَامًا، لِأَنَّ الذِّرَاعَ قَالَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَأْكُلْنِي، فَإِنِّي مَسْمُومَةٌ، فَيَلْزَمُكُمْ أَنَّ ذٰلِكَ الْكَلَامَ الَّذِي سَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰی.

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ﴾ ''کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے، مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے، پھر اس کی طرف اپنے اذن سے جو چاہے وحی کرے۔'' اگر اللہ تعالیٰ کی کلام کسی مخلوق میں ہی پیدا کی ہوئی پائی جاتی، تو ان قیود کے ساتھ مشروط کرنے کا کوئی معنی باقی نہیں رہتا، کیونکہ جہمی لوگوں کے بقول اسے بسا اوقات ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ذات میں پیدا

شدہ حالت میں سن لیتی ہیں۔ اس عقیدے سے انبیائے کرام کے مقام ومرتبہ میں تنقیص لازم آتی ہے۔

جب جہمی لوگ یہ دعویٰ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی تھی، اسے ایک درخت میں پیدا کیا تھا، تب ان پر لازم آئے گا کہ جن لوگوں نے اس کلام کو کسی فرشتے یا ایلچی سے سنا ہو، جو اسے اللہ کے پاس سے لے کر آیا تھا، وہ کلام سننے کے اعتبار سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہوں، کیونکہ ان لوگوں نے اسے کسی نبی سے سنا ہوگا، لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اسے اللہ عزوجل سے نہیں سنا، بلکہ ایک درخت سے سنا تھا، نیز ان جہمیہ پر یہ دعویٰ بھی لازم آتا ہے کہ ایک یہودی جب اللہ تعالیٰ کی کلام کو اپنے نبی علیہ السلام سے سنے، تو وہ اس کام میں موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہوگا، کیونکہ یہودی نے اسے اللہ کی کسی نبی سے سنا ہوگا اور موسیٰ علیہ السلام نے اسے ایک درخت میں مخلوق ہونے کی صورت میں سنا ہوگا۔ اگر اللہ کی کلام درخت میں پیدا کر دی گئی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے پھر موسیٰ علیہ السلام سے پردے کے پیچھے سے کلام نہیں کی، کیونکہ جو بھی جن یا انسان اس جگہ حاضر ہوگا، اس نے اسی جگہ سے کلام کو سنا ہوگا۔ یوں موسیٰ علیہ السلام اور ان کے غیر کا ذریعہ ایک ہی ہوگا کہ انھوں نے کلام کو پردے کے پیچھے سے نہیں سنا۔

پھر ان جہمیوں سے کہا جائے گا کہ جب تمھارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کلام کو درخت میں پیدا کیا، پھر اس کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی، تو پھر اللہ تعالیٰ نے شانے کے گوشت میں بھی کلام پیدا کی ہے، کیونکہ شانے کے گوشت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے کہا تھا کہ مجھے نہ کھائیں، کیونکہ میں زہر آلود ہوں۔ چنانچہ تمھارے نزدیک یہ لازم آئے گا کہ جو کلام نبی اکرم ﷺ نے سنی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی کلام تھی۔"

(الإبانة عن أصول الدّيانة، ص 109)

2. امام آجری رحمہ اللہ (360ھ) لکھتے ہیں:

إِنْ قَالَ مِنْهُمْ قَائِلٌ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ كَلَامًا فِي الشَّجَرَةِ، فَكَلَّمَ بِهٖ مُوسٰى قِيلَ لَهٗ: هٰذَا هُوَ الْكُفْرُ، لِأَنَّهٗ يَزْعُمُ أَنَّ الْكَلَامَ مَخْلُوقٌ، تَعَالَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ ذٰلِكَ وَيَزْعُمُ أَنَّ مَخْلُوقًا يَدَّعِي الرُّبُوبِيَّةَ، وَهٰذَا مِنْ أَقْبَحِ الْقَوْلِ وَأَسْمَجِهٖ، وَقِيلَ لَهٗ: يَا مُلْحِدُ، هَلْ يَجُوزُ لِغَيْرِ اللّٰهِ أَنْ يَقُولَ: إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ؟ نَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ يَكُونَ قَائِلُ هٰذَا مُسْلِمًا، هٰكَذَا كَافِرٌ يُسْتَتَابُ، فَإِنْ تَابَ وَرَجَعَ عَنْ مَذْهَبِهِ السُّوءِ وَإِلَّا قَتَلَهُ الْإِمَامُ، فَإِنْ لَّمْ يَقْتُلْهُ الْإِمَامُ وَلَمْ يَسْتَتِبْهُ وَعُلِمَ مِنْهُ أَنَّ هٰذَا مَذْهَبُهٗ هُجِرَ وَلَمْ يُكَلَّمْ، وَلَمْ يُسَلَّمْ عَلَيْهِ وَلَمْ يُصَلَّ خَلْفَهٗ، وَلَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهٗ، وَلَمْ يُزَوِّجْهُ الْمُسْلِمُ كَرِيمَتَهٗ.

"اگر ان میں سے کوئی کہے کہ اللہ نے درخت میں کلام کو پیدا کیا تھا اور اس کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی تھی، تو اسے کہا جائے گا، یہی کفر ہے، کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ کلامِ الٰہی مخلوق ہے۔ اللہ اس سے پاک ہے۔ وہ شخص گمان کرتا ہے کہ مخلوق ربوبیت کا دعویٰ کر رہی ہے۔ یہ سب سے قبیح اور بدترین قول ہے، اس سے مزید کہا جائے گا: اے ملحد و بے دین! کیا غیر اللہ کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ میں ہی اللہ ہوں؟ ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ایسا کہنے

والا مسلمان ہو۔ یہ تو کافر ہے، اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کر لے اور اپنے برے مذہب سے لوٹ آئے، تو ٹھیک ورنہ حاکم وقت اسے قتل کر دے۔ اگر حکمران وقت قتل نہیں کرتا اور اس سے توبہ نہیں کروائی جاتی اور اس کا مذہب معلوم ہو جاتا ہے، تو اس سے قطع تعلقی کی جائے گا، اس سے کلام نہیں کی جائے گی، سلام بھی نہیں کہا جائے گا، نہ ہی اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے گی، نہ اس کی گواہی قبول ہو گی اور نہ اس سے کوئی مسلمان اپنی بیٹی کی شادی کرے گا۔'' (كتاب الشّريعة: 1109/3)

3. حافظ بیہقی رحمہ اللہ (458ھ) لکھتے ہیں:

لَوْ كَانَ كَلَامُ اللّٰهِ لَا يُوجَدُ إِلَّا مَخْلُوقًا فِي شَيْءٍ مَّخْلُوقٍ لَّمْ يَكُنْ لِاشْتِرَاطِ هٰذِهِ الْوُجُوهِ مَعْنًى لِّاسْتِوَاءِ جَمِيعِ الْخَلْقِ فِي سَمَاعِهٖ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ وَوُجُودِهِمْ ذٰلِكَ عِنْدَ الْجَهْمِيَّةِ مَخْلُوقًا فِي غَيْرِ اللّٰهِ، وَهٰذَا يُوجِبُ إِسْقَاطَ مَرْتَبَةِ النَّبِيِّينَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ، وَيَجِبُ عَلَيْهِمْ إِذَا زَعَمُوا أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ لِمُوسٰى خَلَقَهٗ فِي شَجَرَةٍ، أَنْ يَّكُونَ مَنْ سَمِعَ كَلَامَ اللّٰهِ مِنْ مَلَكٍ أَوْ مِنْ نَبِيٍّ أَتَاهُ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ أَفْضَلَ مَرْتَبَةً فِي سَمَاعِ الْكَلَامِ مِنْ مُّوسٰى، لِأَنَّهُمْ سَمِعُوهُ مِنْ نَبِيٍّ وَلَمْ يَسْمَعْهُ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ اللّٰهِ، وَإِنَّمَا سَمِعَهٗ مِنْ شَجَرَةٍ، وَأَنْ يَّزْعُمُوا أَنَّ الْيَهُودَ إِذْ سَمِعَتْ كَلَامَ اللّٰهِ مِنْ مُّوسٰى نَبِيِّ اللّٰهِ أَفْضَلُ مَرْتَبَةً فِي هٰذَا الْمَعْنٰى مِنْ مُّوسَى بْنِ عِمْرَانَ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى نَبِيِّنَا وَسَلَّمَ؛ لِأَنَّ الْيَهُودَ سَمِعَتْهُ مِنْ نَبِيٍّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ وَمُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى نَبِيِّنَا وَسَلَّمَ سَمِعَهُ مَخْلُوقًا فِي شَجَرَةٍ وَّلَوْ كَانَ مَخْلُوقًا فِي شَجَرَةٍ لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُكَلِّمًا لِّمُوسٰى مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ؛ وَّلِأَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لِمُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ كَانَ مَخْلُوقًا فِي شَجَرَةٍ كَمَا زَعَمُوا لَزِمَهُمْ أَنْ تَكُونَ الشَّجَرَةُ بِذٰلِكَ الْكَلَامِ مُتَكَلِّمَةً، وَوَجَبَ عَلَيْهِمْ أَنَّ مَخْلُوقًا مِّنَ الْمَخْلُوقِينَ كَلَّمَ مُوسٰى وَقَالَ لَهٗ: ﴿إِنَّنِيٓ أَنَا اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدْنِي﴾، وَهٰذَا ظَاهِرُ الْفَسَادِ.

''اگر اللہ کا کلام صرف کسی مخلوق چیز میں مخلوق ہو کر ہی پایا جائے، تو ان قیود میں سے کسی کی شرط لگانے کا کوئی معنی نہیں، کیونکہ تمام مخلوق اس کو غیر اللہ سے سننے میں برابر ہے اور یہ جہمیہ کے ہاں غیر اللہ میں پیدا شدہ ہے۔ یہ چیز انبیا کے مقام و مرتبہ کو کم کرنے کا سبب بنتی ہے۔ جب وہ یہ دعویٰ کریں کہ اللہ کی موسیٰ علیہ السلام سے کلام ایک درخت میں پیدا کی گئی تھی تو ان پر لازم آتا ہے کہ جن لوگوں نے اس کلام کو کسی فرشتے یا نبی سے سنا ہے، جو اسے اللہ کی طرف سے لے کر آیا تھا، وہ لوگ اس کلام کو سننے میں موسیٰ علیہ السلام سے بہتر و افضل ہیں، کیونکہ انھوں نے تو اس کلام کو کسی نبی سے سنا ہے، جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کلام کو اللہ تعالیٰ سے نہیں سنا، بلکہ ایک درخت سے سنا ہے، نیز ان پر لازم آتا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کریں کہ یہودی جب اللہ کی کلام کو اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام سے سنتے تھے تو

وہ اس سننے میں موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے افضل تھے، کیونکہ یہودیوں نے اسے اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی موسیٰ علیہ السلام سے سنا تھا، جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے ایک مخلوق درخت سے سنا تھا۔

اگر یہ کلام ایک درخت میں پیدا گیا ہوتا، تو اللہ تعالیٰ پردے کے پیچھے سے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کر رہا تھا، بلکہ اس صورت میں تو ان پر یہ کہنا لازم آتا ہے کہ وہ درخت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کر رہا تھا اور یوں لازم آتا ہے کہ مخلوق میں سے ایک مخلوق نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی تھی اور انھیں کہا تھا کہ میں ہی اللہ ہوں، میری عبادت کرو اور یہ واضح طور پر فاسد بات ہے۔"

(الاعتقاد، ص 97-98)

4 علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں:

مَا أَفْسَدَ اسْتِدْلَالَهُمْ بِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ: ﴿نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ عَلَى أَنَّ الْكَلَامَ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ فِي الشَّجَرَةِ، فَسَمِعَهُ مُوسٰى مِنْهَا! وَعَمَوْا عَمَّا قَبْلَ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ وَمَا بَعْدَهَا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ: ﴿فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ﴾، النِّدَاءُ هُوَ الْكَلَامُ مِنْ بُعْدٍ، فَسَمِعَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ النِّدَاءَ مِنْ حَافَةِ الْوَادِي، ثُمَّ قَالَ: ﴿فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ أَيْ أَنَّ النِّدَاءَ كَانَ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنْ عِنْدِ الشَّجَرَةِ، كَمَا يَقُولُ: سَمِعْتُ كَلَامَ زَيْدٍ مِّنَ الْبَيْتِ، يَكُونُ مِنَ الْبَيْتِ لِابْتِدَاءِ الْغَايَةِ، لَا أَنَّ الْبَيْتَ هُوَ الْمُتَكَلِّمُ! وَلَوْ كَانَ الْكَلَامُ مَخْلُوقًا فِي الشَّجَرَةِ

لَكَانَتِ الشَّجَرَةُ هِيَ الْقَائِلَةُ: ﴿يٰمُوْسٰى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾، وَهَلْ قَالَ: إِنِّي أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ، غَيْرُ رَبِّ الْعَالَمِينَ؟ وَلَوْ كَانَ هٰذَا الْكَلَامُ بَدَأَ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ لَكَانَ قَوْلُ فِرْعَوْنَ: أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى صِدْقًا إِذْ كُلٌّ مِّنْ كَلَامَيْنِ عِنْدَهُمْ مَخْلُوقٌ قَدْ قَالَهُ غَيْرُ اللّٰهِ! وَقَدْ فَرَّقُوا بَيْنَ الْكَلَامَيْنِ عَلٰى أُصُولِهِمُ الْفَاسِدَةِ: أَنَّ ذَاكَ كَلَامُ اللّٰهِ خَلَقَهُ اللّٰهُ فِي الشَّجَرَةِ، وَهٰذَا كَلَامٌ خَلَقَهُ فِرْعَوْنُ! فَحَرَّفُوا وَبَدَّلُوا وَاعْتَقَدُوا خَالِقًا غَيْرَ اللّٰهِ.

’’ان (جہمیہ) کا فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ سے اس بات پر استدلال کتنا فاسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام کو درخت میں پیدا کیا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس سے سنا! وہ اس فرمانِ باری تعالیٰ کے ماقبل اور مابعد سے اندھے بن گئے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ﴾ ندا تو دور سے کلام کرنے کو کہتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے کلام کو وادی کے اندر سے سنا تھا، پھر فرمان ہوا: ﴿فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ یعنی ندا بقعۂ مبارکہ میں درخت کے پاس سے تھی، جیسا کہ کوئی آدمی کہتا ہے کہ میں نے زید کی کلام کو گھر سے سنا، گھر کا لفظ ابتدائے غایت کے لیے ہوتا ہے، یہ نہیں کہ گھر کلام کر رہا تھا۔ اگر یہ کلام مخلوق ہوتی اور درخت میں پیدا کی گئی ہوتی، تو درخت ہی یہ کہنے والا ہوتا کہ اے موسیٰ میں ہی رب العالمین ہوں۔ کیا رب العالمین کے علاوہ کسی اور نے کہا تھا کہ میں رب العالمین ہوں؟ اگر یہ کلام غیر اللہ سے ظاہر ہوئی تھی، تو

پھر فرعون کا یہ کہنا سچ تھا کہ میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں! کیونکہ دونوں کلام ان جہمیوں کے ہاں مخلوق ہیں اور دونوں کا قائل غیر اللہ ہے، لیکن انھوں نے اپنے فاسد اصولوں کے مطابق ان دونوں کلاموں میں فرق کیا ہے کہ وہ اللہ کی کلام تھی، جسے اس نے درخت میں پیدا کیا تھا اور یہ وہ کلام تھی، جسے فرعون نے پیدا کیا تھا! انھوں نے تحریف وتبدل سے کام لیا ہے اور یہ اعتقاد رکھا ہے کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے۔" (شرح العقيدة الطّحاوية: 174-175)

تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ الَّتِي نُودِيَ مِنْهَا مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، سَمْرَةً خَضْرَاءَ.

"میں نے اس درخت کو دیکھا ہے، جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی گئی تھی، وہ سرسبز تھا۔" (تفسير ابن جرير: 573/19)

اس کی سند سخت "ضعیف" ہے:

1. سفیان بن وکیع جمہور کے نزدیک "ضعیف" ہے۔

2، 3. امام ابومعاویہ اور امام اعمش رحمہما اللہ دونوں "مدلس" ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

4. ابوعبیدہ نے اپنے والد سے نہیں سنا، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّهُ عِنْدَ الْأَكْثَرِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ.

"جمہور کے نزدیک ابوعبیدہ نے اپنے والد (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے نہیں سنا۔"

(موافقة الخبر الخبر: 364/1)

لہٰذا حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسير ابن كثير: 17/5) کا اس کے بارے میں إِسْنَادُهُ مُقَارِبٌ کہنا درست نہیں۔

عقیدۂ حلول اور اس کے خطرات

اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے، مخلوق سے جدا ہے۔ یہ اہل سنت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔ اس اجماعی واتفاقی عقیدہ کے خلاف بعض گمراہوں کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ مخلوق میں حلول کر گیا ہے، یعنی خالق اور مخلوق کا فرق مٹ گیا ہے۔ یہ دونوں عقیدے اجماعِ اہل حق، اہل سنت کے خلاف ہیں۔ عقیدہ حلول کے متعلق علمائے کرام کی آرا ملاحظہ فرمائیں۔

1. علامہ ابو حامد غزالی رحمہ اللہ (505ھ) کہتے ہیں:

مِنْ هُنَا نَشَأَ خَيَالُ مَنِ ادَّعَى الْحُلُولَ وَالْاِتِّحَادَ وَقَالَ: أَنَا الْحَقُّ، وَحَوْلَهُ يُدَنْدِنُ كَلَامُ النَّصَارٰى فِي دَعْوَى اتِّحَادِ اللَّاهُوتِ وَالنَّاسُوتِ أَوْ تَدَرُّعِهَا بِهَا أَوْ حُلُولِهَا فِيهَا عَلٰى مَا اخْتَلَفَ فِيهِمْ عِبَارَتُهُمْ، وَهُوَ غَلَطٌ مَّحْضٌ.

”یہاں سے اس شخص کا خیال جنم لیتا ہے، جو حلول واتحاد کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ لاہوت کے ناسوت میں متحد ہو جانے یا اس میں چھپ جانے یا اس میں حلول کر جانے کے بارے میں نصاریٰ کی کلام بھی

اسی کے لگ بھگ ہے، اگرچہ اس بارے میں ان کی عبارات مختلف ہیں۔ یہ عقیدہ سراسر غلط ہے۔" (إحياء علوم الدين:2/292)

② حافظ عراقی رحمہ اللہ (806ھ) ابن عربی کے ردّ میں لکھتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهٗ: (فَهُوَ عَيْنُ مَا ظَهَرَ وَعَيْنُ مَا بَطَنَ)، فَهُوَ كَلَامٌ مَّسْمُومٌ ظَاهِرُهُ الْقَوْلُ بِالْوَحْدَةِ الْمُطْلَقَةِ، وَأَنَّ جَمِيعَ مَخْلُوقَاتِهٖ هِيَ عَيْنُهٗ، وَيَدُلُّ عَلٰى إِرَادَتِهٖ لِذٰلِكَ صَرِيحًا قَوْلُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَهُوَ الْمُسَمّٰى أَبَا سَعِيدِ الْخَرَّازَ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنْ أَسْمَاءِ الْمُحْدَثَاتِ، وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ: (وَالْمُتَكَلِّمُ وَاحِدٌ، وَّهُوَ عَيْنُ السَّامِعِ)، وَقَائِلُ ذٰلِكَ الْمُعْتَقِدُ لَهٗ كَافِرٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ.

"رہا ابن عربی کا یہ کہنا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) حاضر و باطن کا عین ہے، یہ زہریلی کلام ہے، ظاہری طور پر یہ مطلق وحدت (وحدت الوجود) پر دلالت کرتی ہے، اس کے مطابق تمام مخلوقات اللہ ہی کا وجود ہیں۔ اس کی دلیل اس کے بعد اس کا یہ قول ہے کہ اسی (اللہ) کا نام ابوسعید الخراز ہے اور اس کے علاوہ کئی محدثات کے نام۔ اسی طرح اس کے بعد اس کا قول ہے کہ متکلم ایک ہی ہے اور وہی عین سامع ہے۔ ایسے قول کا قائل اور ایسا عقیدے کا معتقد علمائے کرام کے اجماع کے مطابق کافر ہے۔"

(تنبيه الغبي على تكفير ابن عربيّ (مصرع التّصوف)، للبقاعي، ص 64)

③ مشہور مفسر اور نحوی ابوحیان الاندلسی (745ھ) لکھتے ہیں:

"ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر صوفیت کی طرف منسوب ہونے والے

لوگوں اور حلول واتحاد کا مذہب رکھنے والے ملحد ین نے نصرانیوں کے بعض عقائد سے اللہ کا حسین صورتوں میں حلول کرنا استنباط کیا ہے، جیسا کہ (حسین بن منصور) حلاّج، شوذی، ابن احلی، دمشق میں رہنے والا ابن عربی، ابن فارض اور ان کے پیروکار ہیں، مثلاً ابن سبعین، اس کا شاگرد تستری مرسیہ کا باشندہ ابن مطرف، غرناطہ میں قتل کر دیا جانے والا صفار، ابن اللباج، بلورقہ کا رہائشی ابوالحسن ہیں۔

اور اس ملعون مذہب (حلول ووحدت الوجود) کے حاملین میں سے جو ہم نے دیکھے ہیں، ان میں سے عفیف تلمسانی ہے، اس کے اس بارے میں بہت سے اشعار بھی ہیں اور دمشق میں مقیم سیاہ رنگ کا بے ثمر ابن عیاش مالقی، صعیدِ مصر کا رہائشی عبدالواحد بن الموخر، وہ ایک عجمی، جو دیارِ مصر میں قاہرہ کی خانقاہِ سعید السعداء کے مشائخ کا متولی بنا تھا اور تستری کا شاگرد ابو یعقوب بن مبشر، جو کہ حارہ زویلہ کا باشندہ تھا۔

اللہ جانتا ہے کہ میں نے یہ نام دینی خیر خواہی اور (عقیدہ میں) کمزور مسلمانوں پر (گمراہی کا) ڈر محسوس کرتے ہوئے ذکر کیے ہیں۔ انھیں بچنا چاہیے، کیونکہ مذکورہ لوگ ان فلسفی لوگوں سے بھی بدتر ہیں، جو اللہ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں، کائنات کو قدیم کہتے اور قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ بعض جاہل لوگ، جو تصوف کے نام لیوا ہیں، وہ ان لوگوں کی تعظیم کے دلدادہ ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے منتخب اور اولیاء ہیں۔

نصرانیوں، حلول کا عقیدہ رکھنے والوں اور وحدت الوجود کے قائلین کا ردّ کرنا

اصول دین کے علم میں سے ایک علم ہے۔'' (البحر المحیط:3/448)

4. شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

''جہمیہ کے اقوال نصاری کے اقوال سے بھی بدتر ہیں، ان میں اسی طرح کا تناقض ہوتا ہے، جس طرح کا تناقض نصاری کے اقوال میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی حلول کا دعویٰ کرتے ہیں، کبھی وحدت الوجود کا اور کبھی اتحاد کا۔ یہ مذہب خود متناقض ہے۔ اسی لیے جو اسے سمجھ نہیں پاتا، اسے پر وہ تلبیس کرتے ہیں۔ یہ ظاہری و باطنی طور پر سب کا سب کفر ہے، اس پر ہر مسلمان کا اجماع ہے۔ اور جو ان لوگوں کے اقوال کو جان کر اور دینِ اسلام کی معرفت حاصل کر کے پھر ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے، جیسا کہ یہود و نصاری اور مشرکین کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہوتا ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ:2/368)

5. قاضی عیاض رحمہ اللہ (544ھ) لکھتے ہیں:

ذٰلِكَ كُفْرٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ، كَقَوْلِ الْإِلٰهِيْنِ مِنَ الْفَلَاسَفَةِ وَالْمُنَجِّمِينَ وَالطَّبَائِعِيِّينَ، وَكَذٰلِكَ مَنِ ادَّعٰى مُجَالَسَةَ اللّٰهِ وَالْعُرُوجَ وَمَكَالَمَتَهٗ أَوْ حُلُولَهٗ فِي أَحَدٍ مِّنَ الْأَشْخَاصِ كَقَوْلِ بَعْضِ الْمُتَصَوِّفَةِ وَالْبَاطِنِيَّةِ وَالنَّصَارٰى وَالْقَرَامِطَةِ.

''یہ (عقیدۂ وحدت الوجود) مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ کفر ہے، یہ اسی طرح ہے، جیسے فلسفیوں، نجومیوں اور نیچریوں کا دو الٰہوں کا اثبات کرنا۔ اسی طرح جو اللہ سے ہم نشینی، عروج اور ہم کلامی یا اللہ تعالیٰ کے کسی میں حلول کر جانے کا دعویٰ کرے، (وہ بھی اجماعی طور پر کافر ہے) جیسا کہ بعض

صوفیوں، باطنیوں، نصاری اور قرامطہ کا کہنا ہے۔“
(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ:2/585-586)

6 حافظ سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) لکھتے ہیں:

اَلْقَوْلُ بِالْحُلُولِ وَالْاِتِّحَادِ الَّذِي هُوَ أَخُو الْحُلُولِ أَوَّلُ مَنْ قَالَ بِهِ النَّصَارٰى، إِلَّا أَنَّهُمْ خَصُّوهُ بِعِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ بِهِ وَبِمَرْيَمَ أُمِّهِ وَلَمْ يُعَدُّوهُ إِلٰى أَحَدٍ، وَخَصُّوهُ بِاتِّحَادِ الْكَلِمَةِ دُونَ الذَّاتِ بِحَيْثُ إِنَّ عُلَمَاءَ الْمُسْلِمِينَ سَلَكُوا فِي الرَّدِّ عَلَيْهِمْ طَرِيقَ إِلْزَامِهِمْ بِأَنْ يَقُولُوا بِمِثْلِ ذٰلِكَ فِي مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِي الذَّاتِ أَيْضًا، وَهُمْ لَا يَقُولُونَ بِالْأَمْرَيْنِ، وَإِذَا سَلَّمُوا بُطْلَانَ ذٰلِكَ لَزِمَ إِبْطَالُ مَا قَالُوهُ، أَمَّا الْمُتَوَسِّمُونَ بِسِمَةِ الْإِسْلَامِ فَلَمْ يَبْتَدِعْ أَحَدٌ مِّنْهُمْ هٰذِهِ الْبِدْعَةَ وَحَاشَاهُمْ مِنْ ذٰلِكَ، لِأَنَّهُمْ أَذْكٰى فِطْرَةً وَّأَصَحُّ لُبًّا مِّنْ أَنْ يَّمْشِيَ عَلَيْهِمْ هٰذَا الْمُحَالُ، وَإِنَّمَا مَشٰى ذٰلِكَ عَلَى النَّصَارٰى لِأَنَّهُمْ أَبْلَدُ الْخَلْقِ أَذْهَانًا وَّأَعْمَاهُمْ قُلُوبًا، غَيْرَ أَنَّ طَائِفَةً مِّنْ غُلَاةِ الْمُتَصَوِّفَةِ نُقِلَ عَنْهُمْ أَنَّهُمْ قَالُوا بِمِثْلِ هٰذِهِ الْمَقَالَةِ وَزَادُوا عَلَى النَّصَارٰى فِي تَعْدِيَةِ ذٰلِكَ، وَالنَّصَارٰى قَصَرُوهُ عَلٰى وَاحِدٍ، فَإِنْ صَحَّ ذٰلِكَ عَنْهُمْ فَقَدْ زَادُوا فِي الْكُفْرِ عَلَى النَّصَارٰى.

”حلول اور حلول سے ملتے جلتے عقیدے اتحاد کا مذہب سب سے پہلے نصاری نے اختیار کیا تھا، لیکن انھوں نے اس کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کو خاص کیا تھا یا ان کے ساتھ اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کے ساتھ، پھر انھوں نے اس کو اتحادِ کلمہ

کے ساتھ خاص کیا تھا، اتحادِ ذات کے ساتھ نہیں۔ اس طرح کہ مسلمان علمائے کرام نے ان کا رد کرنے کے لیے ان کو الزام دیا تھا کہ وہ ایسی بات موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور ذات کے بارے میں بھی کہیں، لیکن وہ ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں کہتے۔ جب انھوں نے اس چیز کا باطل ہونا تسلیم کر لیا، تو ان کے قول کا بطلان خود ہی ہو گیا۔ رہے اسلام کے نام لیوا، تو ا ن میں سے کسی نے بھی یہ بدعت جاری نہیں کی، اللہ ان کو محفوظ رکھے، کیونکہ وہ (مسلمان) فطرت کے اعتبار سے زیادہ پاکیزہ اور ذہن کے اعتبار سے زیادہ صحت مند ہیں کہ ان پر اس طرح کی حالت آئے۔ یہ صورت حال تو نصاری کو ہی پیش آئی تھی، کیونکہ وہ سب لوگوں سے کند ذہن اور بد دماغ واقع ہوئے ہیں۔ البتہ غالی صوفیوں کے ایک گروہ کے بارے میں اس طرح کی بات بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے بھی اس طرح کی بات کہی ہے اور اس بات میں نصاری سے بھی بڑھ گئے ہیں کہ انھوں نے اس (اتحاد وحلول) کو عام کر دیا ہے، جبکہ نصاری اسے ایک ہی شخص پر بند کرتے تھے۔ اگر یہ قول ان (صوفیوں) سے ثابت ہو جائے، تو وہ کفر میں نصاریٰ سے بھی بڑھ گئے ہیں۔''

(تنزیه الاعتقاد عن الحلول والاتّحاد، المندرج في الحاوي للفتاوىٰ:2/122-123)

7 قاضی ماوردی کہتے ہیں:

اَلْقَائِلُ بِالْحُلُولِ وَالْاِتِّحَادِ لَيْسَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِالشَّرِيعَةِ، بَلْ فِي الظَّاهِرِ وَالتَّسْمِيَةِ، وَلَا يَنْفَعُ التَّنْزِيهُ مَعَ الْقَوْلِ بِالْاِتِّحَادِ وَالْحُلُولِ، فَإِنَّ دَعْوَى التَّنْزِيهِ مَعَ ذٰلِكَ إِلْحَادٌ.

”حلول واتحاد کا قائل شریعت کو ماننے والے مسلمانوں میں سے نہیں ہے، بلکہ ظاہری طور پر اور نام کا مسلمان ہے۔ اتحاد وحلول کے قول کے ساتھ تنزیہ فائدہ نہیں دیتی، کیونکہ اس عقیدے کے ساتھ ساتھ تنزیہ تو الحاد ہے۔“

(الحاوي للفتاوى للسّيوطي: 125/2)

8 علامہ عبدالعزیز بن عبدالسلام (660ھ) اپنی کتاب ”القواعد الکبریٰ“ میں لکھتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْإِلٰهَ يَحِلُّ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَجْسَادِ النَّاسِ أَوْ غَيْرِهِمْ فَهُوَ كَافِرٌ، لِأَنَّ الشَّرْعَ إِنَّمَا عَفَا عَنِ الْمُجَسِّمَةِ لِغَلَبَةِ التَّجْسِيمِ عَلَى النَّاسِ فَإِنَّهُمْ لَا يَفْهَمُونَ مَوْجُودًا فِي غَيْرِ جِهَةٍ، بِخِلَافِ الْحُلُولِ فَإِنَّهُ لَا يَعُمُّ الْاِبْتِلَاءُ بِهٖ وَلَا يَخْطُرُ عَلٰى قَلْبِ عَاقِلٍ فَلَا يُعْفٰى عَنْهُ.

”جو یہ دعوی کرتا ہے کہ اللہ لوگوں یا دوسری مخلوقات کے جسموں میں سے کسی جسم میں حلول کر جاتا ہے، وہ کافر ہے، کیونکہ (بعض لوگوں کے نزدیک) شریعت نے تجسیم کے قائل لوگوں سے درگزر کیا ہے، کیونکہ لوگوں پر تجسیم غالب ہے، لوگ کسی چیز کو سمت کے بغیر موجود نہیں سمجھتے۔ برخلاف حلول کے عقیدے کے کہ اس میں مبتلا ہونا زیادہ نہیں، نہ ہی کسی عقل مند کے دل میں ایسا خیال ہی آسکتا ہے، لہٰذا اس سے (بالاتفاق) درگزر نہیں کیا جائے گا۔“

(الحاوي للفتاوى للسّيوطي: 126/2)

حافظ سیوطی یہ قول ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قُلْتُ: مَقْصُودُ الشَّيْخِ أَنَّهٗ لَا يَجْرِي فِي تَكْفِيرِهِمُ الْخِلَافُ الَّذِي جَرٰى فِي الْمُجَسِّمَةِ، بَلْ يَقْطَعُ بِتَكْفِيرِ الْقَائِلِينَ بِالْحُلُولِ

إِجْمَاعًا، وَإِنْ جَرٰى فِي الْمُجَسِّمَةِ خِلَافٌ.

''شیخ (عز الدین) کا مقصود یہ ہے کہ حلول کا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر قرار دینے میں کوئی اختلاف واقع نہیں ہوا، جیسا کہ تجسیم کے قائل لوگوں کی تکفیر میں واقع ہو گیا تھا، بلکہ حلول کا عقیدہ رکھنے والوں کو اجماعی طور پر قطعاً کافر کہا جائے گا۔ اگرچہ تجسیم کے قائلین کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔''

(الحاوي للفتاوی: 126/2)

9. ''معیار المریدین'' کے مصنف ابو محمد عبداللہ بن محمد نوری کہتے ہیں:

اَلدَّلِيلُ عَلٰى بُطْلَانِ اتِّحَادِ الْعَبْدِ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَنَّ الْاِتِّحَادَ بَيْنَ مَرْبُوبَيْنِ مُحَالٌ، فَإِنَّ رَجُلَيْنِ مَثَلًا لَّا يَصِيرُ أَحَدُهُمَا عَيْنَ الْآخَرِ لِتَبَايُنِهِمَا فِي ذَاتَيْهِمَا كَمَا هُوَ مَعْلُومٌ، فَالتَّبَايُنُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالرَّبِّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْظَمُ، فَإِذَنْ أَصْلُ الْاِتِّحَادِ بَاطِلٌ مُّحَالٌ مَّرْدُودٌ شَرْعًا وَّعَقْلًا وَّعُرْفًا بِإِجْمَاعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَمَشَايِخِ الصُّوفِيَّةِ وَسَائِرِ الْعُلَمَاءِ وَالْمُسْلِمِينَ، وَلَيْسَ هٰذَا مَذْهَبَ الصُّوفِيَّةِ وَإِنَّمَا قَالَهٗ طَائِفَةٌ غُلَاةٌ لِّقِلَّةِ عِلْمِهِمْ وَسُوءِ حَظِّهِمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَشَابَهُوا بِهٰذَا الْقَوْلِ النَّصَارَى الَّذِينَ قَالُوا فِي عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ: اتَّحَدَ نَاسُوتُهٗ بِلَاهُوتِهٖ.

''بندے کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتحاد کے باطل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ دو مخلوق چیزوں کے درمیان اتحاد محال ہے، کیونکہ مثال کے طور پر دو آدمی ہوں، تو ان میں سے ایک دوسرے کا عین (ذات) نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ ذات میں

مختلف ہیں، جیسا کہ معلوم ہے۔ لہٰذا بندے اور رب سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان تباین زیادہ بڑا ہے، چنانچہ اتحاد کی اصل ہی باطل ہے اور عقلاً وشرعاً وعرفاً مردود ہے۔ اس پر انبیائے کرام، اولیا، مشائخ صوفیہ، تمام علما اور عام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ یہ (عقیدہ) صوفیا کے مذہب میں نہیں ہے، یہ بات تو ایک غالی گروہ نے کم علمی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی کمزوری کی وجہ سے کہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ ان نصاریٰ کے مشابہ ہوگئے ہیں، جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا تھا کہ ان کا ناسوت اور لاہوت متحد ہوگیا ہے۔‘‘

(الحاوي للفتاوى للسّيوطي: 126/2)

عقیدۂ حلول کے خطرات

1. اگر خالق ومخلوق کا ایک ہی وجود ہو، تو خالق مخلوق کو کسی چیز کا حکم کیسے دے گا اور کسی چیز سے منع کیسے کرے گا؟
2. اگر خالق ومخلوق کا ایک ہی وجود ہو، تو اس میں تخلیقِ الٰہی کا انکار ہے، کیونکہ کوئی اپنا خالق نہیں ہوسکتا۔
3. عقیدۂ حلول سے اللہ کے مالک الملک ہونے کی نفی لازم آتی ہے، کیونکہ کوئی خود اپنا مالک نہیں ہوسکتا۔
4. اس عقیدہ سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو رزق نہیں دیتا، نہ ہی کسی کو ہدایت وغیرہ دیتا ہے، کیونکہ اس کے سوا کوئی وجود ہی نہیں۔
5. اس عقیدہ سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی روزہ رکھتا ہے، قیام کرتا ہے، رکوع وسجود کرتا ہے اور موت ومرض کا شکار ہوتا ہے۔

⑥ اس عقیدے کے مطابق بتوں کے پجاریوں نے اللہ ہی کی عبادت کی تھی، کیونکہ اس کے سوا کوئی وجود ہی نہیں۔

⑦ جس نے الوہیت کا دعویٰ کیا، مثلاً فرعون، دجال وغیرہ، اس عقیدے کے مطابق ان کا دعویٰ برحق ہے۔

⑧ شیطان یا خواہش کا ہر پجاری اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہے، کیونکہ ان کے نزدیک شیطان کوئی مستقل وجود نہیں ہے۔

⑨ عقیدۂ حلول سے لازم آتا ہے کہ کتے، خنزیر وغیرہ بھی الٰہ ہیں، کیونکہ وحدت الوجود کے مطابق ان کا اپنا کوئی وجود نہیں، بلکہ سب ایک ہی وجود ہیں۔

⑩ اس سے عقلی طور پر محال چیزوں کا اعتقاد لازم آتا ہے، کیونکہ اگر اللہ کے سوا باقی وجود متحد ہوں، تو تین صورتیں بنتی ہیں: ایک یہ کہ دوسری کا وجود بھی باقی رہے گا، اس طرح تو وجود دو ہو جائیں گے، دوسری صورت یہ کہ دونوں معدوم ہو جائیں، اس طرح ایک تیسری چیز وجود میں آ جائے گی، تیسری صورت یہ ہے کہ ایک باقی رہے اور دوسری معدوم ہو جائے، اس طرح اتحاد ہوگا ہی نہیں۔

⑪ اس عقیدے سے فطرت و شرائع کی مخالفت لازم آتی ہے، کیونکہ کسی آسمانی شریعت نے اس کو جائز قرار نہیں دیا، نہ ہی عقل سلیم اس کی اجازت دیتی ہے۔

بعض گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان عبادت کے ذریعے اس درجے پر پہنچ جاتا ہے کہ اسے دنیا جہان کی ہر چیز میں اللہ نظر آنے لگتا ہے یا وہ ہر مخلوق کو اللہ سمجھنے لگتا ہے۔ صوفیوں کی اصطلاح میں اس عقیدہ کو ''وحدت الوجود'' کہتے ہیں۔ عبادت میں مزید ترقی سے انسان اللہ کی ذات میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ اور انسان دونوں ایک

ہو جاتے ہیں، اس عقیدے کو ''وحدت الشہود'' یا ''فنا فی اللہ'' کہا جاتا ہے۔ انسان کے دل کا آئینہ اس قدر صاف شفاف ہو جاتا ہے کہ اللہ کی ذات خود اس انسان میں داخل ہو جاتی ہے، جسے ''عقیدہ حلول'' کہا جاتا ہے۔ یہ محض کفریہ عقیدہ ہے، جو نصاری کے عقائد سے ماخوذ ہے۔ قرآن وحدیث اور فطرت کے قطعی خلاف ہے۔

ماضی قریب میں عقیدہ وحدۃ الوجود کے قائلین

جناب نثار احمد خان فتحی خلیفہ مجاز قاری فتح محمد پانی پتی لکھتے ہیں:

''تمام صوفیا حضرات وحدت الوجود کے قائل ہیں، یعنی وہ حق تعالیٰ کے وجود کے علاوہ ہر وجود کی نفی کرتے ہیں اور لا موجود الا اللہ کہتے ہیں اور اس عالم میں جو اشیا کی کثرت نظر آ رہی ہے، اس کو کہتے ہیں کہ ان کا اپنا الگ کوئی وجود نہیں ہے، بلکہ یہ سب کائنات اور اشیائے کائنات حق تعالیٰ ہی کے وجود کے مظاہر ہیں اور اس کے اسماء وصفات کے جلوہ گاہ ہیں۔ بے شائبہ تنزل اور تغیر وتبدل کے گمان کے بغیر جس طرح سایہ کا کسی شخص کا زمین پر ہو، تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ سایہ اس شخص کے ساتھ متحد ہے یا اس شخص کا عین ہے یا وہ شخص تنزل کر کے سایہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے، بل کہ وہ شخص اپنی اصالت کی حالت میں ہے اور سایہ اس سے بے شائبہ تنزل وتغیر وجود میں آیا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی کا مسلک یہ ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز معدوم ہے اور وجود صرف ایک ذات باری تعالیٰ کا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ نظر آتا ہے، وہ سب اس کی ذات پاک کا عین ہے، اس کا اپنا الگ کوئی وجود

نہیں۔'' (آئینہ سلوک، ص 110)

نوٹ: اس کتاب پر مفتی محمد یوسف لدھیانوی، مفتی عبدالستار استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان اور سید رضی الدین احمد فخری کی تقاریظ ہیں۔

نیز لکھتے ہیں:

''عینیت و غیریت: یہ دو اصطلاحیں بھی مسئلہ وحدت الوجود کی بڑی اہم اصطلاحات ہیں۔ عین کے معنی ہیں دو چیزوں کا ایک جیسا ہونا۔ صوفیائے وجودیہ خالق اور مخلوق میں عینیت ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ واجب الوجود کے سوا اور وجود نہیں اور جو کچھ عالم میں نظر آ رہا ہے، وہ حق تعالیٰ کے وجود سے کوئی الگ وجود نہیں رکھتا۔ مخلوق کیوں کہ خالق کی صفت خلق کا مظہر ہے اور صفت موصوف سے جدا ہو نہیں سکتی، اس لیے مخلوق بھی خالق سے جدا نہیں۔ چنانچہ مولانا جامی لائحہ بست وپنجم میں اس بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''پس یہ کائنات حق تعالیٰ کا ظاہر ہے اور حق تعالیٰ اس کا باطن ہے۔ یہ کائنات ظہور سے پہلے عین حق تعالیٰ تھی اور حق تعالیٰ بعد الظہور عین کائنات ہے۔ حقیقت میں ہستی ایک ہے اور ظہور و بطون اور اول ہونا اور آخر ہونا محض اعتباری اور اضافی ہے، جیسا کہ قرآن میں حق تعالیٰ نے فرمایا: ھوالاول والآخر والظاھر والباطن' خالق اور مخلوق کی اس نسبت عینیت کو بعض گمراہ اور جہلا نے لغوی اور حقیقی سمجھا اور خود گمراہ ہوئے اور ہزاروں کو گمراہ کیا...... وحدت الوجود کی تشریح کرتے ہوئے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں:

’’کیفیت عینیت وغیریت کا جاننا واجب ہے، کیوں کہ جب تک اس سے واقفیت نہ ہوگی، مسئلہ وحدت الوجود کی کیفیت سمجھ میں نہیں آئے گی۔ جو لوگ مسئلہ وحدت الوجود میں غور وخوض کرنے کی وجہ سے زندیقیت میں پڑ کر گمراہ ہوئے، وہ سب مسئلہ عینیت وغیریت نہ جاننے کی وجہ سے ہوئے اور جس شخص نے اولاً دو امر تحقیق کر لیے، تمام مسائل جاننا اس کے لیے آسان ہو گیا۔ اگرچہ مسئلہ عینیت وغیریت تنزلات ستہ کے جاننے سے متعلق ہے، لیکن فقیر اس طوالت میں مشغول نہیں ہوتا۔ مختصراً عرض کرتا ہے کہ عبد ورب میں عینیت وغیریت دونوں متحقق ہیں۔ وہ ایک وجہ سے اور یہ ایک وجہ سے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے اردگرد کئی آئینے رکھ لے، تو ہر آئینے میں ذات وصفات اس کی بعینہ نمودار ہوں گی، مثل شادمانی، غمگینی، ہنسی وگریہ وغیرہ بھی آئینے کے عکس میں ظاہر ہوتا ہے، اس سبب سے کہہ سکتے ہیں کہ عکس اس شخص کا عین ہے، مگر یہ عینیت اصطلاحی اور اعتباری ہے، لغوی نہیں۔ اگر لغوی ہوتی، تو جو کیفیت عکس پر گزرتی، وہی شخص پر بھی گزرنا واجب ہوتا، لیکن عکس پر اگر پتھر مارا جائے یا کوئی نجاست ڈالی جائے، تو شخص کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اور نہ وہ نجاست سے پلید ہوگا، بل کہ وہ اپنے حال پر ان نقصانات سے مبرہ و منزہ ہی رہے گا، تو اس طرح سے غیریت اصطلاحی ثابت ہوتی ہے، پس شخص اور عکس میں عینیت وغیریت دونوں پائی گئی، اس طرح عبد ورب میں بھی عینیت اور غیریت دونوں پائی جاتی ہیں۔ جاننا چاہیے کہ عبد ورب میں عینیت حقیقی لغوی کا جو اعتقاد رکھے اور غیریت کا انکار کرے، وہ ملحد و زندیق ہے،

کیوں کہ اس عقیدے سے عابد و معبود، ساجد و مسجود کا کچھ فرق نہیں رہتا اور یہ غیر واقع ہے، نعوذ باللہ من ذالک!''

پھر اس مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اس جگہ ایک تمثیل لطیف یاد آئی، بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ۔ کنت کنزا مخفیا اس پر دلیل ہے۔ حقائق کونیہ ذات مطلق میں مندرج و مخفی تھے اور صرف اپنی ذات پر ظاہر تھے، پھر جب ذات نے چاہا کہ ظہور دوسری نہج پر ہو، تو اعیان کو ان کے لباس قابلیت میں اپنی تجلی کے جلوے سے ظاہر فرمایا اور خود شدت ظہور سے ان کی نگاہ سے مخفی ہو گیا، جیسے تخم کہ درخت مع تمام شاخوں، پتوں اور پھل پھول کے اس میں چھپا ہوا تھا گویا تخم بالفعل تھا اور شجر بالقوہ۔ جب تخم نے اپنے باطن کو ظاہر کیا، خود چھپ گیا، اب جو دیکھتا ہے، درخت ہی دیکھتا ہے، تخم دکھائی نہیں دیتا۔ اگر غور کرو، تو تخم درخت کی صورت پر ظاہر ہوا، ہر چند کہ ایک وجہ سے کہ تخم اور درخت ایک ہے، جدائی نہیں، عینیت پائی جاتی ہے۔'' (آئینہ سلوک، ص 113، 114)

مولانا عبدالحمید خان سواتی بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کہتے ہیں:

''یہ بات کس قدر افسوس ناک ہے اور کس قدر لاعلمی کی بات ہے کہ یہ کہا جائے کہ علمائے دیوبند وحدۃ الوجود کے قائل نہیں تھے۔ علمائے دیوبند اور ان کے مقتدا و پیشوا حضرات بھی اس مسئلہ کے بڑی شد و مد سے قائل تھے۔''

(مقالات سواتی، حصہ اول، ص 376)

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں:

''وحدت الوجود کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا مستقل وجود نہ سمجھا جائے۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت حاجی (امداد اللہ مکی) صاحب نے مولوی احمد حسن صاحب کے جواب میں فرمایا کہ شیخ عین رسول ہے، بل کہ عین حق ہے، نہیں صورت حق ہے۔ حضرت حاجی صاحب کی عادت تھی، مجلس میں ادھر ادھر دیکھ کر فرماتے، کوئی غیر تو نہیں۔ ایک مرتبہ اس جملہ پر بار بار فرماتے رہے، غیر کہاں، غیر کہاں۔ ہم کو حضرت حاجی صاحب کا مذاق معلوم تھا کہ حضرت پر وحدۃ الوجود کا غلبہ تھا۔'' (ملفوضات حکیم الامت:203/15)

تھانوی صاحب مزید کہتے ہیں:

''حضرت بایزید کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ غلبہ شکر میں یہ فرماتے تھے: سُبْحَانِي مَا أَعْظَمَ شَانِي، مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت غلبہ کی حالت میں یہ کلمہ فرماتے ہیں، فرمایا کہ میں برا کرتا ہوں، اب کی مرتبہ اگر ایسا کلمہ میری زبان سے نکلے، تو چھریاں لے کر بیٹھ جاؤ، مجھ پر حملہ کر کے ختم کر دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان بزرگ پر پھر غلبہ ہوا اور زبان سے وہی مَا أَعْظَمَ شَانِي نکلا۔ مریدین نے چار طرف سے حسب الحکم حملہ کیا، مگر خود ہی سب زخمی ہو گئے، بزرگ کو ہوش ہوا اور زخمیوں کو دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ حملہ نہیں کیا۔ عرض کیا گیا: واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی، ہمیں ہی ختم کرایا ہوتا اور تمام واقعہ ظاہر کیا، فرمایا: تو بس اس سے معلوم ہوا کہ وہ بات میں نہیں کہتا۔ اگر کہتا تو سزا کا مستحق ہوتا۔ کہنے والا کوئی اور ہی ہے۔ پھر اس کی توجیہ

میں فرمایا کہ دیکھیے حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوہ طور پر حاضر ہوئے، تو شجر طور سے آواز آئی: ﴿إِنِّيٓ أَنَا اللّٰهُ﴾، جب شجر میں مظہر ہونے کی اہلیت ہوسکتی ہے، تو اگر انسان مظہر ہو جاوے، تو اس میں کیا بعد ہے۔"

(ملفوظات حکیم الامت:5/373، 374)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کہتے ہیں:

"ولایت خدا ہی میں فنا ہونے اور اپنی بقا کو خدا کی بقا سے اور اپنے ظہور کو خدا کے ظہور سے حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔" (کلیات امدادیہ، ص 18)

فائدہ: مولانا اشرف علی تھانوی صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے بارے میں کہتے ہیں:

"حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہی عقائد ہیں، جو اہل حق کے ہیں۔"

(امداد الفتاویٰ:5/270)

مولانا رشید احمد گنگوہی نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کو خط لکھا:

"یا اللہ معاف فرمانا! کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے: جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں، تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہوں، وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔"

(فضائل صدقات از محمد زکریا تبلیغی، حصہ دوئم، ص 557، مکاتیب رشیدیہ، ص 36)

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کہتے ہیں:

"ضامن علی جلال آبادی کی سہارن پور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں۔ ایک بار یہ سہارن پور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے، سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں، مگر ایک رنڈی نہیں آئی۔ میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئے، رنڈیوں نے جواب دیا، میاں

صاحب! ہم نے اسے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو، اس نے کہا: میں بہت گناہ گار ہوں اور بہت رو سیاہ ہوں۔ میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں۔ میں زیارت کے قابل نہیں۔ میاں صاحب نے کہا: نہیں جی، تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا، چنانچہ رنڈیاں اسے لے کر آئیں، جب وہ سامنے آئی، تو میاں صاحب نے پوچھا: بی، تم کیوں نہیں آئی تھیں؟ اس نے کہا: حضرت رو سیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں، میاں صاحب بولے: بی، تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون، وہی تو ہے۔ رنڈی یہ سن کر آگ ہوگئی اور خفا ہو کر کہا: لاحول ولا قوۃ، اگرچہ میں روسیاہ و گناہ گار ہوں، مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔ میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چل دی۔"

(تذکرۃ الرشید از محمد عاشق الٰہی میرٹھی، حصہ دوئم، ص242)

فائدہ: رشید احمد گنگوہی صاحب موصوف ضامن علی کے بارے میں کہتے ہیں:

"ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے۔" (ایضا)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کہتے ہیں:

"نکتہ شناسا مسئلہ وحدۃ الوجود حق و صحیح ہے۔ اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ فقیر و مشائخ اور جن لوگوں نے فقیر سے بیعت کی ہے، سب کا اعتقاد یہی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم (بانی دار العلوم دیوبند) و مولوی رشید احمد (گنگوہی) صاحب و مولوی محمد یعقوب (نانوتوی) صاحب، مولوی احمد حسن صاحب وغیرہم فقیر کے عزیز ہیں اور فقیر سے تعلق رکھتے ہیں، کبھی خلاف

اعتقادات فقیر وخلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلک اختیار نہ کریں گے۔''

(شمائم امدادیہ از اشرف علی تھانوی، حصہ دوئم، ص 32، کلیات امدادیہ، ص 218)

مولانا انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

قَوْلُهُ: «كُنْتُ سَمْعَهُ» بِصِيغَةِ الْمُتَكَلِّمِ، يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمُتَقَرِّبِ بِالنَّوَافِلِ إِلَّا جَسَدُهُ وَشَبَحُهُ، وَصَارَ الْمُتَصَرِّفُ فِيهِ الْحَضْرَةَ الْإِلٰهِيَّةَ فَحَسَبْ، وَهُوَ الَّذِي عَنَاهُ الصُّوفِيَّةُ بِالْفَنَاءِ فِي اللّٰهِ، أَيِ الْإِنْسِلَاخِ عَنْ دَاوِي نَفْسِهِ، حَتّٰى لَا يَكُونَ الْمُتَصَرِّفُ فِيهِ إِلَّا هُوَ، وَفِي الْحَدِيثِ لُمْعَةٌ إِلٰى وَحْدَةِ الْوُجُودِ، وَكَانَ مَشَايِخُنَا مُولَعِينَ بِتِلْكَ الْمَسْأَلَةِ إِلٰى زَمَنِ الشَّاهِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَمَّا أَنَا، فَلَسْتُ بِمُتَشَدِّدٍ فِيهَا.

''«كُنْتُ سَمْعَهُ» ''میں اس کا کان بن جاتا ہوں۔'' میں متکلم کا صیغہ دلالت کرتا ہے کہ نوافل کے ذریعے تقرب حاصل کرنے والے کا صرف جسم اور وجود ہی باقی رہ جاتا ہے، حتی کہ متصرف فیہ (نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے والے انسان) میں الٰہی حضور ہو جاتا ہے۔ صوفیا کی اصطلاح میں اسے فنا فی اللہ کہتے ہیں، یعنی اپنے کنٹرول سے نکل جانا۔ حتی کہ تصرف کرنے والا اللہ ہی ہوتا ہے۔ اس حدیث سے وحدۃ الوجود کے ثبوت کا اشارہ ملتا ہے۔ شاہ عبد العزیز کے زمانے تک ہمارے مشائخ اس مسئلہ پر زور دیتے رہے ہیں، لیکن میں اس میں سختی نہیں کرتا۔'' (فيض الباري:428/4)

مولانا عبد الحمید سواتی صاحب کہتے ہیں:

''علمائے دیو بند کے اکابر مولانا محمد قاسم نانوتوی (المتوفی: 1297ھ) اور مولانا (حسین احمد) مدنی (المتوفی: 1377ھ) اور دیگر اکابر مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔'' (مقالات سواتی، حصہ اول، ص375)

مولانا احمد رضا خان صاحب وحدۃ الوجود کا معنی بیان کرتے ہیں:

''وجود ہستی بالذات واجب تعالیٰ کے لیے ہے، اس کے سوا جتنی موجودات ہیں، اس کی ظل پَرتو ہیں، تو حقیقتاً وجو ایک ہی ٹھہرا۔'' (ملفوضات، حصہ اوّل، ص56)

نیز کہتے ہیں:

''اسما مظہر صفات ہیں اور صفات مظہر ذات اور مظہر کا مظہر مظہر ہے، تو سب خلق مظہر ذات ہے۔'' (ملفوضات، حصہ اوّل، ص59)

نیز ان سے پوچھا گیا:

''یہ کیونکر ہوتا ہے کہ ہر جگہ صاحب مرتبہ کو اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے؟

ارشاد: اس کی مثال یوں سمجھیے کہ جو شخص آئینہ خانے میں جائے، وہ ہر طرف اپنے آپ ہی کو دیکھے گا، اس لیے یہی اصل ہے اور جتنی صورتیں ہیں، سب اسی کی ظل ہیں، مگر یہ صورتیں اس کی صفات ذات کے ساتھ متصف نہ ہوں گی، مثلاً سننے والی، دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی، اس لیے کہ یہ صورتیں صرف اس کی سطح ظاہری کی ظل ہیں، ذات کی نہیں اور سمع وبصر ذات کی صفتیں ہیں، سطح ظاہر کی نہیں، لہٰذا جو اثر ذات کا ہے، وہ ان ظلال میں پیدا نہ ہوگا، بخلاف حضرت انسان کہ یہ ظل ذات باری تعالیٰ ہے، لہٰذا ظلال صفات سے حسب استعداد بہرہ ور ہے۔'' (ملفوضات، حصہ اوّل، ص57)

نیز کہتے ہیں:

”وجود ایک اور موجود ایک ہے، باقی سب اس کے ظل ہیں۔“

(ملفوضات، حصہ اوّل، ص 110)

مجذوب کی پہچان بایں الفاظ کرواتے ہیں:

”سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔ حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور مجاذیب سے تھے۔ احمد آباد میں مزار شریف ہے، میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے۔ ایک بار قحط شدید پڑا، بادشاہ وقاضی واکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے۔ انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں، جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزری، ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا: مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجیے، یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرف امڈیں اور جل تھل بھر دیے۔ ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے، ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے، آئے، انھیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کی حرام ہے۔ مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلیے، اس پر انکار ومقابلہ نہ کیا۔ چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتار کر مسجد کو ہو لیے، خطبہ سنا، جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی، اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی، فرمایا: اللہ اکبر! میرا خاوند حی لایموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں، اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔“

(ملفوضات، حصہ دوئم، ص 208)

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''خدائے قدوس جگہ اور زمانہ اور ترکیب و ماہیت سے پاک ہے، نہ وہ کسی جگہ میں رہتا ہے۔'' (جاء الحق، ص418)

مزید لکھتے ہیں:

''خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے۔'' (ایضا، ص162)

نیز لکھتے ہیں:

''ہر جگہ میں حاضر ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے۔'' (ایضا، ص161)

مزید لکھتے ہیں:

''دور سے آواز سننا ہرگز خدا کی صفت نہیں، کیوں کہ دور سے آواز تو وہ سنے، جو پکارنے والے سے دور ہو۔ رب تعالیٰ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔'' (ایضا، ص190)

مقابیس المجالس المعروف اشارات فریدی کا محشی حاشیہ میں غلام فرید مٹھن کوٹی کی عبارت کی تفہیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حق فاعل اور عبد، اللہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ میں پوری طرح گم ہو جائے گا اور اللہ ہی اللہ رہ جائے گا۔ اس لیے جو فعل سرزد ہو گا، اس کا فاعل حق تعالیٰ ہو گا اور عبد درمیان سے اٹھ جائے گا، عبد خدا نہیں بن جائے گا، بل کہ عبد مٹ جائے گا اور اللہ رہ جائے گا۔'' (مقابیس المجالس، ص706)

پیر غلام فرید مٹھن کوٹ والے کہتے ہیں:

”قرب نوافل میں فنا فی الصفات ہوتی ہے، نہ کہ ذات میں، یعنی عبد کی ذات، صفات حق سے متصف ہو جاتی ہے، قرب فرائض میں فنا فی الذات ہوتی ہے۔“
(مقابیس المجالس، ص 706)

عقیدہ وحدۃ الوجود اور مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

”میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں یا اس شے کی طرح، جسے کسی دوسری شے نے اپنے بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو، یہاں تک کہ اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ گیا ہو، اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم میں مستولیٰ ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا، یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا، تو میرے اعضا اس کے اعضا اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔“ (روحانی خزائن: 13/103، 104)

ابن عربی اور عقیدہ وحدۃ الوجود

ابن عربی، المعروف بہ ''محی الدین'' (638ھ) بالاتفاق زندیق اور کافر تھا۔ فلسفہ اور وحدۃ الوجود کے تصوف پر مبنی اس کے کفریہ عقیدہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ أَرْدَإِ تَوَالِيفِهِ كِتَابُ الْفُصُوصِ، فَإِنْ كَانَ لَا كُفْرَ فِيهِ، فَمَا فِي الدِّينِ كُفْرٌ، نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالنَّجَاةَ.

''اس (ابن عربی) کی سب سے بدترین کتاب الفصوص ہے۔ اگر اس میں کفر نہیں تو دنیا میں کہیں بھی کفر موجود نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور نجات کا سوال کرتے ہیں۔'' (سير أعلام النّبلاء:48/23)

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (771ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ كَانَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الصُّوفِيَّةِ الْمُتَأَخِّرِينَ كَابْنِ عَرَبِيٍّ وَغَيْرِهٖ، فَهُمْ ضَلَّالٌ جُهَّالٌ، خَارِجُونَ عَنْ طَرِيقَةِ الْإِسْلَامِ، فَضْلًا عَنِ الْعُلَمَاءِ.

''متاخرین صوفیا میں سے جو ابن عربی وغیرہ کی طرح کے لوگ ہیں، وہ تو گمراہ، جاہل اور اسلام کے راستے سے نکلے ہوئے ہیں، چہ جائیکہ کہ یہ علما شمار

ہوں۔'' (تنبيه الغبي على تكفير ابن عربي للبقاعي، ص 143)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) ابن الفارض کے حالاتِ زندگی میں لکھتے ہیں:

قَدْ كُنْتُ سَأَلْتُ شَيْخَنَا الْإِمَامَ سَرَاجَ الدِّينِ الْبَلْقِينِيَّ عَنِ ابْنِ عَرَبِيٍّ، فَبَادَرَ الْجَوَابَ بِأَنَّهُ كَافِرٌ.

''میں نے اپنے شیخ سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی (807ھ) سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فوراً جواب دیا: وہ کافر ہے۔''

(لسان الميزان: 318/4)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) ابن عربی کی کتاب ''فصوص الحکم'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

فِيهِ أَشْيَاءٌ كَثِيرَةٌ ظَاهِرُهَا كُفْرٌ صَرِيحٌ.

''اس میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں، جن کا ظاہر صریح کفر ہے۔''

(البداية والنّهاية: 253/17، هجر)

علامہ بقاعی رحمہ اللہ (885ھ) لکھتے ہیں:

وَبَعْدُ، فَإِنِّي لَمَّا رَأَيْتُ النَّاسَ مُضْطَرِبِينَ فِي ابْنِ عَرَبِيٍّ الْمَنْسُوبِ إِلَى التَّصَوُّفِ، الْمَوْسُومِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ بِالْوَحْدَةِ، وَلَمْ أَرَ مَنْ شَفَى الْقَلْبَ فِي تَرْجَمَتِهِ، وَكَانَ كُفْرُهُ فِي كِتَابِهِ الْفُصُوصِ أَظْهَرُ مِنْهُ فِي غَيْرِهِ، أَجَبْتُ أَنْ أَذْكُرَ مِنْهُ مَا كَانَ ظَاهِرًا، حَتّٰى يُعْلَمَ حَالُهُ، فَيُهْجَرَ مَقَالُهُ، وَيُعْتَقَدَ انْحِلَالُهُ، وَكُفْرُهُ وَضَلَالُهُ، وَأَنَّهُ إِلَى الْهَاوِيَةِ مَآبُهُ وَمَآلُهُ.

''حمد و صلاۃ کے بعد، جب میں نے لوگوں کو اس ابن عربی کے بارے میں مضطرب (مختلف الرائے) دیکھا، جو تصوف کی طرف منسوب ہے اور اہل حق کے نزدیک وحدت الوجودی (ایک شرکیہ عقیدہ والا) تھا، پھر میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کے (مکمل) حالات لکھ کر دل کو تسلی دی ہو، اور اس کا کفر اس کی کتاب الفصوص میں دوسری کتب سے زیادہ ظاہر تھا، تو میں نے پسند کیا کہ میں اس کی ظاہری صورت حال کو ذکر کروں، تاکہ اس کی (دینی) حالت معلوم ہو، اس کا قول چھوڑ دیا جائے، اس کے اسلام سے خارج ہونے، کافر و گمراہ ہونے اور اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہونے کا عقیدہ بنا لیا جائے۔'' (تنبيه الغبي، ص 21)

پچاس کے قریب علمائے کرام اور قاضیوں نے اسے زندیق، ملحد اور کافر کہا ہے۔ ملا علی القاری حنفی نے اس کے کافر ہونے پر اَلرَّدُّ عَلَى الْقَائِلِينَ بِوَحْدَةِ الْوُجُودِ نامی کتاب لکھی ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) لکھتے ہیں:

يُحَرَّمُ تَحْرِيمًا غَلِيظًا أَنْ يُفَسَّرَ الْقُرْآنُ بِمَا لَا يَقْتَضِيهِ جَوْهَرُ اللَّفْظِ، كَمَا فَعَلَ ابْنُ عَرَبِيٍّ الْمُبْتَدِعُ، الَّذِي يُنْسَبُ إِلَيْهِ كِتَابُ الْفُصُوصِ الَّذِي هُوَ كُفْرٌ كُلُّهُ.

''قرآن کریم کے الفاظ جس کا تقاضا نہیں کرتے، اس طرح سے قرآن کریم کی تفسیر کرنا سخت حرام ہے، جیسا کہ ابن عربی بدعتی نے کیا ہے۔ اس کی طرف الفصوص نامی کتاب منسوب ہے، جو کہ پیکر کفر ہے۔''

(التحبير في علم التفسير، ص 537)

صفاتِ باری تعالیٰ اور سلف صالحین

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ (204ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَثْنَى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ وَالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ، وَسَبَقَ لَهُمْ عَلٰى لِسَانِ رَسُولِ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنَ الْفَضْلِ مَا لَيْسَ لِأَحَدٍ بَعْدَهُمْ، فَرَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَهَنَّاهُمْ بِمَا آتَاهُمْ مِنْ ذٰلِكَ بِبُلُوغِ أَعْلٰى مَنَازِلِ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ، هُمْ أَدَّوْا إِلَيْنَا سُنَنَ رَسُولِ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَاهَدُوهُ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ، فَعَلِمُوا مَا أَرَادَ رَسُولُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَامًّا وَّخَاصًّا، وَّعَزْماً وَّإِرْشَاداً وَّعَرَفُوا مِنْ سُنَّتِهٖ مَا عَرَفْنَا وَجَهِلْنَا، وَهُمْ فَوْقَنَا فِي كُلِّ عِلْمٍ وَّاجْتِهَادٍ، وَّوَرْعٍ وَّعَقْلٍ، وَّأَمْرٍ اسْتَدْرَكَ بِهٖ عِلْمٌ وَّاسْتَنْبَطَ بِهٖ وَآرَاؤُهُمْ لَنَا أَحْمَدُ وَأَوْلٰى بِنَا مِنْ آرَائِنَا عِنْدَنَا لِأَنْفُسِنَا.

”اللہ نے اصحاب رسول ﷺ کی تعریف و ستائش قرآن کریم، تورات اور انجیل میں فرمائی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی زبانی انھیں ایسی خیر سے نوازا ہے،

جو بعد والوں کو نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی خاص رحمت نازل کرے اور صدیقین، شہدا اور صالحین کے اعلیٰ مراتب پر فائز کرے۔ یہ تو وہ ہستیاں ہیں، جنھوں نے ہم تک رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں پہنچائی، براہ راست نزول وحی کا مشاہدہ کیا۔ جن عام، خاص، فرض، مستحب کا رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا، ان کا علم حاصل کیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں سے واقف تھے، جن سے واقف ہیں اور ہم بعض سے نا آشنا بھی ہیں۔ وہ ہم سے علم، اجتہاد، تقویٰ و ورع، عقل اور ہر فقہی و اجتہادی مسئلہ میں فوقیت رکھتے ہیں۔ ہماری اپنی آراء ہمارے لیے اس قدر بہتر نہیں، جس قدر ان کی آرا ہمارے لیے قابل ستائش اور اولیٰ ہیں۔'' (مناقب الشّافعي للبيهقي:442/1)

شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

كُلُّ قَوْلٍ يَنْفَرِدُ بِهِ الْمُتَأَخِّرُ عَنِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَلَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ يَكُونُ خَطَأً كَمَا قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: إِيَّاكَ أَنْ تَتَكَلَّمَ فِي مَسْأَلَةٍ لَيْسَ لَكَ فِيهَا إِمَامٌ.

''متاخرین کا ہر وہ قول، جو متقدمین سے منفرد ہو، سلف صالحین میں سے کسی نے وہ بات نہ کہی ہو، تو وہ خطا ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے (اپنے شاگرد میمونی رحمہ اللہ کو نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا: ایسے مسئلہ میں گفتگو مت کریں، جس میں آپ کا کوئی (سلف میں) امام نہ ہو۔''

(مجموع الفتاویٰ: 291/21)

شیخ الاسلام ثانی، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّحِيحِ مِنْ وُّجُوهٍ مُّتَعَدِّدَةٍ أَنَّهُ قَالَ: خَيْرُ الْقُرُونِ الْقَرْنُ الَّذِي بُعِثْتُ فِيهِمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ خَيْرَ الْقُرُونِ قَرْنَهُ مُطْلَقًا، وَذٰلِكَ يَقْتَضِي تَقْدِيمَهُمْ فِي كُلِّ بَابٍ مِّنْ أَبْوَابِ الْخَيْرِ، إِلَّا لَوْ كَانُوا خَيْرًا مِّنْ بَعْضِ الْوُجُوهِ، فَلَا يَكُونُونَ خَيْرَ الْقُرُونِ مُطْلَقًا، فَلَوْ جَازَ أَنْ يُخْطِىءَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ فِي حُكْمٍ وَّسَائِرُهُمْ لَمْ يُفْتُوا بِالصَّوَابِ، وَإِنَّمَا ظَفَرَ بِالصَّوَابِ مَنْ بَعْدَهُمْ، وَأَخْطَأُوا هُمْ لَزِمَ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ الْقَرْنُ خَيْرًا مِّنْهُمْ مِنْ ذٰلِكَ الْوَجْهِ، لِأَنَّ الْقَرْنَ الْمُشْتَمِلَ عَلَى الصَّوَابِ خَيْرٌ مِّنَ الْقَرْنِ الْمُشْتَمِلِ عَلَى الْخَطَأِ فِي ذٰلِكَ الْفَنِّ، ثُمَّ هٰذَا يَتَعَدَّدُ فِي مَسَائِلَ عَدِيدَةٍ؛ لِأَنَّ مَنْ يَّقُولُ: قَوْلُ الصَّحَابِيِّ لَيْسَ بِحُجَّةٍ، يَجُوزُ عِنْدَهُ أَنْ يَكُونَ مَنْ بَعْدَهُمْ أَصَابَ فِي كُلِّ مَسْأَلَةٍ قَالَ فِيهَا الصَّحَابِيُّ قَوْلًا، وَلَمْ يُخَالِفْهُ صَحَابِيٌّ آخَرُ، وَفَاتَ هٰذَا الصَّوَابُ الصَّحَابَةَ، وَمَعْلُومٌ أَنَّ هٰذَا يَأْتِي فِي مَسَائِلَ كَثِيرَةٍ تَفُوقُ الْعَدَّ وَالْإِحْصَاءَ، فَكَيْفَ يَكُونُونَ خَيْرًا مِّمَّنْ بَعْدَهُمْ وَقَدِ امْتَازَ الْقَرْنُ الَّذِي بَعْدَهُمْ بِالصَّوَابِ فِيمَا يَفُوقُ الْعَدَّ وَالْإِحْصَاءَ مِمَّا أَخْطَأُوا فِيهِ؟ وَمَعْلُومٌ أَنَّ فَضِيلَةَ الْعِلْمِ وَمَعْرِفَةَ الصَّوَابِ أَكْمَلُ الْفَضَائِلِ، وَأَشْرَفُهَا، فَيَا سُبْحَانَ اللّٰهِ، أَيُّ وَصْمَةٍ أَعْظَمُ مِنْ أَنْ يَكُونَ الصِّدِّيقُ أَوِ الْفَارُوقُ

أَوْ عُثْمَانُ أَوْ عَلِيٌّ أَوِ ابْنُ مَسْعُودٍ أَوْ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ أَوْ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، وَأَضْرَابُهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَدْ أَخْبَرَ عَنْ حُكْمِ اللّٰهِ أَنَّهُ كَيْتَ وَكَيْتَ فِي مَسَائِلَ كَثِيرَةٍ، وَأَخْطَأَ فِي ذٰلِكَ، وَلَمْ يَشْتَمِلْ قَرْنُهُمْ عَلٰى نَاطِقٍ بِالصَّوَابِ فِي تِلْكَ الْمَسَائِلِ حَتّٰى تَبِعَ مَنْ بَعْدَهُمْ فَعَرَفُوا حُكْمَ اللّٰهِ الَّذِي جَهِلَهُ أُولٰئِكَ السَّادَةُ، وَأَصَابُوا الْحَقَّ الَّذِي أَخْطَأَهُ أُولٰئِكَ الْأَئِمَّةُ؟ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ.

''کئی طرق سے ثابت صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

''سب سے بہترین لوگوں کا زمانہ وہ ہے، جن میں میں مبعوث ہوا ہوں، پھر بعد والے، پھر ان کے بعد والے۔'' نبی کریم ﷺ نے باخبر کیا ہے کہ ان کا زمانہ مطلقا سب سے بہترین ہے۔ اس حدیث کا نقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے کے لوگ (صحابہ کرام) خیر کے ہر کام میں مقدم ہیں، اور اگر صحابہ کرام کا بہتر ہونا صرف چند امور میں ہوتا، تو وہ مطلقاً خیر القرون نہ ہوتے۔ اگر ایسا ممکن ہو کہ کسی صحابی نے کسی مسئلہ میں فتویٰ دیتے ہوئے غلطی کھائی، دوسرے صحابہ نے درست فتویٰ بھی نہ دیا اور بعد میں آنے والا درستی پالے اور صحابہ کرام کو غلط ثابت کردے، تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس مسئلہ میں بعد والا زمانہ بہترین ہے، کیوں کہ جس زمانے میں درست بات ہوئی ہے، وہ اس فن میں خطا والے زمانے سے افضل اور برتر ہے۔ یوں کئی مسائل میں بعد والا زمانہ افضل ٹھہرے گا۔ کیوں کہ قول صحابی کو حجت نہ ماننے والوں کے نزدیک

جائز ٹھہرے گا کہ بعد والوں کا قول ہر اس مسئلہ میں درست ہے، جس میں کسی صحابی نے فتویٰ دیا ہو اور کسی دوسرے صحابی نے نکیر نہ فرمائی ہو، نیز یہ لازم آئے گا کہ درست بات صحابہ سے چوک گئی۔ یہ بات تو طے ہے کہ ایسا بے شمار مسائل میں ہوا ہے۔تو صحابہ کرام بعد والوں سے افضل کیسے؟ جب کہ بعد والے بے شمار مسائل میں درست ہیں، جن میں صحابہ غلطی کھا گئے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ علم و معرفت کی فضلیت اکمل اور اشرف فضیلت ہے۔ تعجب ہے! اس سے بڑی رسوائی کیا ہو سکتی ہے کہ صدیق، فاروق، عثمان، علی، ابن مسعود، سلمان فارسی، عبادہ بن صامت یا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی حکم الٰہی کے متعلق خبر دے کہ یہ ایسے ایسے ہے، تو بے شمار مسائل میں خطا کا مرتکب ٹھہرے اور ان مسائل میں ان کا زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی صواب نہ ہو، حتی کہ ہمیں ان کے بعد ایسے لوگ ملیں، جو حکم الٰہی کی اس حقیقت کو پہچان جائیں، جس سے صحابہ کی سعادت مند جماعت نا آشنا رہ گئی اور بعد والے ان مسائل میں درستی کو پا لیں، جن میں یہ ائمہ ہدیٰ خطا کا شکار ہو گئے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ!'' (إعلام المؤقعين عن رب العالمين: 4/77-78)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

......أَنْ يَتَحَرّٰى كُتُبَ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْمُرَادِ، فَإِنَّهُمْ أَقْعَدُ بِهٖ مِنْ غَيْرِهِمْ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ، وَأَصْلُ ذٰلِكَ التَّجْرِبَةُ وَالْخَبَرُ.

أَمَّا التَّجْرِبَةُ، فَهُوَ أَمْرٌ مُّشَاهَدٌ فِي أَيِّ عِلْمٍ كَانَ، فَالْمُتَأَخِّرُ لَا يَبْلُغُ مِنَ الرُّسُوخِ فِي عِلْمٍ مَّا يَبْلُغُهُ الْمُتَقَدِّمُ، وَحَسْبُكَ مِنْ ذٰلِكَ أَهْلُ

كُلِّ عِلْمٍ عَمَلِيٍّ أَوْ نَظَرِيٍّ، فَأَعْمَالُ الْمُتَقَدِّمِينَ فِي إِصْلَاحِ دُنْيَاهُمْ وَدِينِهِمْ عَلٰى خِلَافِ أَعْمَالِ الْمُتَأَخِّرِينَ، وَعُلُومُهُمْ فِي التَّحْقِيقِ أَقْعَدُ، فَتَحَقُّقُ الصَّحَابَةِ بِعُلُومِ الشَّرِيعَةِ لَيْسَ كَتَحَقُّقِ التَّابِعِينَ، وَالتَّابِعُونَ لَيْسُوا كَتَابِعِيهِمْ، وَهٰكَذَا إِلَى الْآنِ، وَمَنْ طَالَعَ سِيَرَهُمْ، وَأَقْوَالَهُمْ، وَحِكَايَاتِهِمْ؛ أَبْصَرَ الْعَجَبَ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى.

وَأَمَّا الْخَبَرُ، فَفِي الْحَدِيثِ: «خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ»، وَفِي هٰذَا إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ كُلَّ قَرْنٍ مَّعَ مَا بَعْدَهٗ كَذَالِكَ.

”(طالب علم کو) اہل علم متقدمین کی کتب کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ متقدمین کا علم بہ نسبت متاخرین اہل علم کے زیادہ گہرا ہے۔ اس کی دلیل تجربہ اور حدیث ہے۔

تجربہ: علم کے ہر میدان میں یہ بات طشت از بام ہے، کیوں کہ متاخر علمی رسوخ کے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکے، جہاں تک متقدم پہنچ گئے تھے۔ میدان علم کا ہو یا عمل کا آپ کو متقدمین ہی کافی ہیں۔ دین و دنیا کی اصلاح میں متقدمین کے کارنامے متاخرین سے ہٹ کر ہیں اور تحقیق میں ان کے علوم و فنون سمندر کی گہرائی رکھتے ہیں۔ صحابہ کرام کی شرعی علوم میں تحقیق تابعین کی تحقیق کی طرح نہیں ہے، تابعین کی اتباع تابعین کی تحقیق کی طرح نہیں ہے اور اسی طرح آج تک۔ جو ان کی سیرت، اقوال اور واقعات کا مطالعہ کر لے،

وہ تعجب کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حدیث: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہترین زمانہ میرا ہے، پھر بعد والوں کا، پھر ان کے بعد والوں کا۔'' اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ہر زمانے کی اپنے سے بعد والے زمانے کے ساتھ یہی نسبت ہو گی۔'' (الموافقات:74/1)

نیز فرماتے ہیں:

اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ مُخَالَفَةِ الْأَوَّلِينَ، فَلَوْ كَانَ ثَمَّ فَضْلٌ مَّا لَكَانَ الْأَوَّلُونَ أَحَقَّ بِهِ.

''پہلوں کی مخالفت سے مجتنب رہیے، کیونکہ ہر خیر کے اول مصداق سلف ہیں۔''
(الموافقات:65/5)

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) لکھتے ہیں:

قَدِ ابْتُلِينَا بِجَهَلَةٍ مِّنَ النَّاسِ يَعْتَقِدُونَ فِي بَعْضِ مَنْ تَوَسَّعَ فِي الْقَوْلِ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّهُ أَعْلَمُ مِمَّنْ تَقَدَّمَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّظُنُّ فِي شَخْصٍ أَنَّهُ أَعْلَمُ مِنْ كُلِّ مَنْ تَقَدَّمَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لِكَثْرَةِ بَيَانِهِ وَمَقَالِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُولُ هُوَ أَعْلَمُ مِنَ الْفُقَهَاءِ الْمَشْهُورِينَ الْمَتْبُوعِينَ، وَهٰذَا يَلْزَمُ مِنْهُ مَا قَبْلَهُ لِأَنَّ هٰؤُلَاءِ الْفُقَهَاءِ الْمَشْهُورِينَ الْمَتْبُوعِينَ أَكْثَرُ قَوْلًا مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَهُمْ، فَإِذَا كَانَ مَنْ بَعْدَهُمْ أَعْلَمَ مِنْهُمْ لِاتِّسَاعِ قَوْلِهِ: كَانَ أَعْلَمُ مِمَّنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ قَوْلًا بِطَرِيقِ الْأُولٰى، كَالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَاللَّيْثِ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَطَبَقَتِهِمْ، وَمِمَّنْ قَبْلَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ وَالصَّحَابَةِ أَيْضًا، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ

كُلُّهُمْ أَقَلَّ كَلَامًا مِمَّنْ جَاءَ بَعْدَهُمْ، وَهٰذَا تَنَقُّصٌ عَظِيمٌ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ وَإِسَاءَةُ ظَنٍّ بِهِمْ وَنِسْبَتُهُ لَهُمْ إِلَى الْجَهْلِ وَقُصُورِ الْعِلْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، وَلَقَدْ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فِي قَوْلِهِ فِي الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ أَبَرُّ الْأُمَّةِ قُلُوبًا، وَأَعْمَقُهَا عُلُومًا، وَأَقَلُّهَا تَكَلُّفًا، وَرُوِيَ نَحْوَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَيْضًا، وَفِي هٰذَا إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ مَنْ بَعْدَهُمْ أَقَلُّ عُلُومًا وَأَكْثَرُ تَكَلُّفًا، وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَيْضًا: إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ كَثِيرٍ عُلَمَاؤُهُ قَلِيلٍ خُطَبَاؤُهُ وَسَيَأْتِي بَعْدَكُمْ زَمَانٌ قَلِيلٌ عُلَمَاؤُهُ كَثِيرٌ خُطَبَاؤُهُ، فَمَنْ كَثُرَ عِلْمُهُ وَقَلَّ قَوْلُهُ فَهُوَ الْمَمْدُوحُ، وَمَنْ كَانَ بِالْعَكْسِ فَهُوَ مَذْمُومٌ.

”ہمارا پالا ایسے جاہلوں سے پڑا ہے کہ جو بعض لمبی لمبی گفتگو کرنے والے متاخرین کو متقدمین سے افضل گردانتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ متاخر کثرت کلام اور وضاحت کی بنا پر مطلقا متقدمین صحابہ کرام اور تابعین عظام سے بڑا عالم ہے، بعض اسے مشہور متبوع ائمہ کرام سے بڑا عالم قرار دیتے ہیں۔ اس سے پہلی بات ہی لازم آتی ہے، کیوں کہ متبوع ائمہ کی گفتگو پہلوں سے نسبتاً طویل ہے۔ اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ جب متاخرین ائمہ متبوعین سے اعلم ہیں، تو اپنے جیسے مختصر گفتگو کرنے والوں سے بطریق اولیٰ اعلم ٹھہریں گے، جیسے ائمہ کرام سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، عبداللہ بن مبارک ؒ اور ان کے طبقے کے دیگر محدثین کرام۔ اسی طرح ان سے پہلے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام سے بھی۔ یہ سب ہستیاں متاخرین کی بہ نسبت مختصر (اور جامع) کلام کرتی تھیں۔ اس قول سے سلف صالحین کی شان میں تنقیص، سوءِ ظنی، جہالت اور کم علمی لازم آتی ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ!

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا تھا: 'صحابہ کرام امت میں سب سے زیادہ نیک دل، گہرا علم رکھنے والے اور بے تکلف ہیں۔' تقریباً اسی طرح کی بات سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ اس اثر سے ثابت ہوتا ہے کہ متاخرین میں علم کم اور تکلف زیادہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: ''آپ ایسے زمانے میں ہیں کہ جس میں علما زیادہ اور خطبا کم ہیں، آپ کے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے، جس میں علما کم اور خطبا زیادہ ہوں گے۔'' لہٰذا جس کی گفتگو علمی اور مختصر ہو گی وہ تو قابل ستائش ہے اور جس کی ایسی نہ ہوئی، وہ مذموم ہے۔'' (بیان فضل علم السّلف علی الخلف، ص 4-5)

سابقہ امتوں کے موحدین کا نظریہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي بِرَائِحَةٍ طَيِّبَةٍ، فَقُلْتُ: مَا هٰذِهِ الرَّائِحَةُ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هٰذِهِ مَاشِطَةُ بِنْتِ فِرْعَوْنَ كَانَتْ تُمَشِّطُهَا، فَوَقَعَ الْمُشْطُ مِنْ يَدِهَا، فَقَالَتْ: بِسْمِ اللّٰهِ، قَالَتِ ابْنَةُ فِرْعَوْنَ: أَبِي؟ قَالَتْ: رَبِّي وَرَبُّ أَبِيكِ، قَالَتْ: أَقُولُ لَهُ إِذًا، قَالَتْ: قُولِي لَهُ، قَالَ لَهَا: أَوَلَكِ رَبٌّ غَيْرِي؟ قَالَتْ: رَبِّي وَرَبُّكَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ.

''جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میں ایک پاکیزہ خوشبو کے پاس سے گزرا۔ میں نے کہا: جبریل! یہ خوشبو کیسی ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یہ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی عورت (اور اس کے بیٹے کی خوشبو ہے۔) وہ اسے کنگھی کر رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی۔ اس نے کہا: بسم اللہ، فرعون کی بیٹی نے کہا: (اللہ سے تمھاری مراد) میرے والد (ہیں)؟ اس نے جواب دیا: (نہیں، بلکہ) میرا اور تمھارے والد کا رب۔ اس نے کہا: تب تو میں اپنے والد کو بتاؤں گی۔ اس نے کہا: بتا دینا۔ (فرعون کو بتایا گیا، تو) اس نے کہا: کیا

میرے علاوہ تمھارا کوئی ربّ ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا اور تمھارا رب وہ ہے، جو آسمانوں کے اوپر ہے۔"

(مسند الإمام أحمد: 310/1، مسند أبي يعلى الموصلي: 25/7، واللفظ لهٗ، الأحاديث المختارة للضياء المقدسي: 288، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان (2904) اور امام حاکم رحمہ اللہ (496/2) نے "صحیح" قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ لَا بَأْسَ بِهٖ. "اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں۔"

(تفسير ابن كثير: 29/5، سلامة)

صفاتِ باری تعالیٰ اور فرق ضالہ

صفات باری تعالیٰ میں تحریف وتعطیل، تکییف وتمثیل اور تشبیہ ممنوع ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) لکھتے ہیں:

كَانَ النّاسُ فِي عَافِيَةٍ وَّسَلامَةِ فِطْرَةٍ حَتّٰى نَبَغَ جَهْمٌ فَتَكَلَّمَ فِي الْبَارِي تَعَالٰى وَفِي صِفَاتِهٖ بِخِلافِ مَا أَتَتْ بِهِ الرُّسُلُ وَأُنْزِلَتْ بِهِ الْكُتُبُ، نَسْأَلُ اللّٰهَ السَّلامَةَ فِي الدِّينِ.

''لوگ صحیح العقیدہ اور سلیم الفطرت تھے کہ جہم بن صفوان آیا۔ اس نے اللہ اور صفات باری تعالیٰ میں ایسی گفتگو شروع کردی، جو رسولوں اور کتب منزلہ کی تعلیمات کے متصادم تھی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں دین میں سلامتی سے بہرور فرمائے۔'' (تاریخ الإسلام:3/389)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

طَرِيقَةُ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتِهَا: أَنَّهُمْ يَصِفُونَ اللّٰهَ بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهٗ وَبِمَا وَصَفَهٗ بِهٖ رَسُولُهٗ، مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ وَّلَا تَعْطِيلٍ، وَّلَا تَكْيِيفٍ وَّلَا تَمْثِيلٍ، إِثْبَاتٌ بِلَا تَمْثِيلٍ، وَّتَنْزِيهٌ بِلَا تَعْطِيلٍ، إِثْبَاتُ الصِّفَاتِ،

وَنَفْيُ مُمَاثَلَةِ الْمَخْلُوقَاتِ.

''سلف صالحین اور ائمہ دین کا صفات باری تعالیٰ میں مسلک یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے متصف کرتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے آپ کو متصف کیا یا رسول اللہ ﷺ نے متصف کیا۔ ان صفات میں تحریف، تعطیل، تکییف یا تمثیل سے کام نہیں لیتے۔ بل کہ بغیر تمثیل کے اثبات کرتے ہیں اور بغیر تعطیل کے تنزیہ کرتے ہیں، صفات کو ثابت کرتے ہیں اور مخلوقات سے مماثلت کی نفی کرتے ہیں۔'' (منهاج السّنّة النبوية: 523/2)

امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ (196ھ) فرماتے ہیں:

أَدْرَكْنَا إِسْمَاعِيلَ بْنَ أَبِي خَالِدٍ وَّسُفْيَانَ وَمِسْعَرًا يُّحَدِّثُونَ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيثِ وَلَا يُفَسِّرُونَ شَيْئًا.

''میں نے اسماعیل بن ابو خالد، سفیان اور مسعر رحمہم اللہ کو دیکھا، وہ ان (صفات باری تعالیٰ والی) احادیث کو بیان کیا کرتے تھے، کوئی تفسیر نہیں کرتے تھے۔''
(تاريخ ابن معين برواية الدّوري: 2543، الأسماء والصّفات للبيهقي: 759)

اشاعرہ اور ماتریدیہ اللہ کی صرف سات صفات مانتے ہیں، وہ یہ ہیں۔ سمع، بصر، علم، کلام، قدرت، ارادہ اور حیات۔ باقی سب صفات میں تاویل کرتے ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝﴾ ''رحمٰن اپنے عرش پر بلند ہے۔'' ائمہ سلف صالحین نے اس آیت کی تفسیر میں اس کا ظاہری معنی لیا ہے۔ ان سب کا اتفاق ہے کہ اللہ اپنے عرش پر بلند ہے، ہر جگہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ ماننا گمراہ جہمیہ کا عقیدہ ہے، نہ کہ اہل سنت کا۔

بعض حضرات نے کہا ہے:

''اس آیت کے بارے میں تمام علما نے یہ فرمایا کہ اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں، پھر بعض حضرات نے تو اس کو مجاز قرار دیا اور کہا اس سے مراد غلبہ اور قدرت وغیرہ ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ آیت ان متشابہات میں سے ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ﴾ ''اس کی تاویل وتفسیر اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

ان کی یہ بات خلاف واقعہ ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ التَّأْوِيلَاتُ مِنْ بَابِ تَحْرِيفِ الْكَلِمِ عَنْ مَّوَاضِعِهِ، وَالْإِلْحَادِ فِي آيَاتِ اللّٰهِ، وَهِيَ مِنْ بَابِ الْكَذِبِ عَلَى اللّٰهِ وَعَلٰى رَسُولِهِ وَكِتَابِهِ، وَمِثْلُ هٰذِهِ لَا تَجْعَلْ حَقًّا حَتّٰى يُقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ اسْتَأْثَرَ بِعِلْمِهَا، بَلْ هِيَ بَاطِلٌ، مِثْلُ شَهَادَةِ الزُّورِ، وَكُفْرِ الْكُفَّارِ يَعْلَمُ اللّٰهُ أَنَّهَا بَاطِلٌ، وَاللّٰهُ يُعْلِمُ عِبَادَهٗ بُطْلَانَهَا بِالْأَسْبَابِ الَّتِي بِهَا يَعْرِفُ عِبَادُهٗ مِنْ نَصْبِ الْأَدِلَّةِ وَغَيْرِهَا وَأَصْلُ وَقُوعِ أَهْلِ الضَّلَالِ فِي مِثْلِ هٰذَا التَّحْرِيفِ، الْإِعْرَاضُ عَنْ فَهْمِ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، كَمَا فَهِمَهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، وَمُعَارَضَةُ مَا دَلَّ عَلَيْهِ بِمَا يُنَاقِضُهٗ، وَهٰذَا هُوَ مِنْ أَعْظَمِ الْمُحَادَّةِ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ، لٰكِنْ عَلٰى وَجْهِ النِّفَاقِ وَالْخُدَاعِ.

''یہ تاویلات کلام اللہ کی صریح تحریف اور آیات بینات میں الحاد ہے۔ اللہ، اس کے رسول اور قرآن پر جھوٹ ہے۔ آپ کو کہا جائے کہ ان صفات کے معانی اللہ نے اپنے پاس رکھے ہیں، تو آپ اسے حق مت سمجھیں، بل کہ یہ بالکل باطل ہے۔ جیسے جھوٹی گواہی اور کفار کے کفر کو اللہ جانتا ہے کہ یہ باطل ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بھی کچھ اسباب کے ذریعے ان کا بطلان عیاں کر دیتا ہے۔ مثلاً دلائل وغیرہ۔ گمراہوں کی تحریف میں وقوع کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھوں نے کتاب اللہ کو ایسے نہیں سمجھا، جیسے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے سمجھا تھا، دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ کتاب و سنت کے مدلولات سے معارضہ کرنا ہے۔ یہ بھی (کفار) کی طرح اللہ اور رسول کریم ﷺ کے دشمن ہیں، بس فرق یہ ہے کہ ان کی دشمنی نفاق اور دھوکہ کی بنا پر ہے۔''

(درء تعارض العقل والنقل: 383/5)

نیز فرماتے ہیں:

تَأْوِيلُ هٰؤُلَاءِ الْمُتَأَخِّرِينَ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ تَحْرِيفٌ بَاطِلٌ.

''ائمہ حق کے مطابق ان متاخرین کی تاویل، باطل تحریف ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ: 295/13)

آیات صفات کو متشابہات قرار دینا درحقیقت میں مفوضہ کا مذہب ہے۔ وہ صفات والی نصوص کو متشابہ کہتے ہیں ان کی مراد ہوتی ہے کہ صفات باری تعالیٰ اور اسمائے حسنیٰ کا معنی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سلف صالحین اور ائمہ اہل حدیث اس سے بری تھے۔ وہ ان کی کیفیت کا علم اللہ کے سپرد کرتے تھے، وہ استواء علی العرش، نزول وغیرہ

کے معانی سے واقف تھے۔ صفات والی آیات کو متشابہات قرار دینا، توحید سے رو گردانی ہے اور سلف صالحین کی مخالفت ہے۔ سلف کی مخالفت میں کوئی عقیدہ معتبر نہیں۔ توحید والی آیات کو متشابہات قرار دے کر قدریہ، جبریہ، جہمیہ، اشاعرہ، ماتریدہ، رافضیہ، مفوضہ اور خوارج نے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ یوں بہت ساری آیات بینات کو مہمل (بے معنی) بنا کر معطلہ بن گئے۔ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ عقیدہ توحید کی اساس ہیں اور محکم آیات سے ثابت ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ هُنَا قَالَ مَنْ قَالَ مِنَ النُّفَاةِ: إِنَّ طَرِيقَةَ الْخَلَفِ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ، وَطَرِيقَةَ السَّلَفِ أَسْلَمُ، لِأَنَّهٗ ظَنَّ أَنَّ طَرِيقَةَ الْخَلَفِ فِيهَا مَعْرِفَةُ النَّفْيِ، الَّذِي هُوَ عِنْدَهُ الْحَقُّ، وَفِيهَا طَلَبُ التَّأْوِيلِ لِمَعَانِي نُصُوصِ الْإِثْبَاتِ، فَكَانَ فِي هٰذِهِ عِنْدَهُمْ عِلْمٌ بِمَعْقُولٍ، وَتَأْوِيلٌ لِمَنْقُولٍ، لَيْسَ فِي الطَّرِيقَةِ الَّتِي ظَنَّهَا طَرِيقَةَ السَّلَفِ، وَكَانَ فِيهِ أَيْضًا رَدٌّ عَلٰى مَنْ يَتَمَسَّكُ بِمَدْلُولِ النُّصُوصِ، وَهٰذَا عِنْدَهٗ مِنْ إِحْكَامِ تِلْكَ الطَّرِيقِ، وَمَذْهَبُ السَّلَفِ عِنْدَهٗ عَدَمُ النَّظَرِ فِي فَهْمِ النُّصُوصِ، لِتَعَارُضِ الْاِحْتِمَالَاتِ، وَهٰذَا عِنْدَهٗ أَسْلَمُ، لِأَنَّهٗ إِذَا كَانَ اللَّفْظُ يَحْتَمِلُ عِدَّةَ مَعَانٍ، فَتَفْسِيرُهٗ بِبَعْضِهَا دُونَ بَعْضٍ فِيهِ مُخَاطَرَةٌ، وَفِي الْإِعْرَاضِ عَنْ ذٰلِكَ سَلَامَةٌ مِّنْ هٰذِهِ الْمُخَاطَرَةِ.

فَلَوْ كَانَ قَدْ بَيَّنَ وَتَبَيَّنَ لِهٰذَا وَأَمْثَالِهِ أَنَّ طَرِيقَةَ السَّلَفِ إِنَّمَا هِيَ

إِثْبَاتُ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ النُّصُوصُ مِنَ الصِّفَاتِ، وَفَهْمُ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ، وَتَدَبُّرُهُ وَعَقْلُهُ، وَإِبْطَالُ طَرِيقَةِ النُّفَاةِ، وَبَيَانُ مُخَالَفَتِهَا لِصَرِيحِ الْمَعْقُولِ وصَحِيحِ الْمَنْقُولِ، عُلِمَ أَنَّ طَرِيقَةَ السَّلَفِ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ وَأَسْلَمُ، وَأَهْدٰى إِلَى الطَّرِيقِ الْأَقْوَامِ، وَأَنَّهَا تَتَضَمَّنُ تَصْدِيقَ الرَّسُولِ فِيمَا أَخْبَرَ بِهٖ، وَفَهْمَ ذٰلِكَ وَمَعْرِفَتَهُ، وَأَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ صَرِيحُ الْمَعْقُولِ، وَلَا يُنَاقِضُ ذٰلِكَ إِلَّا مَا هُوَ بَاطِلٌ وَّكَذِبٌ، وَأَنَّ طَرِيقَةَ النُّفَاةِ الْمُنَافِيَةِ لِمَا أَخْبَرَ بِهِ الرَّسُولُ طَرِيقَةٌ بَاطِلَةٌ شَرْعًا وَّعَقْلًا، وَّأَنَّ مَنْ جَعَلَ طَرِيقَةَ السَّلَفِ عَدْمُ الْعِلْمِ بِمَعَانِي الْآيَاتِ، وَعَدْمُ إِثْبَاتِ مَا تَضَمَّنَتْهُ مِنَ الصِّفَاتِ، فَقَدْ قَالَ غَيْرَ الْحَقِّ، إِمَّا عَمَدًا وَّإِمَّا خَطَأً، كَمَا أَنَّ مَنْ قَالَ عَلَى الرَّسُولِ: إِنَّهُ لَمْ يُبْعَثْ بِإِثْبَاتِ الصِّفَاتِ، بَلْ بُعِثَ بِقَوْلِ النُّفَاةِ، كَانَ مُفْتَرِيًا عَلَيْهِ. وَهٰؤُلَاءِ النُّفَاةِ هُمْ كَذَّابُونَ، إِمَّا عَمَدًا وَّإِمَّا خَطَأً، عَلَى اللّٰهِ وَعَلٰى رَسُولِهٖ، وَعَلٰى سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتِهَا، كَمَا أَنَّهُمْ كَذَّابُونَ، إِمَّا عَمَدًا وَّإِمَّا خَطَأً، عَلٰى عُقُولِ النَّاسِ، وَعَلٰى مَا نَصَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْأَدِلَّةِ الْعَقْلِيَّةِ، وَالْبَرَاهِينَ الْيَقِينِيَّةِ.

''منکر صفات باری تعالیٰ کا کہنا ہے: ہمارا طریقہ احکم اور اعلم ہے، جب کہ سلف کا طریقہ اسلم ہے۔ کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ خلف کے طریقہ میں نفی، جو کہ اس کے نزدیک حق ہے، کی معرفت اور صفات کے اثبات والی آیات میں

تاویل کی راہ مل جاتی ہے۔ متاخرین کے اس طریقہ میں معقولات کا ایسا علم اور منقولات میں ایسی تاویل ہے، جو بزعم خود، متقدمین کے طریقہ میں نہیں ملتی۔ اس میں ایسے شخص کا بھی رد ہے، جو نصوص کے مدلولات کی پیروی کرتا ہے۔ یوں وہ اس طریقۂ متاخرین کو مستحکم کرتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ مذہب سلف یہ ہے کہ نصوص کے فہم پر توجہ نہ دی جائے، کیونکہ احتمالات مختلف ہیں، لہٰذا یہ طریقہ اسلم ہے، کیوں کہ جب ایک لفظ کے کئی معانی ہوں، تو اس صورت میں باقی سب معانی کو نظر انداز کر کے صرف ایک کے ساتھ تفسیر کر دینا، خطرے سے خالی نہیں ہے اور تفسیر نہ کرنے میں سلامتی ہے۔

اگر اسے یا اس جیسے دوسرے نفاۃ صفات پر عیاں ہو جاتا کہ سلف کا طریقہ یہ ہے کہ آیات صفات کے مدلولات کو ثابت کیا جائے اور ان کا فہم، تدبر و درک حاصل کیا جائے، صفات کی نفی کرنے والوں کے مسلک کا رد کیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ ان کا طریقہ صریح معقولات اور صحیح منقولات کے مخالف ہے، تو یہ جان لیتا کہ سلف کا طریقہ ہی اسلم، احکم اور اعلم ہے۔ نیز یہ سب سے زیادہ سیدھا راستہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی تصدیق، ان کے فہم و معرفت کو متضمن ہے۔ صریح عقل کے موافق یہی راستہ ہے، جو طریقہ اس کے مخالف ہو، وہ باطل اور غلط ہے۔

نفاۃ الصفات، جو کہ احادیث کی نفی کرتے ہیں، کا راستہ باطل ہے اور عقل و نقل کے مخالف ہے۔ جس نے نصوص کے معانی کے عدم علم اور اس میں موجود صفات کے عدم اثبات کو سلف کا طریقہ قرار دیا ہے، اس نے دانستہ یا نا دانستہ

طور پر غلط بات کی ہے۔ جیسا کہ بعض نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے کہ آپ کو صفات کے اثبات کے لیے مبعوث نہیں کیا گیا، بل نفاۃ الصفات کی تائید کے لیے بھیجا گیا ہے۔ ایسا شخص جھوٹا ہے۔ یہ نفاۃ الصفات بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر اللہ، اس کے رسول ﷺ، اسلاف امت اور ائمہ کرام پر جھوٹ باندھ رہے ہیں، اسی طرح یہ دانستہ یا نادانستہ طور پر لوگوں کی عقلوں اور اللہ تعالیٰ کی دیے ہوئے عقلی دلائل اور یقینی براہین پر بھی جھوٹ باندھ رہے ہیں۔''

(درء تعارض العقل والنقل:5/378-379)

نیز فرماتے ہیں:

مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّإِيْمَانًا، عَلِمَ أَنَّهٗ لَا يَكُونُ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنَ التَّحْقِيقِ، إِلَّا مَا هُوَ دُونَ تَحْقِيقِ السَّلَفِ لَا فِي الْعِلْمِ وَلَا فِي الْعَمَلِ، وَمَنْ كَانَ لَهٗ خِبْرَةٌ بِالنَّظْرِيَاتِ وَالْعَقْلِيَاتِ، وَبِالْعَمْلِيَاتِ، عَلِمَ أَنَّ مَذْهَبَ الصَّحَابَةِ دَائِمًا أَرْجَحُ مِنْ قَوْلِ مَنْ بَعْدَهُمْ، وَأَنَّهٗ لَا يَبْتَدِعُ أَحَدٌ قَوْلًا فِي الْإِسْلَامِ إِلَّا كَانَ خَطَأً، وَكَانَ الصَّوَابُ قَدْ سَبَقَ إِلَيْهِ مَنْ قَبْلَهٗ.

''جسے اللہ تعالیٰ نے علم و ایمان کی دولت دے رکھی ہو، وہ بخوبی جان جائے گا کہ علم ہو یا عمل متاخرین کی تحقیق متقدمین کی بہ نسبت بہر کیف کم ہی ہے۔ جسے، نظریات، عقلیات اور عملیات کی ممارست ہے، اس پر یہ بات عیاں ہے کہ صحابہ کرام کا مؤقف بعد والوں پر ہمیشہ راجح ہی رہا ہے۔ درست بات کی طرف متقدمین سبقت لے جا چکے ہیں، لہٰذا اب جو بھی اسلام میں نئی بات

کرے گا، خطا کھائے گا۔'' (الإیمان، ص 417)

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ (1393ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّ آيَاتِ الصِّفَاتِ لَا يُطْلَقُ عَلَيْهَا اسْمُ الْمُتَشَابِهِ بِهٰذَا الْمَعْنٰى مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ، لِأَنَّ مَعْنَاهَا مَعْلُومٌ فِي اللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ وَلَيْسَ مُتَشَابِهًا، وَلٰكِنَّ كَيْفِيَّةَ اتِّصَافِهِ جَلَّ وَعَلَا بِهَا لَيْسَتْ مَعْلُومَةً لِّلْخَلْقِ.

''آیات صفات پر اس معنی میں بغیر کسی تفصیل کے متشابہ کا لفظ نہیں بولا جاتا، کیوں کہ ان کا معنی لغت عرب میں معلوم ہوتا ہے، متشابہ نہیں ہوتا۔ ہاں باری تعالیٰ کی ان صفات کے ساتھ متصف ہونے کی کیفیت مخلوق کو معلوم نہیں۔''

(مذكّرة في أصول الفقه، ص 65)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب لکھتے ہیں:

''اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث نہیں کرتے۔ یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص و حدوث کی علامات سے مبرا ہے۔ جیسا کہ ہمارے متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت و شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تا کہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استوا سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت۔ تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔ البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور جملہ علاماتِ حدوث سے منزہ ہے۔''

(المهند على المفند، ص 48)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

لَفْظُ الْجِهَةِ قَدْ يُرَادُ بِهٖ شَيْءٌ مَّوْجُودٌ غَيْرُ اللّٰهِ فَيَكُونُ مَخْلُوقًا، كَمَا إِذَا أُرِيدَ بِالْجِهَةِ نَفْسُ الْعَرْشِ أَوْ نَفْسُ السَّمٰوَاتِ، وَقَدْ يُرَادُ بِهٖ مَا لَيْسَ بِمَوْجُودٍ غَيْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى، كَمَا إِذَا أُرِيدَ بِالْجِهَةِ مَا فَوْقَ الْعَالَمِ.

وَمَعْلُومٌ أَنَّهٗ لَيْسَ فِي النَّصِّ إِثْبَاتُ لَفْظِ الْجِهَةِ وَلَا نَفْيُهٗ، كَمَا فِيهِ إِثْبَاتُ الْعُلُوِّ وَ الْاِسْتِوَاءِ وَالْفَوْقِيَّةِ وَالْعُرُوجِ إِلَيْهِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَقَدْ عُلِمَ أَنَّ مَا ثَمَّ مَوْجُودٌ إِلَّا الْخَالِقَ وَالْمَخْلُوقَ، وَالْخَالِقُ مُبَايِنٌ لِّلْمَخْلُوقِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى، لَيْسَ فِي مَخْلُوقَاتِهٖ شَيْءٌ مِّنْ ذَاتِهٖ، وَلَا فِي ذَاتِهٖ شَيْءٌ مِّنْ مَخْلُوقَاتِهٖ. فَيُقَالُ لِمَنْ نَفَى الْجِهَةَ: أَتُرِيدُ بِالْجِهَةِ أَنَّهَا شَيْءٌ مَّوْجُودٌ مَخْلُوقٌ، فَاللّٰهُ لَيْسَ دَاخِلًا فِي الْمَخْلُوقَاتِ، أَمْ تُرِيدُ بِالْجِهَةِ مَا وَرَاءَ الْعَالَمِ، فَلَا رَيْبَ أَنَّ اللّٰهَ فَوْقَ الْعَالَمِ، بَائِنٌ مِّنَ الْمَخْلُوقَاتِ، وَكَذٰلِكَ يُقَالُ لِمَنْ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ فِي جِهَةٍ، أَتُرِيدُ بِذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ فَوْقَ الْعَالَمِ، أَوْ تُرِيدُ بِهٖ أَنَّ اللّٰهَ دَاخِلٌ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْمَخْلُوقَاتِ، فَإِنْ أَرَدْتَّ الْأَوَّلَ فَهُوَ حَقٌّ، وَّإِنْ أَرَدْتَّ الثَّانِيَ فَهُوَ بَاطِلٌ.

''لفظ جہت سے کبھی اللہ کے علاوہ موجود چیز مراد ہوگی، اس صورت میں اسے مخلوق کہیں گے، اسی طرح اگر جہت سے مراد عرش یا آسمان لیں (تو بھی مخلوق

ہو گی) اور کبھی اس سے مراد اللہ کے علاوہ غیر موجود چیز ہوتی ہے، جیسا کہ جہت سے مراد کائنات سے اوپر والی جانب لیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ نص میں لفظ جہت کا اثبات وارد ہوا ہے، نہ نفی۔ لیکن علو، استواء، فوقیت اور عروج وغیرہ کا اثبات ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ کائنات میں یا خالق ہے، یا مخلوق (تیسری چیز کوئی نہیں)۔ خالق مخلوق سے علیحدہ ہے، نہ مخلوق میں خالق کی ذات کا کچھ عنصر ہے اور نہ ہی خالق میں مخلوق کی ذات کا کوئی حصہ داخل ہے۔
منکر جہت کو کہا جائے گا کہ آپ کسی موجود اور مخلوق چیز کو جہت کہتے ہیں، تو اللہ مخلوقات میں داخل نہیں ہے اور اگر آپ جہت سے مراد کائنات سے ماورا مکان لیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کائنات سے اوپر ہے اور مخلوقات سے جدا ہے۔
اللہ تعالیٰ کو جہت میں ماننے والے سے بھی عرض کیا جائے گا کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات سے اوپر ہے یا کہ کسی مخلوق میں داخل ہے؟ اگر پہلی بات مراد ہے، تو صحیح ہے اور اگر دوسری مراد ہے، تو باطل ہے۔"

(التدمرية، ص66-67)

نیز لکھتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ أَخَذُوا لَفْظَ الْجِهَةِ بِالِاشْتِرَاكِ وَتَوَهَّمُوا وَأَوْهَمُوا أَنَّهُ إِذَا كَانَ فِي جِهَةٍ كَانَ فِي كُلِّ شَيْءٍ غَيْرِهِ، كَمَا يَكُونُ الْإِنْسَانُ فِي بَيْتِهِ، وَكَمَا يَكُونُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْكَوَاكِبُ فِي السَّمَاءِ، ثُمَّ رَتَّبُوا عَلٰى ذٰلِكَ أَنَّهُ يَكُونُ مُحْتَاجًا إِلٰى غَيْرِهِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى غَنِيٌّ عَنْ كُلِّ مَا سِوَاهُ، وَهٰذِهِ مُقَدِّمَاتٌ كُلُّهَا بَاطِلَةٌ.

''ان (جہمیہ) نے لفظ جہت کو (خالق ومخلوق میں) مشترک سمجھا۔ خود بھی وہم کا شکار ہوئے اور دوسروں کو بھی وہم ڈالا کہ اگر اللہ کی کوئی جہت ہے، وہ تو ہر چیز ہی کسی نہ کسی جہت میں ہے۔ جیسے انسان اپنے گھر میں ہوتا ہے اور سورج، چاند، ستارے آسمان میں ہیں۔ پھر کہا کہ ان میں ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔ (لہٰذا اللہ تعالیٰ کی کوئی جہت نہیں۔) یہ تمام مقدمات باطل ہیں۔'' (مِنهاج السّنة النّبوية: 648/2)

سلف صالحین کی مخالفت میں صفات باری تعالیٰ میں لغت عرب کی بنیاد پر تاویلات کو جائز قرار دینا تا کہ کم فہم سمجھ لیں، دراصل عقیدہ توحید کے منافی ہے۔ صفات باری تعالیٰ کو اپنے ظاہری معنی سے پھیر کر مجاز کی طرف لانا اللہ اور اس کے رسول کی مراد کے خلاف ہے۔ توحید کوئی ایسی چیز نہیں کہ عوام کے لیے اس کا حلیہ بگاڑ دیا جائے۔

جبکہ بات بالکل سادہ ہے کہ اللہ کی صفات اللہ کے شایاں شان ہیں اور مخلوقات کی صفات ان کے شایاں شان ہے۔ اللہ کی صفات میں کمال اور دوام ہے، جبکہ مخلوق کی صفات ایسی نہیں۔ تحریف و تاویل کی ضرورت تو تب پڑے، اگر کوئی یہ کہتا ہو کہ خالق کی صفات مخلوق کی طرح ہے۔

علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں:

لِذٰلِكَ صَارَ كَلَامُ الْمُتَأَخِّرِينَ كَثِيرًا، قَلِيلَ الْبَرَكَةِ، بِخِلَافِ كَلَامِ الْمُتَقَدِّمِينَ، فَإِنَّهٗ قَلِيلٌ، كَثِيرُ الْبَرَكَةِ، لَا كَمَا يَقُولُهٗ ضُلَّالُ الْمُتَكَلِّمِينَ وَجَهَلَتُهُمْ: إِنَّ طَرِيقَةَ الْقَوْمِ أَسْلَمُ، وَإِنَّ طَرِيقَتَنَا أَحْكَمُ وَأَعْلَمُ، وَلَا كَمَا يَقُولُهٗ مَنْ لَمْ يُقَدِّرْهُمْ مِنَ الْمُنْتَسِبِينَ إِلَى الْفِقْهِ:

إِنَّهُمْ لَمْ يَتَفَرَّغُوا لاستنباط الفقه وَضَبْطِ قَوَاعِدِهِ وَأَحْكَامِهِ اشْتِغَالًا مِنْهُمْ بِغَيْرِهِ، وَالْمُتَأَخِّرُونَ تَفَرَّغُوا لِذٰلِكَ، فَهُمْ أَفْقَهُ!

فَكُلُّ هٰؤُلَاءِ مَحْجُوبُونَ عَنْ مَعْرِفَةِ مَقَادِيرِ السَّلَفِ، وَعُمْقِ عُلُومِهِمْ، وَقِلَّةِ تَكَلُّفِهِمْ، وَكَمَالِ بَصَائِرِهِمْ.

''متاخرین کی گفتگو لمبی ہوتی ہے اوراس میں برکت کم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس متقدمین کا کلام مختصر ہوتا تھا اور اس میں برکت بے بہا ہوتی تھی۔ گمراہ اورعلم وعرفان سے عاری متکلمین نے کہا ہے کہ اسلاف کا طریقہ اسلم تھا اور ہمارا طریقہ احکم اور اعلم ہے۔ اسی طرح نام نہاد 'فقہا' نے کہا ہے کہ سلف دیگر مشغولیت کی بنا پر فقہ، اصول فقہ اور احکامات مرتب کرنے سے قاصر رہ گئے اور متاخرین نے ان پر توجہ دی، لہٰذا متاخرین بڑے فقیہ ہیں! ان کی بات بالکل باطل ہے، کیونکہ یہ لوگ سلف کی قدر و منزلت کی معرفت، علوم کی گہرائی، قلت تکلف اور بصیرت کی بہتات سے نا آشنا ہیں۔'' (شرح العقيدة الطّحاوية، ص 76)

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''نفی مماثل کے بعد آگے ان کے دو طریق ہیں۔ ایک طریقہ سلف کا ہے کہ اس کو حقیقی معنی پر محمول فرماتے ہیں اور حقیقی معنی کی کنہ مفوض بعلم الٰہی کرتے ہیں اور اس کی کوئی کیفیت متعین نہیں کرتے۔ اور دوسرا طریقہ خلف کا ہے کہ اس میں مناسب تاویل کر لیتے ہیں تاکہ گمراہ فرقے مشبہہ و مجسمہ ان کو غلطی میں واقع نہ کرسکیں اس طرح سے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ عرش پر مستقر ہیں اور استقرار کے معنی ظاہر ہیں کہ جمنے اور بیٹھنے کے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ

عرش پر بیٹھا ہے، جیسے ہم تخت پر بیٹھے ہیں، تو وہ بھی ہماری طرح جسمانی چیز ہے۔نعوذ باللہ! اس شبہ کا جواب اگرچہ سلف کے طریق پر یہ ہے کہ استقرار تو ثابت ہے، مگر یہ ضرور نہیں کہ ہمارے استقرار کی طرح ہو، جس سے جسم ہونا لازم آوے، بلکہ اس کی اور ہے، جو ہم کو معلوم نہیں اور یہ جواب صحیح بھی ہے، لیکن عوام کو یہ سمجھانا مشکل ہے کہ استقرار تو ہے، مگر ہماری طرح کا نہیں۔اسی طرح سے وہ یہ شبہ ڈال سکتے ہیں کہ دیکھو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ''ید'' یعنی ہاتھ اور حدیث میں ''وضع قدم'' یعنی پاؤں رکھنا وارد ہے اور ظاہر ہے کہ ہاتھ اور پاؤں اعضائے جسمانیہ ہیں، تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اعضائے جسمانیہ ہیں اس کا صحیح جواب بھی سلف کے طریقہ پر یہ ہے کہ ''ید'' اور ''قدم'' تو ہیں، لیکن ہماری طرح کے نہیں، مگر اس کا سمجھنا بھی عوام کو مشکل ہے، ان کا ذہن تو ان مفہومات سے تجسیم اور تشبیہ کی طرف جاتا ہے اور اس عقیدہ تجسیم و تشبیہ سے بچانا واجب تھا، اس لیے علما خلف نے اس کی یہ تدبیر کی کہ ایسے حقائق کی ایسے طریق سے تاویل کر دی کہ نہ قرآن و حدیث متروک ہو اور نہ عقیدہ تجسیم و تشبیہ میں مبتلا ہوں، مثلاً استوی علی العرش کو کنایہ تنفیذ احکام سے کہہ دیا اور ''ید'' کے معنی قدرت کے کہہ دیے، ''وضع قدم'' کے معنی مقہور کر دینے کے کہہ دیے۔'' (بوادر النوادر، ص603)

آپ جب کہتے ہیں کہ صفات باری تعالیٰ میں صحیح منہج سلف صالحین کا ہے۔ اس سے مشبہہ اور مجسمہ کا رد ہو جاتا ہے، تو کیا ضرورت ہے، کسی دوسری راہ پہ چلنے کی، جو سلف سے ثابت ہی نہ ہو؟

مولانا حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:

”اہل سنت والجماعت ان تمام صفات کی تاویل ضروری سمجھتے ہیں، ”ید“ سے مراد قوت ہے، کیونکہ اہل سنت والجماعت کے ان مشابہات کے بارے میں دو طریقے ہیں۔ سلف صالحین تو کہتے ہیں: لِلّٰهِ يَدٌ كَمَا يَلِيقُ بِشَانِهٖ، لَا كَأَيْدِينَا، کیونکہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کے مطابق وہ تشبیہ سے بھی منزہ ہے اور مالا یلیق سے بھی منزہ ہے، لیکن متاخرین نے یہ مسائل عوام کو سمجھانا مشکل جانا، تو کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ ”ید“ کے معنی نعمت کے ہوں یا قدرت کے ہوں، عرب میں یہ استعمال برابر چلی آتی ہے، تو خلف نے ان میں تاویل کی۔“
(تقریر ترمذی، ص 581)

نیز لکھتے ہیں:

”مثلاً علی العرش استویٰ وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استوی ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے، جس کی وجہ سے ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے، مگر یہ مقدس بزرگوار ان سب آیات و احادیث میں مثل سلف نفی لوازم حدوث و جسمیت توقف فرماتے ہیں اور یا مثل خلف ان کے تاویلات جائز فرماتے ہیں۔“ (الشہاب الثاقب، ص 243)

اگر استوا کو ظاہری معنی پر رکھا جائے، تو ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے۔ سوال ہے کہ کیا سلف کا عقیدہ ناقص ہے اور خلف کا عقیدہ درست ہے؟ حالانکہ یہ بات بدیہی البطلان ہے، کیونکہ سلف کا عقیدہ اسلم، احکم اور اعلم ہے۔ اگر صفات باری تعالیٰ کو ان کے ظاہری معنی پر رکھنے سے جسمیت لازم آتی، تو ذات باری تعالیٰ کے ثبوت

سے کیا لازم آتا ہے؟ اہل سنت والجماعت تو کہتے ہیں کہ اللہ وہ ذات ہے، جس کی یہ صفات ہیں اور یہ صفات اس کے لیے ایسے ثابت کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق خبر دی ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے، لہٰذا ہم بھی کہیں گے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے، لیکن کیسے؟ جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

كَمَا أَنَّ الرَّبَّ نَفْسَهُ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ، فَصِفَاتُهُ كَذَاتِهِ.

''چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی مثل کوئی چیز نہیں، لہٰذا اس کی صفات بھی اس کی ذات کی طرح ہیں۔'' (درء تعارض العقل والنّقل: 198/10)

نیز فرماتے ہیں:

كُنْهُ ذَاتِهِ وَصِفَاتِهِ الَّتِي لَا يَعْلَمُهَا غَيْرُهُ.

''اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت کا علم اسی کے پاس ہے۔''

(درء تعارض العقل والنّقل: 207/1)

مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''باری تعالیٰ کے لیے نزول وعروج کا ثابت کرنا حالاں کہ وہ مکان اور جہت سے منزہ ہے، بطور تشبیہ کے ہے۔ جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے محل سرا سے نزول کر کے رعایا کی طرف آتے ہیں، ایسے ہی آخری شب میں توجہ باری تعالیٰ کا نزول الی الخلق ہوتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ يَنْزِلُ رَحْمَةُ اللّٰهِ أَوْ مِلْكُ اللّٰهِ تیسری توجیہ سلف کی یہ ہے کہ ان روایات کو ہم اصل معنی پر باقی رکھتے ہیں، لیکن ہم ان کی کیفیت کو نہیں جانتے، يَنْزِلُ كَمَا يَلِيقُ بِشَانِهِ، جیسے شمس

کی شعاعوں کا نزول ہوا، ملائکہ اور جنات کا نزول ہمارے نزول کی طرح نہیں ہے۔" (درس ترمذی 526-527)

اہل سنت کا نزول باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ ہے کہ اللہ خود نازل ہوتے ہیں، یہ اللہ کا حقیقی نزول ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔ اس کی کیفیت کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اہل باطل اور اہل تاویل وتحریف یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کا نزول ہوتا ہے۔

1. یہ نظریہ احادیث صحیحہ اور اجماع سلف صالحین کے مخالف ہے۔
2. اللہ کا حکم ہمہ وقت نازل ہوتا ہے۔ دن اور رات کے کسی حصے کے ساتھ خاص نہیں۔
3. یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا امر کہے: مَنْ يَّدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهٗ.

اللہ کا آسمان دنیا پر نازل ہونا (اترنا)، اس کے علو (بلندی) کے منافی نہیں، کیونکہ اللہ جیسی کوئی شے نہیں۔ اللہ کے نزول کو مخلوق کے نزول پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

امام ابو جعفر ترمذی محمد بن احمد بن نصر رحمہ اللہ (295ھ) سے ایک سائل نے نبی ﷺ کی حدیث: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا کے بارے میں پوچھا:

فَالنُّزُولُ، كَيْفَ يَكُونُ يَبْقٰى فَوْقَهٗ عُلُوٌّ؟

"اگر نزول مانا جائے، تو صفت علو باقی کیسے رہے گی؟

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

اَلنُّزُولُ مَعْقُولٌ، وَّالْكَيْفُ مَجْهُولٌ وَّالْإِيمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ، وَّالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ.

"نزول کا معنی معلوم ہے، کیفیت نامعلوم ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے

اور اس (کیفیت) کے متعلق سوال کرنا ہی بدعت ہے۔"

(تاریخ بغداد للخطیب:382/1، وسندہٗ صحیحٌ)

مولانا ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

"اسی طرح سمجھو کہ استواء علی العرش سے ظاہری اور حسی معنی مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہے، بل کہ اس سے اللہ کے علوِ شان اور رفعت مرتبہ کا بتلایا ہے، کما قال تعالیٰ: ﴿رَفِيعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ﴾ اور اسی طرح جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شب آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، سو معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کوئی جسم ہے کہ عرش سے اتر کر آسمان دنیا پر آتا ہے، بلکہ اس خاص وقت میں اس کی رحمت کا نزول یا کسی رحمت کے فرشتے کا آسمان دنیا پر اترنا مراد ہوتا ہے۔" (عقائد الاسلام، حصہ دوم، ص40-41)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (561ھ) فرماتے ہیں:

يَنْبَغِي إِطْلَاقُ صِفَةِ الْإِسْتِوَاءِ مِنْ غَيْرِ تَأْوِيلٍ، وَأَنَّهُ اسْتِوَاءُ الذَّاتِ عَلَى الْعَرْشِ لَاعَلٰى مَعْنَى الْقُعُودِ وَالْمَمَاسَّةِ كَمَا قَالَتِ الْمُجَسِّمَةُ وَالْكَرَامِيَةُ، وَلَا عَلٰى مَعْنَى الْعُلُوِّ وَالرِّفْعَةِ كَمَا قَالَتِ الْأَشْعَرِيَّةُ، وَلَا عَلٰى مَعْنَى الْإِسْتِيلَاءِ وَالْغَلْبَةِ كَمَا قَالَتِ الْمُعْتَزِلَةُ، لِأَنَّ الشَّرْعَ لَمْ يُرِدْ بِذٰلِكَ، وَلَا نُقِلَ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ، بَلِ الْمَنْقُولُ عَنْهُمْ حَمْلُهٗ عَلَى الْإِطْلَاقِ.

"صفت استوا کو بغیر کسی تاویل کے بیان کرنا چاہیے، اس سے ذات باری

تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا مراد ہے، بیٹھنا یا چھونا مراد نہیں، جیسا کہ مجسمہ اور کرامیہ نے کہا ہے۔ نہ ہی علو شان اور رفعت مرتبہ مراد ہے، جیسا کہ اشاعرہ کا موقف ہے اور نہ ہی استیلا اور غلبہ کے معنی میں ہے، جیسا کہ معتزلہ نے کہا ہے، کیونکہ یہ تمام معانی شریعت سے ثابت ہیں، نہ سلف صالحین میں کسی صحابی و محدث تابعی سے منقول و ماثور ہیں، بل کہ ان تمام سے اسے ظاہری معنی پر محمول کرنا ہی ثابت ہے۔" (غنية الطالبين: 50/1)

مولانا احمد یار خاں نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"خدا کے لیے ہاتھ منہ (چہرہ از ناقل) ہونا عقل کے خلاف ہے، لہٰذا یہ آیات واجب التاویل ہیں۔" (جاء الحق، حصہ دوئم، ص 50)

محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

"حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے لیے "ید" (ہاتھ) اور "انامل" (انگلیاں) کا اثبات ہے اور از قبیل متشابہات ہیں، جس کی حقیقت تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم، ہاتھ اور پوروں سے پاک ہے۔"

(عقائد و نظریات، ص 210)

شیخ الاسلام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ تَعَالٰی: ﴿مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ ﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾ (المائدۃ: 64) قَالَتِ الْجَهْمِيَّةُ: مَجَازٌ فِي النِّعْمَةِ أَوِ الْقُدْرَةِ، وَهٰذَا بَاطِلٌ مِّنْ وُّجُوهٍ: أَحَدُهَا: أَنَّ الْأَصْلَ الْحَقِيقَةُ فَدَعْوَى الْمَجَازِ مُخَالَفَةٌ لِّلْأَصْلِ، الثَّانِي: أَنَّ ذٰلِكَ خِلَافُ الظَّاهِرِ

فَقَدِ اتَّفَقَ الْأَصْلُ وَالظَّاهِرُ عَلٰى بُطْلَانِ هٰذِهِ الدَّعْوٰى، الثَّالِثُ: أَنَّ مُدَّعِيَ الْمَجَازِ الْمُعَيَّنِ يَلْزَمُهُ أُمُورٌ، أَحَدُهَا: إِقَامَةُ الدَّلِيلِ الصَّارِفِ عَنِ الْحَقِيقَةِ، إِذْ مُدَّعِيهَا مَعَهُ الْأَصْلُ وَالظَّاهِرُ وَمُخَالِفُهَا مُخَالِفٌ لَهُمَا جَمِيعًا، ثَانِيهَا: بَيَانُ احْتِمَالِ اللَّفْظِ لِمَا ذَكَرَهُ مِنَ الْمَجَازِ لُغَةً وَّإِلَّا كَانَ مُنْشِئًا مِّنْ عِنْدِهٖ وَضْعًا جَدِيدًا، ثَالِثُهَا: احْتِمَالُ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى فِي هٰذَا السِّيَاقِ الْمُعَيَّنِ، فَلَيْسَ كُلُّ مَا احْتَمَلَهُ اللَّفْظُ مِنْ حَيْثُ الْجُمْلَةُ يَحْتَمِلُهُ هٰذَا السِّيَاقُ الْخَاصُّ، وَهٰذَا مَوْضِعٌ غَلِطَ فِيهِ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ أَوْ يُمَيِّزْ بَيْنَ مَا يَحْتَمِلُهُ اللَّفْظُ بِأَصْلِ اللُّغَةِ وَإِنْ لَمْ يَحْتَمِلْهُ فِي هٰذَا التَّرْكِيبِ الْخَاصِّ وَبَيْنَ مَا يَحْتَمِلُهُ فِيهِ، رَابِعُهَا: بَيَانُ الْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلَى الْمَجَازِ الَّذِي عَيَّنَهُ بِأَنَّهُ الْمُرَادُ إِذْ يَسْتَحِيلُ أَنْ يَكُونَ هٰذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنْ غَيْرِ قَرِينَةٍ فِي اللَّفْظِ تَدُلُّ عَلَيْهِ أَلْبَتَّةَ، وَإِذَا طُولِبُوا بِهٰذِهِ الْأُمُورِ الْأَرْبَعَةِ تَبَيَّنَ عَجْزُهُمْ.

الْوَجْهُ الرَّابِعُ: أَنَّ اطِّرَادَ لَفْظِهَا فِي مَوَارِدِ الْاِسْتِعْمَالِ وَتَنَوُّعَ ذٰلِكَ وَتَصْرِيفَ اسْتِعْمَالِهٖ يَمْنَعُ الْمَجَازَ.

"اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ ﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾ (المائدۃ: 64) "جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، تو نے اسے سجدہ کیوں نہ کیا؟" اور "بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔" کے متعلق

جہمیہ کہتے ہیں کہ اس میں ہاتھوں سے مجازی طور پر نعمت یا قدرت مراد ہے۔
یہ کئی اعتبار سے باطل ہے: ① حقیقت اصل ہے، مجاز کا دعویٰ اصل کی مخالفت ہے۔ ② یہ ظاہر کے بھی خلاف ہے، لہٰذا اصل اور ظاہر اس دعویٰ کی تردید کرتے ہیں۔ ③ مجاز کے مدعی کو کئی امور لازم آتے ہیں؛ 1۔ حقیقی معنی سے ہٹانے والا کوئی قرینہ صارفہ پیش کرے، کیوں کہ اسے حقیقت پر محمول کرنے والے کے پاس اصل اور ظاہر (دو دلیلیں) موجود ہیں اور حقیقی معنی کی مخالفت کرنے والا اصل اور ظاہر کا بھی مخالف ہے۔ 2۔ جس لفظ سے مجازی معنی مراد لیا جا رہا ہے، بتایا جائے کہ کیا لغت میں یہ لفظ اس معنی کا احتمال رکھتا ہے، ورنہ یہ اس کی اپنی جدید اختراع ہو گی۔ 3۔ بتایا جائے کہ کیا اس سیاق میں ایسے معنی کا احتمال کیا جا سکتا ہے؟ کیوں کہ ایسا تو نہیں کہ مجموعی طور پر لفظ جس معنی کا بھی احتمال رکھے، یہ مخصوص سیاق بھی اس کا احتمال رکھے۔ اس مقام پر بہت سوں نے غلطی کھائی ہے اور انھوں نے لفظ کے اصل لغوی احتمالات، جو اگرچہ اس خاص ترکیب میں اس معنی کا احتمال نہیں رکھتے، کے مابین اور جس معنی میں یہ محمول کرتے ہیں، کے مابین امتیاز نہیں کیا۔ 4۔ مجازی معنی مراد لینے پر دلائل پیش کیے جائیں، کیوں کہ ناممکن ہے کہ بغیر کسی قرینے کے لفظ کی وہ مراد لی جائے، جس پر وہ دلالت ہی نہیں کرتا۔ جب ان سے ان چار چیزوں کا مطالبہ کیا جائے گا، ان کی شکست واضح ہو جائے گی۔ ④ استعمال ہونے میں اس لفظ کا مطرد (جو قواعد اور قوانین کے مطابق ہو) ہونا، اس کا مختلف الانواع

ہونا اور بار بار استعمال ہونا مجازی معنی مراد لینے سے روکتا ہے۔"

(مختصر الصّواعق المرسلة، ص391)

نیز فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ يَعْنِي بِقُدْرَتِهِ وَنِعْمَتِهِ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا بَاطِلٌ، إِذْ قَوْلُهُ: ﴿بِيَدَيَّ﴾ يَقْتَضِي إِثْبَاتَ يَدَيْنِ هُمَا صِفَةٌ لَهُ، فَلَوْ كَانَ الْمُرَادُ بِهِمَا الْقُدْرَةُ لَوَجَبَ أَنْ يَكُونَ لَهُ قُدْرَتَانِ، وَأَنْتُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى قُدْرَةً وَاحِدَةً فَكَيْفَ يَجُوزُ أَنْ تُثْبِتُوا قُدْرَتَيْنِ وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ الْمُثْبِتُونَ لِلصِّفَاتِ وَالنَّافُونَ لَهَا عَلٰى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ لِلّٰهِ تَعَالٰى قُدْرَتَانِ، فَبَطَلَ مَا قُلْتُمْ.

"اسی طرح فرمان باری تعالیٰ: ﴿خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ "میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔" سے مراد اس کی قدرت اور نعمت لیتے ہیں۔ اسے کہا جائے گا کہ یہ معنی باطل ہے، کیونکہ ﴿بِيَدَيَّ﴾ کا لفظ دو ہاتھوں کے ثبوت کا تقاضا کرتا ہے، جو کہ اس کی صفت ہیں۔ اگر یہاں قدرت مراد ہے، تو لازم آئے گا کہ اس کی دو قدرتیں ہیں، جب کہ آپ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ہی قدرت ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے لیے دو قدرتیں ثابت کرنے کے کیوں کر مجاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات کو ثابت کرنے والے اور نفی کرنے والے ہر دو طبقہ کے مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دو قدرتیں ثابت کرنا جائز نہیں، لہٰذا تمھارا دعویٰ باطل ٹھہرا۔" (مختصر الصّواعق المرسلة، ص404)

مودودی صاحب کی بعض عبارت جو سلف سے ہٹی ہوئی ہیں:

1 ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:

''پھر تختِ حکومت پر جلوہ گر ہوا۔'' (تفهيم القرآن:262/2)

یہ قرآن و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ قرآن، حدیث، اجماع اور فطرت سے ثابت ہے کہ اللہ، رحمٰن اپنے عرش پر بلند ہے۔

2 ''رہا یہ ارشاد کہ خدا کا عرش پہلے پانی پر تھا، تو اس کا مفہوم ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ خدا کی سلطنت پانی پر تھی۔'' (تفهيم القرآن:325/2)

یہ ''سمجھ'' تاویل اور تحریف ہے۔ علمائے حق میں سے کوئی بھی یہ مراد بیان نہیں کرتا، قرآن و سنت کی وہی تعبیریں اور مفاہیم معتبر ہیں، جو صحابہ اور ائمہ سلف سے ثابت ہیں۔

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (597ھ) لکھتے ہیں:

إِجْمَاعُ السَّلَفِ مُنْعَقِدٌ عَلٰى أَنْ لَّا يَزِيدُوا عَلٰى قِرَاءَةِ الْآيَةِ، وَقَدْ شَذَّ قَوْمٌ فَقَالُوا: الْعَرْشُ بِمَعْنَى الْمِلْكِ، وَهٰذَا عُدُولٌ عَنِ الْحَقِيقَةِ إِلَى التَّجَوُّزِ، مَعَ مُخَالَفَةِ الْأَثَرِ، أَلَمْ يَسْمَعُوا قَوْلَهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ أَتَرَاهُ كَانَ الْمُلْكُ عَلَى الْمَاءِ؟

''سلف صالحین کا اجماع ہے کہ آیت کی قرأت پر زیادتی نہ کی جائے، بعض لوگوں نے شذوذ اختیار کرتے ہوئے کہا ہے: عرش کا معنی بادشاہت ہے۔ یہ حقیقت سے مجاز کی طرف عدول ہے، نیز حدیث کی بھی مخالفت ہے۔ کیا انھوں نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ ''اس کا عرش پانی

پر تھا۔" نہیں سنا؟ کیا اللہ کی ملکیت (بادشاہت) پانی پر تھی؟"

(زاد المسیر: 213/3)

3 "خالق بذات خود کسی مقام پر متمکن نہیں ہے۔"

(تفہیم القرآن: 590/2)

اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق خبر دی ہے کہ وہ عرش پر بلند ہے۔

کسی بچے سے پوچھا جائے کہ اللہ کہاں ہے؟ تو وہ اوپر کو اشارہ کرے گا یا زبان سے کہے گا: "اوپر ہے۔"

4 "اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی خاص مقام پر رہتا ہے، کیوں کہ اس کی ذات زمان و مکان کی قیود سے منزہ ہے۔"

(تفہیم القرآن: 87/6)

5 "اور ذات باری تعالیٰ کا جو تصور ہم کو قرآن مجید میں دیا گیا ہے، وہ بھی یہ خیال کرنے میں مانع ہے کہ وہ جسم اور جہت اور مقام سے منزہ ہستی کسی جگہ متمکن ہو اور کوئی مخلوق اسے اٹھائے۔" (تفہیم القرآن: 41/6)

جب انسان سلف صالحین سے بے نیاز ہو جائے، تو حق بھی اسے باطل نظر آتا ہے۔ صفات باری تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت محتاط ہیں۔ وہ اس باب میں نصوص کو ان کے ظاہری معنی پر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق جو خبر دی ہے، اسے ثابت کرتے ہیں، جس کی نفی کی ہے، نفی کرتے ہیں۔ جس سے سلف نے سکوت اختیار کیا، ہم بھی اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

حَقِيقَةُ الْأَمْرِ فِي الْمَعْنٰى أَنْ يُّنْظَرَ إِلَى الْمَقْصُودِ، فَمَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ

الْمَكَانَ لَا يَكُونُ إِلَّا مَا يَفْتَقِرُ إِلَيْهِ الْمُتَمَكِّنُ، سَوَاءً كَانَ مُحِيطًا بِهٖ أَوْ كَانَ تَحْتَهُ فَمَعْلُومٌ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَيْسَ فِي مَكَانٍ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ، وَمَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ الْعَرْشَ هُوَ الْمَكَانُ، وَأَنَّ اللّٰهَ فَوْقَهُ، مَعَ غِنَاهُ عَنْهُ، فَلَا رَيْبَ أَنَّهُ فِي مَكَانٍ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ، فَمِمَّا يَجِبُ نَفْيُهُ بِلَا رَيْبٍ افْتِقَارُ اللّٰهِ إِلٰى مَا سِوَاهُ، فَإِنَّهُ سُبْحَانَهُ غَنِيٌّ عَمَّا سِوَاهُ، وَكُلُّ شَيْءٍ فَقِيرٌ إِلَيْهِ، فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُوصَفَ بِصِفَةٍ تَتَضَمَّنُ افْتِقَارَهُ إِلٰى مَا سِوَاهُ.

''حقیقت یہ ہے کہ مقصد کو دیکھا جائے۔ جو یہ سمجھے کہ مکان اسے کہتے ہیں، جس کا رہنے والا محتاج ہوتا ہے، گو وہ مکان اسے گھیرے ہوئے ہو یا اس کے نیچے ہو، تو طشت از بام ہے کہ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کسی مکان میں نہیں ہے۔ جس کا عقیدہ ہو کہ عرش ایک مکان ہے اور اس کے اوپر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس کا محتاج نہیں، تو اس اعتبار سے بلا شبہ اللہ تعالیٰ مکان میں ہے۔ لہٰذا جس چیز کی نفی کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ اسے کسی ایسی صفت سے متصف کرنا جائز نہیں، جس سے اس کا محتاج ہونا لازم آئے۔''(درء تعارض العقل والنقل: 249/6)

نیز فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ قِيَاسَ اللّٰهِ الْخَالِقِ لِكُلِّ شَيْءٍ الْغَنِيِّ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ الصَّمَدِ الَّذِي يَفْتَقِرُ إِلَيْهِ كُلُّ شَيْءٍ بِالْمَخْلُوقَاتِ الضَّعِيفَةِ الْمُحْتَاجَةِ عَدْلٌ

لَّهَا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَنْ عَدَلَهَا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ فَإِنَّهُ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ.

''لیکن اللہ تعالیٰ، جو سب کا خالق، سب سے غنی اور ایسا بے پرواہ کہ ہر چیز اس کی محتاج ہے، کو محتاج اور کمزور مخلوقات پر قیاس کرنا مخلوق کو رب العالمین کے برابر کرنے کے مترادف ہے اور جو مخلوق کو رب العالمین کے برابر کرے، وہ واضح گمراہی میں ہے۔'' (بيان تلبيس الجهمية:622/3)

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

اِسْتِوَاؤُهُ وَعُلُوُّهُ عَلٰى عَرْشِهٖ سَلَامٌ مِنْ أَنْ يَّكُونَ مُحْتَاجًا إِلٰى مَا يَحْمِلُهُ أَوْ يَسْتَوِي عَلَيْهِ بَلِ الْعَرْشُ مُحْتَاجٌ إِلَيْهِ وَحَمَلَتُهُ مُحْتَاجُونَ إِلَيْهِ فَهُوَ الْغَنِيُّ عَنِ الْعَرْشِ وَعَنْ حَمَلَتِهٖ وَعَنْ كُلِّ مَا سِوَاهُ فَهُوَ اسْتِوَاءٌ وَّعُلُوٌّ لَّا يَشُوبُهُ حَصْرٌ وَّلَا حَاجَةَ إِلٰى عَرْشٍ وَّلَا غَيْرِهٖ وَلَا إِحَاطَةَ شَيْءٍ بِهٖ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى بَلْ كَانَ سُبْحَانَهُ وَلَا عَرْشَ وَلَمْ يَكُنْ بِهٖ حَاجَةٌ إِلَيْهِ وَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ بَلِ اسْتِوَاؤُهُ عَلٰى عَرْشِهٖ وَاسْتِيلَاؤُهُ عَلٰى خَلْقِهٖ مِنْ مُوجِبَاتِ مِلْكِهٖ وَقَهْرِهٖ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلٰى عَرْشٍ وَّلَا غَيْرِهٖ بِوَجْهٍ مَّا وَنُزُولُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا سَلَامٌ مِّمَّا يُضَادُّ عُلُوَّهُ وَسَلَامٌ مِّمَّا يُضَادُّ غِنَاهُ وَكَمَالَهُ سَلَامٌ مِّنْ كُلِّ مَا يَتَوَهَّمُ مُعَطِّلٌ أَوْ مُشَبِّهٌ وَّسَلَامٌ مِّنْ أَنْ يَّصِيرَ تَحْتَ شَيْءٍ أَوْ مَحْصُورًا فِي شَيْءٍ تَعَالَى اللّٰهُ رَبُّنَا عَنْ كُلِّ مَا يُضَادُّ

كَمَالَهُ وَغِنَاهُ وَسَمْعَهُ وَبَصَرَهُ سَلَامٌ مِّنْ كُلِّ مَا يَتَخَيَّلُهُ مُشَبِّهٌ أَوْ يَتَقَوَّلُهُ مُعَطِّلٌ وَّمُوَالَاتُهُ لِأَوْلِيَائِهِ سَلَامٌ مِّنْ أَنْ تَكُونَ عَنْ ذٰلِكَ كَمَا يُوَالِي الْمَخْلُوقُ الْمَخْلُوقَ، بَلْ هِيَ مُوَالَاةُ رَحْمَةٍ وَّخَيْرٍ وَّإِحْسَانٍ وَّبِرٍّ.

''اللہ تعالیٰ کا مستوی ہونا اور اپنے عرش پر بلند ہونا اس سے پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اٹھانے والے یا جس چیز پر بلند ہے، کا محتاج ہو، بل کہ عرش اور حاملین عرش اس کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ عرش، حاملین عرش اور ہر غیر سے غنی ہے۔ یہ استوا اور علو ایسا ہے، جس میں کوئی محصور چیز نہیں ملی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کو عرش یا کسی اور شے کی حاجت نہیں اور نہ اسے کوئی چیز محیط ہے، بل کہ ایک وقت اللہ تعالیٰ تھا، لیکن عرش نہیں تھا اور نہ ہی اسے عرش کی حاجت تھی۔ وہ غنی اور بزرگ ہے۔ بل کہ اس کا عرش پر مستوی ہونا اور اپنی مخلوق پر بلند ہونا اس کی بادشاہت اور قہر کے موجبات میں سے ہے، جسے کسی صورت بھی عرض (اہل کلام کی اصطلاح ہے، جس کا معنی ہے کہ جو کسی ذات کے ساتھ قائم ہو، بذات خود قائم نہ ہو۔ از ناقل) وغیرہ کی ضرورت نہ ہو۔ اس کا ہر رات نزول اس کے علو، غنی اور کمال کے مخالف نہیں ہے۔ اسی طرح معطِّل اور مشبِّہ کے جملہ اوہام سے بھی پاک ہے۔ اس سے بھی پاک ہے کہ باری تعالیٰ کسی چیز کے ماتحت ہو یا کسی چیز میں محصور ہو جائے۔ ہمارا رب ہر اس نقص سے پاک ہے، جس اس کے کمال، غنی، سمع اور بصر کے مخالف ہو۔ باری تعالیٰ مشبہہ کے

خیالات اور معطلہ کے اختراعات سے پاک ہے۔ اس کا اپنے اولیا سے محبت وموالات مخلوق کے مخلوق کے ساتھ محبت کی طرح نہیں ہے، بل کہ یہ محبت رحمت، خیر، احسان اور نیکی کی وجہ سے ہے۔" (بدائع الفوائد: 136/2)

5 "اس کے ہاتھ میں اقتدار" ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ جسمانی ہاتھ رکھتا ہے، بل کہ لفظ محاورہ کے طور پر "قبضہ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عربی کی طرح ہماری زبان میں بھی جب یہ کہتے ہیں کہ اختیارات فلاں کے ہاتھ میں ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہی سارے اختیارات کا مالک ہے، کسی دوسرے کا اس میں دخل نہیں ہے۔" (تفہیم القرآن: 41/6)

امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب عقیدہ ہے:

لَهٗ يَدٌ وَّوَجْهٌ وَّنَفْسٌ كَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ، فَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ مِنْ ذِكْرِ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَالنَّفْسِ فَهُوَ لَهٗ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَّلَا يُقَالُ: إِنَّ يَدَهٗ قُدْرَتُهٗ أَوْ نِعْمَتُهٗ لِأَنَّ فِيهِ إِبْطَالَ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْقَدْرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰكِنْ يَدُهٗ صِفَتُهٗ بِلَا كَيْفٍ.

"اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، چہرہ اور نفس ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر کیا ہے۔ چہرے، ہاتھ اور نفس میں سے جو رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے، وہ اس کی صفات ہیں، جس کی نہ کیفیت بیان کی جاسکتی ہے اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے ہاتھ سے مراد قدرت یا نعمت ہے، کیوں کہ اس سے صفت کا بطلان لازم آتا ہے، جو کہ قدریہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے، بل کہ ہاتھ

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جس کی کیفیت معلوم نہیں۔'' (الفقه الأكبر، ص 27)

نیز کہتے ہیں:

لَا يُوصَفُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِصِفَاتِ الْمَخْلُوقِينَ، وَغَضَبُهٗ وَرِضَاهُ صِفَتَانِ مِنْ صِفَاتِهٖ بِلَا كَيْفٍ وَّهُوَ قَوْلُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَهُوَ يَغْضَبُ وَيَرْضٰى وَلَا يُقَالُ: غَضَبُهٗ عُقُوبَتُهٗ وَرِضَاهُ ثَوَابُهٗ وَنَصِفُهٗ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ أَحَدٌ صَمَدٌ لَّمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ حَيٌّ قَيُّومٌ قَادِرٌ سَمِيعٌ بَصِيرٌ عَالِمٌ، يَّدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ لَيْسَتْ كَأَيْدِي خَلْقِهٖ وَلَيْسَتْ جَارِحَةً، وَّهُوَ خَالِقُ الْأَيْدِي وَوَجْهُهٗ لَيْسَ كَوُجُوهِ خَلْقِهٖ وَهُوَ خَالِقُ كُلِّ الْوُجُوهِ وَنَفْسُهٗ لَيْسَتْ كَنَفْسِ خَلْقِهٖ وَهُوَ خَالِقُ كُلِّ النُّفُوسِ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ○﴾.

''اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی صفات سے متصف نہیں کیا جائے گا۔ غضب اور رضا دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، ان کی کیفیت بیان نہیں کی جائے گی، یہ اہل سنت کا منہج ہے۔ اللہ تعالیٰ غصے ہوتے ہیں اور راضی بھی ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ کے غضب سے مراد اس کی عقوبت اور رضا سے مراد اس کا ثواب ہے۔ ہم اللہ کی وصف ایسے بیان کریں گے جیسے اللہ أَحَدٌ صَمَدٌ لَّمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ حَيٌّ قَيُّومٌ قَادِرٌ سَمِيعٌ بَصِيرٌ عَالِمٌ نے اپنا وصف بیان کیا ہے۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ''اللہ کا ہاتھ ان کے

ہاتھوں کے اوپر ہے۔" اللہ کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عضو جسمانی ہے، وہ تو سب ہاتھوں کا خالق ہے۔ اسی طرح اس کا چہرہ مخلوق کے چہروں کی طرح نہیں ہے، وہ تو سب چہروں کا خالق ہے۔ اس کا نفس (ذات) مخلوق کے نفسوں کی طرح نہیں ہے، وہ تو سب نفسوں کا خالق ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ "اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے اور وہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

(الفقه الأكبر، ص 161)

خطیب ابوبکر بغدادی رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْكَلَامُ فِي الصِّفَاتِ، فَإِنَّ مَا رُوِيَ مِنْهَا فِي السُّنَنِ الصِّحَاحِ، مَذْهَبُ السَّلَفِ إِثْبَاتُهَا وَإِجرَاؤُهَا عَلٰى ظَوَاهِرِهَا، وَنَفْيُ الْكَيْفِيَّةِ وَالتَّشْبِيهِ عَنْهَا، وَقَدْ نَفَاهَا قَوْمٌ، فَأَبْطَلُوا مَا أَثْبَتَهُ اللّٰهُ، وَحَقَّقَهَا قَوْمٌ مِّنَ الْمُثْبِتِينَ، فَخَرَجُوا فِي ذَالِكَ إِلٰى ضَرْبٍ مِّنَ التَّشْبِيهِ وَالتَّكْيِيفِ، وَالْقَصْدُ إِنَّمَا هُوَ سُلُوْكُ الطَّرِيقَةِ الْمُتَوَسِّطَةِ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ، وَدِينُ اللّٰهِ تَعَالٰى بَيْنَ الغَالِي فِيْهِ وَالْمُقَصِّرُ عَنْهُ.

وَالْأَصْلُ فِي هٰذَا أَنَّ الْكَلَامَ فِي الصِّفَاتِ فَرْعُ الْكَلَامِ فِي الذَّاتِ، وَيُحْتَذٰى فِي ذٰلِكَ حَذْوُهُ وَمِثَالُهُ، فَإِذَا كَانَ مَعْلُوْمًا أَنَّ إِثْبَاتَ رَبِّ الْعَالِمِينَ إِنَّمَا هُوَ إِثْبَاتُ وُجُوْدٍ لَّا إِثْبَاتُ كَيْفِيَّةٍ، فَكَذَالِكَ إِثْبَاتُ صِفَاتِهٖ إِنَّمَا هُوَ إِثْبَاتُ وُجُوْدٍ لَّا إِثْبَاتُ تَحْدِيدٍ وَّتَكْيِيفٍ. فَإِذَا قُلْنَا: لِلّٰهِ يَدٌ وَّسَمْعٌ وَّبصرٌ، فَإِنَّمَا هِيَ صِفَاتٌ أَثْبَتَهَا اللّٰهُ لِنَفْسِهٖ، وَلَا

نَقُوْلُ: إِنَّ مَعْنَى الْيَدِ الْقُدْرَةُ، وَلَا إِنَّ مَعْنَى السَّمْعِ وَالْبَصَرِ الْعِلْمُ، وَلَا نَقُوْلُ: إِنَّهَا جَوَارِحُ، وَلَا نُشَبِّهُهَا بِالْأَيْدِي وَالْأَسْمَاعِ وَالْأَبْصَارِ الَّتِي هِيَ جَوَارِحُ وَأَدَوَاتٌ لِّلْفِعْلِ، وَنَقُوْلُ: إِنَّمَا وَجَبَ إِثْبَاتُهَا لِأَنَّ التَّوْقِيفَ وَرَدَ بِهَا، وَوَجَبَ نَفْيُ التَّشْبِيهِ عَنْهَا لِقَوْلِهِ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشُّوْرٰى: 11)، وَ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الإخلَاص: 4)

''جو صفات باری تعالیٰ صحیح احادیث میں مروی ہیں، سلف صالحین ان کا اثبات کرتے ہوئے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں اور کیفیت اور تشبیہ کی نفی کرتے ہیں۔ بعض گروہوں نے ان صفات کی نفی کرتے ہوئے اسے باطل کر دیا ہے، جسے اللہ نے ثابت کیا تھا۔ بعض نے اثبات تو کیا ہے، لیکن تشبیہ و تکییف کی گمراہیوں میں مبتلا ہوں گئے۔ جب کہ درست یہ ہے کہ دونوں گروہوں کا درمیانی راستہ اختیار کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غلو اور تقصیر کے مابین ہے۔

دراصل صفات باری تعالیٰ میں گفتگو کرنا ذات باری تعالیٰ میں ہی گفتگو کرنا ہے۔ ان میں بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا، جو ذات باری تعالیٰ کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ تو بدیہی بات ہے کہ رب العالمین کا اثبات اس کی ذات کا اثبات ہے، نہ کہ اس کی کیفیت کا۔ اسی طرح صفات کا اثبات وجود کا اثبات ہے، نہ کہ کیفیت اور تحدید کا۔ لہٰذا جب ہم کہیں گے کہ صفت ید، سمع اور بصر اللہ کے لیے ثابت ہے، تو معنی یہ ہوگا کہ یہ صفات ہیں، جنھیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ ید (ہاتھ) کا معنی قدرت ہے اور سمع و بصر کا معنی علم ہے، نہ ہی انھیں جوارح (جسمانی اعضا) قرار دیں گے اور نہ ہی انھیں ہاتھوں، کانوں اور آنکھوں، جو کہ جسمانی اعضا ہیں اور کام کرنے کے آلہ کار ہیں، کے ساتھ تشبیہ دیں گے، بل کہ ہم کہیں گے کہ ان کا اثبات واجب ہے، کیوں کہ یہ شریعت سے ثابت ہیں اور تشبیہ کی نفی کرنا بھی از حد ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ (الشّورٰی: 11) ''اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔'' نیز فرمایا: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (الإخلاص: 3) ''اور اس کے ہمسر کوئی نہیں ہے۔''

(سير أعلام النّبلاء للذّهبي:284/18، وسندهٗ صحيحٌ)

7 ''اصل الفاظ ہیں جاء ربک، جن کا لفظی ترجمہ ہے: ''تیرا رب آئے گا۔'' لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔'' (تفہیم القرآن:333/6)

شیخ الاسلام، ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

مِمَّا يُوَضِّحُ لَكَ ذٰلِكَ أَنَّ النُّزُولَ وَالْمَجِيءَ وَالْإِتْيَانَ، وَالْاِسْتِوَاءَ، وَالصُّعُودَ وَالْاِرْتِفَاعَ كُلُّهَا أَنْوَاعُ أَفْعَالٍ، وَّهُوَ الْفَعَّالُ لِمَا يُرِيدُ، وَأَفْعَالُهٗ كَصِفَاتِهٖ قَائِمَةٌ بِهٖ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فَعَّالًا وَّلَا مَوْصُوفًا بِصِفَاتِ كَمَالِهٖ، فَنُزُولُهٗ وَمَجِيئُهٗ وَاسْتِوَاؤُهٗ وَارْتِفَاعُهٗ وَصُعُودُهٗ وَنَحْوُ ذٰلِكَ، كُلُّهَا أَفْعَالٌ مِّنْ أَفْعَالِهٖ، الَّتِي إِنْ كَانَتْ مَجَازًا فَأَفْعَالُهٗ كُلُّهَا مَجَازٌ وَّلَا فِعْلَ لَهٗ فِي الْحَقِيقَةِ، بَلْ هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْجَمَادَاتِ،

وَهٰذَا حَقِيقَةُ مَنْ عَطَّلَ أَفْعَالَهُ، وَإِنْ كَانَ فَاعِلًا حَقِيقَةً فَأَفْعَالُهُ نَوْعَانِ: لَازِمَةٌ وَّمُتَعَدِّيَةٌ، كَمَا دَلَّتِ النُّصُوصُ الَّتِي هِيَ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ عَلَى النَّوْعَيْنِ.

وَبِإِثْبَاتِ أَفْعَالِهِ وَقِيَامِهَا بِهٖ تَزُولُ عَنْكَ جَمِيعُ الْإِشْكَالَاتِ، وَتُصَدِّقُ النُّصُوصُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَعْلَمُ مُطَابَقَتَهَا لِلْعَقْلِ الصَّرِيحِ، وَإِنْ أَنْكَرْتَ حَقِيقَةَ الْأَفْعَالِ وَقِيَامَهَا بِهٖ سُبْحَانَهُ اضْطَرَبَ عَلَيْكَ هٰذَا الْبَابُ أَعْظَمَ اضْطِرَابٍ، وَبَقِيتَ حَائِرًا فِي التَّوْفِيقِ بَيْنَ النُّصُوصِ وَبَيْنَ أُصُولِ النُّفَاةِ، وَهَيْهَاتَ لَكَ بِالتَّوْفِيقِ بَيْنَ النَّقِيضَيْنِ وَالْجَمْعِ بَيْنَ الضِّدَّيْنِ.

يُوَضِّحُهُ: إِنَّ الْأَوْهَامَ الْبَاطِلَةَ وَالْعُقُولَ الْفَاسِدَةَ لَمَّا فَهِمَتْ مِنْ نُزُولِ الرَّبِّ وَمَجِيئِهٖ، وَإِتْيَانِهٖ وَهُبُوطِهٖ وَدُنُوِّهٖ مَا يُفْهَمُ مِنْ مَجِيءِ الْمَخْلُوقِ وَإِتْيَانِهٖ وَهُبُوطِهٖ وَدُنُوِّهٖ وَهُوَ أَنْ يُفْرِغَ مَكَانًا وَّيَشْغَلَ مَكَانًا نَفَتْ حَقِيقَةَ ذٰلِكَ فَوَقَعَتْ فِي مَحْذُورَيْنِ: مَحْذُورِ التَّشْبِيهِ وَمَحْذُورِ التَّعْطِيلِ، وَلَوْ عَلِمَتْ هٰذِهِ الْعُقُولُ الضَّعِيفَةُ أَنَّ نُزُولَهُ سُبْحَانَهُ وَمَجِيئَهُ وَإِتْيَانَهُ لَا يُشْبِهُ نُزُولَ الْمَخْلُوقِ وَإِتْيَانَهُ وَمَجِيئَهُ، كَمَا أَنَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ وَعِلْمَهُ وَحَيَاتَهُ كَذَالِكَ، بَلْ يَدُهُ الْكَرِيمَةُ وَوَجْهُهُ الْكَرِيمُ كَذٰلِكَ، وَإِذَا كَانَ نُزُولًا لَيْسَ كَمِثْلِهٖ نُزُولٌ، فَكَيْفَ تُنْفٰى حَقِيقَتُهُ، فَإِنْ لَمْ تَنْفِ الْمُعَطِّلَةُ حَقِيقَةَ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ

بِالْكُلِّيَّةِ وَإِلَّا تَنَاقَضُوا، فَإِنَّهُمْ أَيُّ مَعْنًى أَثْبَتُوهُ لَزِمَهُمْ فِي نَفْيِهِ مَا أَلْزَمُوا بِهِ أَهْلَ السُّنَّةِ الْمُثْبِتِينَ لِلّٰهِ مَا أَثْبَتَ لِنَفْسِهِ، وَلَا يَجِدُونَ إِلَى الْفَرْقِ سَبِيلًا.

''اس سے واضح ہوا کہ صفاتِ نزول، مجیء، اتیان، استواء، صعود اور ارتفاع تمام 'صفات فعلیہ' ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کا ارادہ کرتا ہے، اسے بخوبی کر سکتا ہے۔ اس کی صفات فعلیہ صفات ذاتیہ ہی کی طرح ہے۔ اگر ایسے نہ ہوتا، تو وہ 'فعال' (ہر کام بخوبی کرنے والا) ہوتا، نہ ہی صفات کمال سے متصف ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ نزول، مجی، اتیان، استوا، صعود، ارتفاع اور دوسری صفات اس کے افعال میں سے افعال ہیں، کہ اگر یہ فعلی صفات مجازی ہیں، تو اس کے تمام افعال ہی مجاز ہوں گے اور حقیقت میں کوئی فعل بھی باقی نہیں رہے گا، بل کہ سب افعال جمادات کی طرح ہو جائیں گے۔ معطلہ کی یہی حقیقت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو حقیقی فاعل تسلیم کر لیا جائے، تو اس کے افعال کی دو قسمیں ہوں گی۔ (1) لازمیہ (2) متعدیہ۔ ان دونوں اقسام پر اَن گنت نصوص دلالت کرتی ہیں۔ صفات افعال کے اثبات اور انھیں ذات باری کے ساتھ قائم کرنے آپ کے تمام شکوک و شبہات کافور ہو جاتے ہیں۔ تمام نصوص ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور آپ انھیں عقل صریح کے موافق و مطابق بھی سمجھنے لگیں گے۔ اگر آپ نے ان صفات کا انکار کر دیا یا انھیں ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم نہ مانا، تو آپ اس مسئلہ میں شدید

اضطراب کا شکار ہو جائیں گے اور نصوص اور منکرین صفات باری تعالیٰ میں موافقت تلاش کرتے ہی رہ جائیں گے۔ دو نقیض اور ضدوں میں جمع و توفیق کرنا ناممکن ہے۔

کچھ مزید وضاحت: جب باطل اوہام اور فاسد عقلیں رب تعالیٰ کے نزول، آنے، نیچے اترنے اور قریب ہونے سے وہ مفہوم مراد لیں گی، جو مخلوق کے نزول، آنے، نیچے اترنے اور قریب ہونے، جس ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال لازم آتا ہے، سے مراد لیا جاتا ہے، تو ان صفات باری تعالیٰ کی حقیقت کی نفی کر بیٹھیں گی۔ نیز دو گمراہیوں کا شکار ہو جائیں گی؛ (1) تشبیہ (2) تعطیل۔

اگر ان کمزور عقلوں کی سمجھ میں آجاتا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نزول اور آنا مخلوق کے نزول اور آنے کے مشابہ نہیں ہے، اسی طرح خالق کی سمع، بصر، علم اور حیات مخلوق کے مشابہ نہیں ہے، بل کہ اس کا ہاتھ اور چہرہ بھی مخلوق کے مشابہ نہیں ہے۔ اگر اللہ کا نزول مخلوق کے مشابہ نہ مانا جائے، تو اس کی حقیقت کی نفی نہیں ہوگی۔ معطلہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کی حقیقت کی کلیتًا نفی کر کے تناقض کا شکار ہو گئے ہیں، کیونکہ وہ جو معنی بھی ثابت کریں، ان پر صفات کی نفی کرنے میں وہی اعتراض وارد ہوتا ہے، جو وہ اہل سنت پر صفات باری تعالیٰ کے اثبات کرنے میں وارد ہوتا ہے اور انھیں اس فرق کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔" (مختصر الصّواعق المرسلة، ص450-451)

نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا النُّزُولُ إِلَى الْأَرْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَدْ تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ وَالْآثَارُ وَدَلَّ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ صَرِيحًا.

''روز قیامت زمین کی طرف نزول الٰہی کی بابت احادیث اور آثار صحابہ متواتر ہیں، نیز قرآن بھی صراحت کے ساتھ دلالت کناں ہے۔''

(مختصر الصّواعق المرسلة، ص466)

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''پروردگار عزوجل کے نزول وغیرہ کے متعلق ایک مسلک متقدمین کا ہے کہ نزول سے حقیقت نزول مراد ہے، مگر کیفیت ہم نہیں جانتے۔ اسی طرح سمع، بصر، ید، استواء علی العرش کے متعلق متقدمین کا مسلک یہی ہے۔ متاخرین تاویل کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے رضائے الٰہی، خوش نودی اور توجہ مراد ہے۔ عمدہ قول متقدمین کا ہی ہے۔'' (خزائن السنن، ص 403)

بے شک عمدہ قول متقدمین کا ہی ہے، بعض متاخرین نے جو تاویل کی ہے، وہ سلف کے منہج سے انحراف اور تعطیل کی ایک قسم ہے۔

8 ''...... اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی ہے، وہ در اصل صفات الٰہی کا ایک عکس یا پرتو ہے۔'' (تفہیم القرآن: 502/2)

مولانا تقی عثمانی صاحب نے بجا فرمایا ہے:

''تفہیم القرآن میں بہت سی باتیں جمہور کے مسلمات و اقوال کے خلاف ہیں، اس لیے اسے بقول سائل بلا تنقید پڑھنا پڑھوانا درست نہیں ہے۔''

(فتاویٰ عثمانی، جلد اول، ص 214)

الزام تراشی

ایک صاحب کہتے ہیں:

’’میں نے عرض کیا: میرے امام کا عقیدہ ہے، اللہ ہر جگہ پر ہے۔‘‘
(خطبات گھمن، مرتبہ محمد بلال جھنگوی، ص205)

مزید کہا:

’’رب کی ذات کے بارے میں نعمان کا، احناف کا عقیدہ یہ ہے، اللہ ہر جگہ پر ہے، صرف اللہ عرش پر نہیں ہے۔‘‘ (خطبات گھمن، مرتبہ محمد بلال جھنگوی، ص200)

امام ابوحنیفہ سے یہ عقیدہ قطعاً ثابت نہیں۔

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (792ھ) لکھتے ہیں:

لَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ مِمَّنْ يَنْتَسِبُ إِلٰى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ، فَقَدِ انْتَسَبَ إِلَيْهِ طَوَائِفُ مُعْتَزِلَةٌ وَغَيْرُهُمْ، مُخَالِفُونَ لَهٗ فِي كَثِيرٍ مِنَ اعْتِقَادَاتِهٖ، وَقَدْ يَنْتَسِبُ إِلٰى مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ مَنْ يُخَالِفُهُمْ فِي بَعْضِ اعْتِقَادَاتِهِمْ، وَقِصَّةُ أَبِي يُوسُفَ فِي اسْتِتَابَةِ بِشْرٍ الْمَرِيسِيِّ، لَمَّا أَنْكَرَ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَوْقَ الْعَرْشِ مَشْهُورَةٌ.

’’خود کو حنفی کہنے والوں میں سے جو اس عقیدے کا انکار کرے، وہ التفات کے قابل نہیں، کیونکہ معتزلہ وغیرہ میں سے کئی گروہ خود کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کئی اعتقادی مسائل میں ان کی مخالفت کرتے

ہیں۔ ائمہ مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے بعض اعتقادات میں مخالفت کرنے والے بھی خود کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قاضی ابو یوسف کا قصہ مشہور ہے کہ جب بشر مریسی نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار کیا، تو انھوں نے اسے توبہ کرنے کو کہا۔" (شرح العقيدة الطّحاوية، ص 288)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) لکھتے ہیں:

كَذَالِكَ الْحَنَفِيُّ يَخْلِطُ بِمَذَاهِبِ أَبِي حَنِيفَةَ شَيْئًا مِّنْ أُصُولِ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْكَرَّامِيَّةِ وَالْكُلَّابِيَّةِ، وَيُضِيفُهُ إِلٰى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ.

"اسی طرح احناف نے بھی مذہب ابوحنیفہ میں بہت کچھ ایسا داخل کر دیا ہے، جو در حقیقت معتزلہ، کرامیہ اور کلابیہ کے اصول و اعتقادات تھے اور پھر اسے مذہب ابوحنیفہ کی دم لگا دی۔" (منهاج السّنة النّبوية: 261/5)

نیز فرماتے ہیں:

مَا مِنْ إِمَامٍ إِلَّا وَقَدِ انْتَسَبَ إِلَيْهِ أَقْوَامٌ هُوَ مِنْهُمْ بَرِيءٌ قَدِ انْتَسَبَ إِلٰى مَالِكٍ أُنَاسٌ مَّالِكٌ بَرِيءٌ مِنْهُمْ وَانْتَسَبَ إِلَى الشَّافِعِيِّ أُنَاسٌ هُوَ بَرِيءٌ مِّنْهُمْ وَانْتَسَبَ إِلٰى أَبِي حَنِيفَةَ أُنَاسٌ هُوَ بَرِيءٌ مِّنْهُمْ.

"ہر امام کی طرف کچھ نہ کچھ لوگ منسوب ہوتے ہیں، جبکہ وہ امام ان سے بری ہوتا ہے۔ امام مالک کی طرف کئی لوگ (جھوٹی) نسبت کرتے ہیں، جب کہ آپ رحمہ اللہ ان سے بری ہیں۔ خود کو شافعی کہنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں، جب کہ امام صاحب ان سے بری ہیں۔ اسی طرح کئی لوگ خود کو ابوحنیفہ

کی طرف منسوب کرتے ہیں، جب کہ آپ ان سے بری ہیں۔“

(مجموع الفتاویٰ: 185/3، العقود الدّرّیۃ، ص 157)

علامہ ابو مظفر اسفرائینی رحمہ اللہ (471ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ نَبَغَ مِنْ أَحْدَاثِ أَهْلِ الرَّأْيِ، مَنْ تَلَبَّسَ بِشَيْءٍ مِّنْ مَقَالَاتِ الْقَدَرِيَّةِ وَالرَّوَافِضِ مُقَلِّدًا فِيهَا وَإِذَا خَافَ سُيُوفَ أَهْلِ السُّنَّةِ نَسَبَ مَا هُوَ فِيهِ مِنْ عَقَائِدِهِ الْخَبِيثَةِ إِلٰى أَبِي حَنِيفَةَ تَسَتُّرًا بِهٖ فَلَا يَغُرَّنَّكَ مَا ادَّعُوهُ مِنْ نِسْبَتِهَا إِلَيْهِ فَإِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ بَرِيءٌ مِّنْهُمْ وَمِمَّا نَسَبُوهُ إِلَيْهِ.

”کئی ایسے نو زائیدہ اہل رائے سامنے آئے ہیں، جنھوں نے قدریہ اور روافض کی تقلید میں ان کے کچھ اعتقادات کو خلط ملط کر رکھا ہے، پھر جب اہل سنت کی شمشیریں خوف طاری کرتی ہیں، تو جھٹ سے اپنے خبیث اعتقادات کو مذہب حنفی کا رنگ دیتے ہیں۔ (مخاطب!) آپ ان کی نسبتوں سے دھوکہ نہ کھائیں، کیونکہ امام ابو حنیفہ ان سے اور ان کے منسوب عقائد سے قطعاً بری ہیں۔“

(التبصیر في الدّین، ص 114)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری (1346ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ يُثْبِتُ كَوْنَهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى فَوْقَ عَرْشِهٖ، وَالْجَهْمِيَّةُ يُنْكِرُونَهٗ.

”یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے عرش پر (بلند) ہے، جب کہ جہمیہ اس کا انکار کرتے ہیں۔“ (بذل المجهود: 144/18)

ماحصل یہ کہ اسلاف صفات باری تعالیٰ میں تاویل نہیں کرتے تھے، ہمارے لیے

بھی اسی میں عافیت و سرخروئی ہے۔ یہ کہنا کہ اگر سلف کے منہج کے مطابق صفات باری تعالیٰ کو مانا جائے، تو اس سے یہ یہ لازم آئے گا، ایسا کچھ نہیں ہے، کیوں کہ مسلک سلف ہی اسلم، احکم اور اعلم ہے۔ سلف سب سے بڑھ کر علم وتقوی والے تھے، تکلفات سے کوسوں دور تھے۔ قرآن وحدیث کی نصوص کی صحیح تعبیریں بیان کرتے تھے۔

استواء علی العرش

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

اللہ رحمٰن عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔اس پر اہل حق کا اجماع ہے۔لغت میں استویٰ کا معنی معلوم ہے، کیفیت مجہول ہے، کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، تمام صفات باری تعالیٰ میں ائمہ اہل سنت کا یہی قاعدہ اور دستور ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ مَجْمُوعُونَ عَلَى الْإِقْرَارِ بِالصِّفَاتِ الْوَارِدَةِ كُلِّهَا فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِيمَانِ بِهَا وَحَمْلِهَا عَلَى الْحَقِيقَةِ لَا عَلَى الْمَجَازِ إِلَّا أَنَّهُمْ لَا يُكَيِّفُونَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ وَلَا يَحُدُّونَ فِيهِ صِفَةً مَّحْصُورَةً وَأَمَّا أَهْلُ الْبِدَعِ وَالْجَهْمِيَّةُ وَالْمُعْتَزِلَةُ كُلُّهَا وَالْخَوَارِجُ، فَكُلُّهُمْ يُنْكِرُهَا وَلَا يَحْمِلُ شَيْئًا مِّنْهَا عَلَى الْحَقِيقَةِ وَيَزْعُمُونَ أَنَّ مَنْ أَقَرَّ بِهَا مُشَبِّهٌ وَهُمْ عِنْدَ مَنْ أَثْبَتَهَا نَافُونَ لِلْمَعْبُودِ وَالْحَقُّ فِيمَا قَالَهُ الْقَائِلُونَ بِمَا نَطَقَ بِهِ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ وَهُمْ أَئِمَّةُ الْجَمَاعَةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ .

''اہل سنت کا اجماع ہے کہ قرآن وسنت میں وارد تمام صفات الٰہیہ کا اقرار کیا جائے، ان پر ایمان لایا جائے اور انہیں مجاز کی بجائے حقیقت پر محمول کیا

جائے۔ البتہ اہل سنت کسی صفت کی کیفیت بیان نہیں کرتے اور نہ ہی کسی صفت کو محدود و محصور کرتے ہیں۔ جبکہ اہل بدعت، جہمیہ، تمام معتزلہ اور خوارج صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں، کسی بھی صفت کو حقیقت پر محمول نہیں کرتے اور صفات کا اقرار کرنے والے کو مشبہہ کہتے ہیں، جبکہ یہ لوگ صفات کا اثبات کرنے والوں کے نزدیک معبود کے منکر ہیں۔ حق وہی ہے، جو کتاب وسنت سے موافقت رکھنے والوں میں ہے اور وہ ائمہ اہل سنت والجماعت ہیں، والحمد للہ!''

(التمهيد لما في المؤطإ من المعاني والأسانيد : ١٤٥/٧)

ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (١٣٦ھ) کا عقیدہ ملاحظہ ہو!

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (١٣٦ھ) کے پاس تھا۔ آپ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰهٰ : ٥)، رحمٰن عرش پر کیسے مستوی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

اَلْإِسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ، وَالْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ، وَمِنَ اللّٰهِ الرِّسَالَةُ، وَعَلَى الرَّسُولِ الْبَلَاغُ، وَعَلَيْنَا التَّصْدِيقُ .

''استوا معلوم ہے، کیفیت عقل میں آنے والی نہیں۔ یہ پیغام من جانب اللہ ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تبلیغ ہے اور ہمارے ذمہ تصدیق۔''

(العلوُّ للذّهبي، ص ٩٨، وسندهٗ صحيحٌ)

اس طرح کا قول امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کے شاگرد امام مالک رحمہ اللہ (١٧٩ھ) سے منقول ہے۔

(الأسماء والصّفات للبيهقي : ٨٦٦، وسندهٗ صحيحٌ)

اس متواتر قول کو تلقی بالقبول امت حاصل ہے۔تمام صفات باری تعالیٰ میں یہ اہل سنت والجماعت کا دستور ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُقَالَةُ الَّتِي تَلَقَّاهَا الْعُلَمَاءُ بِالْقَبُولِ .

''اس قول کو اہل علم نے ہاتھوں ہاتھ قبول کیا ہے۔''

(مجموع الفتاوی : ۱٦٧/٣)

نیز فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى مَا قَالَهٗ رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْأَئِمَّةِ .

''اہل سنت کا اس عقیدے پر اتفاق واجماع ہے، جو امام ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن، امام مالک اور دیگر ائمہ کرام رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔''

(الفتاوی الکبری : ٤٧٢/٦)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ قَوْلُ أَهْلِ السُّنَّةِ قَاطِبَةً .

''یہ تمام اہل سنت کا قول ہے۔''

(العلوّ للعلي الغفار، ص ١٣٩)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ الْمُتَقَدِّمُونَ مِنْ أَصْحَابِنَا وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ

وَقَالُوا : اَلْاِسْتِوَاءُ عَلَى الْعَرْشِ قَدْ نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ فِي غَيْرِ آيَةٍ، وَوَرَدَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ، فَقَبُولُهُ مِنْ جِهَةِ التَّوْقِيفِ وَاجِبٌ، وَالْبَحْثُ عَنْهُ وَطَلَبُ الْكَيْفِيَّةِ لَهُ غَيْرُ جَائِزٍ.

''(استواء علی العرش) تمام متقدمین اور متاخرین اہل سنت کا مذہب ہے، وہ کہتے ہیں کہ استواء علی العرش کی صراحت پر قرآن کی کئی آیات اور صحیح احادیث موجود ہیں، لہٰذا اسے توقیفی طور پر قبول کرنا واجب ہے اور اس بارے میں بحث کرنا یا کیفیت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔''

(الاعتقاد، ص ١١٤)

امام ابوجعفر، محمد بن احمد بن نصر، ترمذی رحمہ اللہ (٢٩٥ھ) سے ایک شخص نے سوال کیا کہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ (ہر رات) آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، تو نزول کے بعد علو (بلندی) کیسے باقی رہ جاتا ہے؟ فرمایا:

اَلنُّزُولُ مَعْقُولٌ، وَالْكَيْفُ مَجْهُولٌ، وَالْإِيمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ.

''نزولِ باری تعالیٰ معلوم ہے، کیفیت نامعلوم ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے اور کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : ٣٨٢/١، وسندهٗ صحیحٌ)

امام قوام السنۃ، ابوقاسم اصبہانی رحمہ اللہ (٥٣٥ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَصْلُ فِي هٰذَا أَنَّ الْكَلَامَ فِي الصِّفَاتِ فَرْعٌ عَلَى الْكَلَامِ فِي الذَّاتِ، وَإِثْبَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى إِنَّمَا هُوَ إِثْبَاتُ وُجُودٍ لَا إِثْبَاتُ

كَيْفِيَّةٍ، فَكَذٰلِكَ إِثْبَاتُ صِفَاتِهٖ إِنَّمَا هُوَ إِثْبَاتُ وُجُودٍ لَا إِثْبَاتُ كَيْفِيَّةٍ .

''اصول یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ میں کلام، ذات باری تعالیٰ میں کلام کی فرع ہے۔اللہ تعالیٰ کا اثبات، درحقیقت ذات باری تعالیٰ کا اثبات ہے، نہ کہ (اللہ کی) کیفیت کا۔تو اسی طرح صفات باری تعالیٰ کا اثبات بھی ذات باری تعالیٰ کا اثبات ہے، نہ کہ (صفات کی) کیفیت کا۔''

(الحجة في بيان المحجة : ۳۱۳/۱)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعِصْمَةُ النَّافِعَةُ فِي هٰذَا الْبَابِ : أَنْ يُوصَفَ اللّٰهُ بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ وَبِمَا وَصَفَهٗ بِهٖ رَسُولُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ وَّلَا تَعْطِيلٍ، وَّمِنْ غَيْرِ تَكْيِيفٍ وَّلَا تَمْثِيلٍ، بَلْ تُثْبَتُ لَهُ الْأَسْمَاءُ وَالصِّفَاتُ، وَتُنْفٰى عَنْهُ مُشَابَهَةُ الْمَخْلُوقَاتِ، فَيَكُونُ إِثْبَاتُكَ مُنَزَّهًا عَنِ التَّشْبِيهِ، وَنَفْيُكَ مُنَزَّهًا عَنِ التَّعْطِيلِ، فَمَنْ نَفٰى حَقِيقَةَ الْاِسْتِوَاءِ فَهُوَ مُعَطِّلٌ، وَمَنْ شَبَّهَهٗ بِاسْتِوَاءِ الْمَخْلُوقِ عَلَى الْمَخْلُوقِ فَهُوَ مُمَثِّلٌ، وَمَنْ قَالَ : اِسْتِوَاءٌ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ، فَهُوَ الْمُوَحِّدُ الْمُنَزِّهُ .

''اس مسئلہ میں راہِ نجات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انہی صفات کے ساتھ متصف کیا جائے، جن کے ساتھ اس نے خود کو یا اس کے رسول ﷺ نے اسے

متصف کیا ہے، نیز تحریف، تعطیل، تکییف اور تعطیل نہ کی جائے، بلکہ اس کے لیے اسماء وصفات کو ثابت کیا جائے اور مخلوقات سے مشابہت کی نفی کی جائے۔ یوں آپ کا صفات کو ثابت کرنا، تشبیہ سے تنزیہ ہو جائے گا اور مخلوقات سے مشابہت کی نفی کرنا، تعطیل سے تنزیہ ہو جائے گا۔ لہٰذا جس نے استوا کی حقیقت کا انکار کیا، وہ معطِّل ہے، جس نے اسے مخلوق کے مخلوق پر مستوی ہونے سے تشبیہ دی، وہ ممثِّل ہے اور جس نے کہا کہ یہ ایسا استوا ہے کہ جس کی مثل کوئی نہیں، تو وہ موحد ہے اور تنزیہ کرنے والا ہے۔''

(مدارج السّالکین : ۸۵/۲)